



ذِكْرُ الصَّالِحِينَ بِالْأَحْوَالِ عَمَّا عَنِ الْعَامِلِينَ

الْمَعْرُوفِينَ

ذِكْرُ صَالِحِينَ

جلد ہشتم

ترتیب و مؤلف

مولانا مرغوب احمد لاچپوری، ڈیویزی

مناسی

جَامِعَةُ الْقُرْآنِ كَفَالِيَتُهُ

لاچپور ضلع سورت، گجرات (انڈیا)

ذکر الصالحین باحوال علماء العالمین

المعروف بہ

ذکر صالحین، ج: ۸

۳۰ رسائل پر مشتمل حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ کے حالات کا بہترین مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

اجمالی فہرست رسائل

۱۵	مفتی سعید احمد پالنپوری کی فقہی بصیرت....	۱
۱۵۸	مفتی سعید احمد پالنپوری.....	۲
۱۸۴	”تحفۃ اللمعی“ کے متعلق چند گزارشات..	۳

فہرست رسالہ ”مفتی سعید احمد یالپوری کی فقہی بصیرت“

۱۶	پیش لفظ.....
۱۷	پہلا باب..... حضرت کے حالات اور معمولات.....
۱۷	حضرت کا طالب علمی کے زمانہ میں ایک مدرسہ سے اخراج.....
۱۷	حضرت کے استاذ شیخ محمود عبد الوہاب قدس سرہ کا عجیب واقعہ.....
۱۸	استاذ کی خدمت، اور رات کو جلدی اٹھنا.....
۱۸	اشعار کا ذوق اور استاذ کی نصیحت پر اس کا ترک.....
۱۹	رنگون کا سفر اور مشہور مندر کے دیکھنے کی فرمائش پر حضرت کا انکار.....
۱۹	ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت اور ان کی مسجد میں بیان کی سعادت..
۲۰	میدان عرفات میں خیمہ ہی میں رہنا اور جبل رحمت کے قریب نہ جانا.....
۲۰	پان کھانے کا واقعہ اور ایک معمول.....
۲۰	میں سلفی، اشعری اور ماتریدی تینوں ہوں.....
۲۲	اگر پانی اوٹھی نہ ہوں تو نماز کا حکم اور آپ کا عمل.....
۲۳	کیا رکوع سے اٹھتے وقت امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے؟ اور آپ کا عمل.....
۲۳	دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ اور آپ کا عمل.....
۲۳	حضرت کا قرآن کریم کے تمام نشانات رکوع پر غور کرنا اور نتیجہ نکالنا.....
۲۴	با وضو مسجد جانے کی فضیلت میں شاہ صاحب کی تحقیق، اور آپ کا معمول.....
۲۵	یوم الشک کا روزہ، اور حضرت کا اپنے آپ کو عوام میں شمار کرنا.....
۲۵	دعائے قنوت اور حضرت کا عمل.....

۲۵	احرام کی دو رکعت اور تلبیہ پڑھنے میں آپ کا معمول.....
۲۶	دن کی نماز میں قرأت سری اور رات کی نماز میں جہری کیوں؟.....
۲۷	اذان ثانی کا جواب زبان سے یا دل سے؟ اور آپ کا عمل.....
۲۷	تکبیر تشریق سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی کہنی چاہئے، اور آپ کا عمل.....
۲۸	حجاج عرفات جاتے ہوئے تلبیہ پڑھیں یا تکبیر تشریق؟ اور آپ کا عمل.....
۲۸	سجدہ سہو میں بوقت ضرورت امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل.....
۲۹	آپ پر حدیث کو حجت نہ ماننے کا بہتان.....
۳۰	حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا آپ کی بات پر آغاز دارالعلوم کا جشن ملتوی فرمانا.....
۳۱	آپ کی درخواست پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا رجوع.....
۳۲	مولانا اشرف علی باقوی اور مولانا محمد سالم صاحب کی تقریر اور آپ کا رد.....
۳۳	آپ کی بات پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا فیصلہ تبدیل فرمانا.....
۳۴	تفسیر ”ہدایت القرآن“.....
۳۵	آپ ﷺ کا تفسیر ”ہدایت القرآن“ کو پورا کرنے اور مدرسہ میں پڑھانے کا حکم فرمانا.....
۳۵	آپ فتویٰ کیسے دیں؟ کی خصوصیت.....
۳۶	عرفات میں جمع بین الصلوٰتین اور حضرت کی رائے.....
۳۶	سچے تاجر کی فضیلت اور اہل علم میں حضرت کی خصوصیت.....
۳۸	دوسرا باب..... حضرت کے علمی آراء.....
۳۸	اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور حضرت کی رائے.....
۳۸	سفر میں سنت موکدہ کا حکم اور آپ کا تجربہ پڑنی ایک مشورہ.....

۳۹	حریم شریفین میں عورتوں کا جانا اور آپ کی رائے.....
۴۰	سورج گہن اور عذاب قبر میں مقارنت اتفاقی ہے.....
۴۰	آپ کا استنباط کہ حج کرنے سے ایمان پر مہر لگ جاتی ہے.....
۴۱	تہجد کے وقت کامل اور ہلکے وضو کی روایت اور آپ کا رجحان.....
۴۱	مجھے شہید کی نماز جنازہ میں امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب زیادہ پسند ہے.....
۴۱	شوہر کو ستانے والی کے لئے حور کا پیغام اور اس حدیث سے آپ کا استنباط.....
۴۲	جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے یا نہیں؟ امام احمد کی تطبیق مجھے زیادہ پسند ہے.....
۴۲	پختہ قبریں بنانے، ان پر کتبے لگانے، ان پر گنبد بنانے کی ممانعت کی وجہ.....
۴۵	میرے نزدیک محرم و کس لگا سکتا ہے.....
۴۵	کسی نو مسلم کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں یا دو بہنیں ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور اس مسئلہ میں آپ کی رائے.....
۴۶	دوسری شادی میں نئی دلہن کی باری کا مسئلہ اور آپ کی رائے.....
۴۶	آپ کی رائے کہ: منیٰ مکہ سے خارج ہے.....
۴۷	متبرک چیزوں کی توہین مومن کی شان نہیں، اور کعبہ کی تصویر والے مصلے.....
۴۷	اگر خوف فتنہ نہ ہو تو عورت تنہا سفر کر سکتی ہے.....
۴۸	مسافت سفر شرعی میل ہے انگریزی نہیں.....
۴۸	ریل، بس اور کار میں نفل نماز بیٹھ کر اور بلا قبلہ رو پڑھنے کا مسئلہ.....
۴۹	رجوع.....
۴۹	حق کی پیروی کریں، میرے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں.....
۵۰	متفرقات.....

۵۰	ایک اہم قاعدہ: سند کی صحت کے لئے مضمون کی صحت لازم نہیں.....
۵۱	امام بخاری رحمہ اللہ منسوخ روایتیں کیوں لائے ہیں؟.....
۵۱	امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مکرر حدیث لانے کی نہیں، پھر ۱۵۰/۱ سے زائد احادیث مکرر کیوں ہیں؟.....
۵۲	عشر کے مسئلہ میں اختلاف پر حیرت.....
۵۳	شہید کی نماز جنازہ پر روایات خاموش، اس پر حیرت.....
۵۴	زمانہ حال کے مسلمانوں کے لئے زریں اصول والی حدیث.....
۵۴	مؤمن کی روح قرض میں کیسے پھنسی رہتی ہے، اس پر اپنا ایک واقعہ.....
۵۵	حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کا کبھی کبھی مغرب سے پہلے نفل پڑھنا.....
۵۶	مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت.....
۵۷	لطیفہ..... کھڑے ہو کر پیشاب کی سنت عورتوں کے لئے بھی ہے؟.....
۵۷	پکی ہوئی مچھلی کے ڈبہ پر دھوکہ کا لیل.....
۵۷	سفر نامہ ابن بطوطہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ جھوٹا نہیں ہے.....
۵۹	تیسرا باب..... تنقیدات.....
۵۹	سجدہ سہو کے دو مسئلوں کے مروج عمل پر تنقید.....
۶۰	حدیث کا کتب فقہ یا تفسیر یا بزگوں کے ملفوظات میں پایا جانا کافی نہیں.....
۶۰	قنوت کی دعائیں حدیث میں دو منقول ہیں اس لئے ایک ہی پر اکتفا ٹھیک نہیں.....
۶۱	پبلک مقامات میں عورتوں کے لئے علیحدہ نماز کا انتظام ہونا چاہئے.....
۶۱	حکایات اولیاء آنکھ بند کر کے نہیں مان لینی چاہئیں.....
۶۲	تسبیح فاطمی حقیقت میں تسبیح فقراء ہے، اور تسبیح فاطمی دوسری ہے.....

۶۲	بزرگوں کی قبروں پر جاناد یو بندیت نہیں.....
۶۳	قبروں پر مراقبہ، اور ذکر جہری یہ سب باتیں غیر ثابت ہیں.....
۶۴	فجر وعصر میں ائمہ کو مقتدیوں کی طرف پوری طرح منہ کر کے بیٹھنا چاہئے.....
۶۴	طلبہ مہمانان رسول ہیں یا سارے مسلمانوں کے مہمان ہیں؟.....
۶۴	اب مسجد میں ذرا سی تاخیر پر بھی امام کا انتظار نہیں کرتے، یہ صحیح نہیں ہے.....
۶۵	ہم نے سحری میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے نبوی طریقہ چھوڑ دیا.....
۶۵	نماز کے بعد دعا کا ترک صحیح نہیں ہے.....
۶۶	مدارس میں دارالافتاء کا جال.....
۶۶	دیوبندیت کا امتیاز مٹ رہا ہے، اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج.....
۶۷	مسجد کے احاطہ اور مدرسہ میں بزرگوں کی تدفین منع ہے.....
۶۷	یہ پروپیگنڈہ کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا.....
۶۸	ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟.....
۶۹	دعوت و تبلیغ والوں کا جہاد کے فضائل اپنے کام پر چسپاں کرنا صحیح نہیں.....
۷۲	تبلیغ والوں کا نمازیوں کا خیال رکھے بغیر نماز کے بعد اعلان شروع کر دینا.....
۷۲	تبلیغی احباب کہتے ہیں: دعوت کے کام پر جہاد کا ثواب ملے گا، یہ صحیح نہیں.....
۷۳	چوتھا باب..... حدیث میں بصیرت کی مثالیں.....
۷۳	ترمذی کی دو روایتوں میں الجھن اور حضرت کی فہم.....
۷۴	تسبیحات نوافل کے بعد پڑھے یا فرضوں کے بعد؟ اور حضرت کی رائے.....
۷۵	حدیث سونے سے پہلے وتر پڑھ لو سے کیا مراد ہے؟ اور حضرت کی رائے.....
۷۵	ظہر سے پہلے سنت موکدہ چار رکعت ہیں یا دو؟ اور حضرت کی رائے.....

۷۶	میرے نزدیک ”عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں“ کی توجیہ.....
۷۷	ایک حدیث سے میں نے یہ سمجھا کہ احکام کی تشریح کی صورتیں یہ ہیں.....
۷۸	اولیائی تحت قیابی لا یعرفہم غیری، موضوع روایت ہے.....
۷۹	بیعت کے وقت عورت کے ہاتھ پکڑنے کی روایات معتمد علیہ نہیں.....
۷۹	کیا حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں؟.....
۸۱	علماء سوء سے عام مسلمان بہتر ہیں، یہ صحیح نہیں.....
۸۱	فاسق کی اذان توبہ کے بعد مکروہ نہیں.....
۸۲	عمامہ باندھ کر نماز کی فضیلت والی روایت کا حکم.....
۸۳	پانچواں باب..... حضرت رحمہ اللہ کی فقہی بصیرت.....
۸۳	حائضہ کا قرآن کریم کے کلمات کو الگ الگ کر کے پڑھنا.....
۸۳	ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو وغیرہ کا شمار حاجت اصلیہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟.....
۸۳	حقیقی تملیک کے بغیر زکوٰۃ کا حیلہ، حیلہ نہیں، ڈھونگ ہے.....
۸۴	مفت خوری کی عادت پڑنے کا شبہ ہو تو زکوٰۃ نہیں دینی چاہئے.....
۸۴	متولی کا اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے پیسہ کو قرض لینا.....
۸۴	مسجد کی دیواروں پر ”یا غوث اعظم دست گیر“ لکھنا درست نہیں.....
۸۵	مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینا.....
۸۵	ادب و منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا پڑھنا.....
۸۶	قبور پر پھول اور سبز پتے چڑھانا.....
۸۶	فقہ کی کتابوں کے بیچ مسلم کے جزئیات دور اول کے ہیں.....
۸۶	فارم مال مقوم ہے، اس کی بیع کا حکم.....

۸۸	لاائف انشورنس جائز نہیں، املاک کا انشورنس جائز ہے.....
۸۹	غیر موسم میں دس روپے کے دامن گیہوں قرض دینا اور موسم میں تین من لینا..
۸۹	”نیوتا“ اور ”جہیز“ کی رسم ممنوع ہے.....
۹۰	طیب خاطر نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہدیہ نہ لینا بہتر ہے.....
۹۰	ہبہ بالعوض میں رجوع نہیں ہو سکتا.....
۹۰	قاضی کا قضا پر اجرت لینا.....
۹۱	جھینگا حلال ہے یا حرام؟.....
۹۳	عورت کی ملک میں زیور وغیرہ بقدر نصاب ہے تو قربانی واجب ہے.....
۹۳	خشنی جانور کی قربانی جائز نہیں.....
۹۴	اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کے ثواب کا مسئلہ.....
۹۵	میٹھا اور نمکین دونوں طرح کے کھانے ہوں تو ابتدا کس سے کرے؟.....
۹۵	عورتوں کے لئے غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی.....
۹۵	مجلس میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو کس طرف سے شروع کرے؟.....
۹۶	جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپھی کے لڑکوں سے پردہ.....
۹۷	عورت کے لئے حجاب ہے، اور وہ تین مرحلوں میں ہے.....
۱۰۰	ایسا لباس پہن کر کشتی لڑنا جس میں ستر نہ چھپے جائز نہیں.....
۱۰۰	خطیب کا منبر پر اور مقرر کا اسٹیج پر سلام کرنا.....
۱۰۱	ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہئے کہ سحر قطعی حرام ہے.....
۱۰۱	ضرورۃً بینک میں پیسے رکھنے کی اجازت ہے.....
۱۰۱	حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں.....

۱۰۲	زانی کی اولاد میراث کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟.....
۱۰۲	”امداد الفتاویٰ“ کے حواشی کی مثالیں.....
۱۰۳	فاسق کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ اور بلوائیوں کے قصہ سے اشکال.....
۱۰۴	رمضان کی عشاء تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا.....
۱۰۵	جماعت ثانیہ کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم.....
۱۰۶	نماز کے انتظام اور امام و مؤذن کے تقرر والی بازار کی مسجد میں جماعت ثانیہ..
۱۰۸	جس امام کے ثناء علیانہ ہوں، ایسے امام کی اقتدا کا حکم.....
۱۰۹	امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے یا نہیں؟.....
۱۱۰	عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول میں سے صحیح قول.....
۱۱۰	کیا نماز کی حالت میں عینک لگا رکھنا مکروہ ہے؟.....
۱۱۱	کیا مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے؟.....
۱۱۲	تراویح بین القدین کے مسئلہ پر تسامح.....
۱۱۳	آج کے دور میں سنتوں کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے.....
۱۱۴	تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور ناجائز ہے.....
۱۱۵	شبینہ میں ممانعت کا حکم ہی احوط ہے.....
۱۱۵	تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو؟.....
۱۱۶	امام قعدہ سے کھڑا ہو جائے تو مسبوق تشهد ختم کر کے اٹھے.....
۱۱۷	مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو پہلے کی قضا نمازوں کا حکم.....
۱۱۷	مقیم مسافر امام کے پیچھے شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟.....

۱۱۹	 سورہ فاتحہ پڑھی اور سورت پڑھے بغیر رکوع کر لیا تو؟
۱۱۹	 ترک واجب سے دوبارہ پڑھی گئی نماز میں نووارد کی شرکت
۱۲۰	 سجدہ تلاوت ایک ساتھ کرے یا ہر آیت پر اسی وقت کرے؟
۱۲۰	 محض نکاح سے وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں؟
۱۲۰	 نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیسے سلام پھیرے؟
۱۲۱	 مسواک مراور عورت دونوں کے لئے سنت ہے
۱۲۱	 عورت کے لئے علك کا استعمال جائز ہے
۱۲۲	 پھایہ کان کے نرمہ یا سوراخ میں رکھا ہو تو مسح کا حکم
۱۲۲	 سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی تفصیل
۱۲۳	 گردن کے مسح کے بارے میں علماء کی آراء
۱۲۳	 کیا جنابت کی حالت میں بال کتر وانا اور ناخن ترشوانا مکروہ ہے؟
۱۲۴	 کپڑے پردہ باور و جب غسل کی چودہ صورتیں
۱۲۵	 مسجد کی زمین پر تیمم کرنے کا حکم
۱۲۷	 جرابوں پر مسح کے بارے میں حدیث مجمل و مبہم ہے
۱۲۸	 زخم سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے؟ اور کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟
۱۲۹	 شہد میں چوہا گر کر مر جائے تو
۱۳۰	 مرغی کو ذبح کے بعد گرم پانی میں جوش دینا
۱۳۱	 چاند سورج کی طرف پاخانہ پیشاب کے وقت منہ کرنا مکروہ ہے
۱۳۱	 فرج کی رطوبت اور ایک تحقیقی حاشیہ

۱۳۴	عشاء کا وقت غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہو جانا، قاعدہ کلیہ نہیں.....
۱۳۴	گھڑی دیکھ کر نماز کی جماعت کھڑی کر دینے کا التزام بدعت نہیں ہے.....
۱۳۵	اذان کے بعد دعائیں ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے.....
۱۳۶	ڈوبنے کے خوف اور امراض کے عموم کے وقت اذان.....
۱۳۶	اقامت میں جعلتین میں تجویل وجہ.....
۱۳۷	جمعہ کی کوئی اذان سے بیچ مکروہ ہے؟.....
۱۴۰	کیا منبر اور اذان کی جگہ مسجد میں داہنی جانب ہو؟.....
۱۴۱	غیر معتدل ممالک میں غروب و شفق کا مسئلہ.....
۱۴۲	اقامت کا جواب امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوۃ سب دیں.....
۱۴۴	تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کی ادنی مقدار.....
۱۴۴	سرین ایک عضو ہے یا دو؟.....
۱۴۵	نماز میں ایک سورت کے فاصلہ کا حکم.....
۱۴۷	زلۃ القاری کے تدارک کے بعد صحت صلوۃ کا حکم.....
۱۴۹	آبادی سے دور رہنے والے اور گھر پر نماز پڑھنے والے کے لئے اذان.....
۱۵۰	مضغی پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی.....
۱۵۱	حکومت کا وظیفہ لینا جائز ہے، اس پر ایک شبہ اور اس کا جواب.....
۱۵۲	سونے چاندی کے دانت لگے ہونے کی حالت میں نماز جائز ہے.....
۱۵۲	جس ریسٹورنٹ میں حرام گوشت استعمال ہوتا ہو اس کی آمدنی حرام ہے.....
۱۵۳	بینک اور حرام اشیاء بیچنے والے ریسٹورنٹ میں ملازمت کا حکم.....

۱۵۳	آفس سے سیدھے مسجد آنے والوں کا کوٹ، پتلون پہن کر نماز پڑھنا.....
۱۵۳	مسجد سے نکلنے پر اعمکاف ٹوٹنے میں کس قول پر فتویٰ دینا چاہئے.....
۱۵۴	حلال جانور کی سات چیزیں کھانا مکروہ ہے اور ”فتاویٰ رحیمیہ“ کا تسامح.....

فہرست رسالہ ”مفتی سعید احمد پالنپوری“

۱۵۹	تعزیتی عریضہ بروفات: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ
۱۶۱	حضرت کے چند اوصاف و کمالات.....
۱۶۱	تصنیفی خدمات.....
۱۶۵	حق گوئی میں علماء دیوبند کے حقیقی وارث.....
۱۶۶	مَجَاز (بفتح المیم) نہیں، مُجَاز (بضم المیم) ہے.....
۱۶۶	اہل تبلیغ آپ کو دیوبندی کہتے ہیں؟ دیوبند سے انہوں نے کیا رابطہ رکھا ہے؟
۱۶۷	آج کل کے تعزیتی جلسے ناجائز ہیں.....
۱۶۹	کیا عورتوں کا گھر میں اعتکاف کرنا ثابت ہے؟.....
۱۶۹	آپ کے کچھ حالات و معمولات.....
۱۷۱	بلا معاوضہ تدریسی خدمات.....
۱۷۱	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بدوی کے اشعار.....
۱۷۲	سفر کی موت شہادت کی موت ہے.....
۱۷۴	جنازہ میں کم شریک ہونے والوں کی تعداد کے چند تاریخی واقعات.....
۱۷۶	رمضان میں موت کی فضیلت.....
۱۷۷	عریضہ بنام: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ.....
	”فتاویٰ رحیمیہ“ کی ترتیب جدید میں چند مقامات پر حاشیہ کی ضرورت.....
فہرست رسالہ: ”تحفۃ الالمعی“ کے متعلق چند گزارشات	
۱۸۴	”تحفۃ الالمعی“ کے متعلق چند گزارشات

مفتی سعید احمد پالنپوری کی فقہی بصیرت

حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ کی فقہی اور حدیثی بصیرت، آپ کے علمی آراء، آپ کی تحریر سے لکھے گئے اور آپ کی تقریر میں بیان کئے گئے اپنے احوال، لوگوں کی اصلاح کے لئے بیان کی گئیں یا لکھی گئیں تنقیدات وغیرہ کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاہوری

ناشر.....جامعۃ القراءات، کفلیہ

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اہل علم اور اہل عقیدت کی طرف سے دسیوں مضامین لکھے گئے، سینکڑوں تعزیتی مکتوبات ارسال کئے گئے، اور شعراء نے مرثیے کہے۔ راقم الحروف نے بھی ایک طویل عریضہ تعزیتی عنوان سے لکھ کر ان کے صاحبزادگان کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جو اس رسالہ کے آخر میں شامل ہے۔ الحمد للہ اس عاجز کو حضرت رحمہ اللہ کی تصانیف دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جملہ فنونِ آلیہ کے ساتھ ساتھ تفسیر، حدیث اور فقہ تینوں علومِ عالیہ میں بصیرت اور فہمِ کامل نصیب فرمایا تھا۔ خیال آیا کہ حضرت کی حدیثی مہارت کے چند نمونے، اور فقہی بصیرت کے کچھ اقتباسات جمع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کروں۔ یہ اوراق اسی خیال کا نتیجہ ہیں۔ ان میں حضرت رحمہ اللہ کے وہ احوال جمع کئے گئے ہیں جو آپ کے قلم سے لکھے گئے ہیں یا آپ کی زبان سے بیان ہوئے ہیں۔ آپ کی مختلف علمی آراء بھی پیش کی گئی ہیں۔ ”امداد الفتاویٰ“ اور ”فتاویٰ دارالعلوم“ سے آپ کی فقہی بصیرت کے عمدہ نمونے جمع کئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ ناظرین ان اوراق سے حضرت کے علمی آراء، حدیثِ پاک میں کمالِ بصیرت، اور فقہ میں مہارت کے نمونے پڑھ کر محفوظ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس مختصر کاوش کو قبول فرمائے، اور راقم کے لئے ذخیرہٴ آخرت و ذریعہٴ نجات بنائے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجاتِ عالیہ عطا فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کی لغزشات کو مبدلِ حسنات فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاچپوری

۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ، مطابق: ۸ جولائی ۲۰۲۰ء، بروز بدھ

پہلا باب..... حضرت کے حالات اور معمولات

حضرت کا طالب علمی کے زمانہ میں ایک مدرسہ سے اخراج

اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:

ایک ذہین طالب علم کا کسی معمولی بات پر ایک مدرسہ سے اخراج ہو گیا، تو اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اس نے داخلہ کی بحالی کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ مجبور ہو کر اس نے ایک بڑے ادارہ (دارالعلوم دیوبند) میں داخلہ لیا، وہاں محنت سے پڑھا اور اول نمبر سے کامیاب ہوا، پھر وہ وہاں مدرس رکھ لیا گیا اور رفتہ رفتہ شیخ الحدیث بن گیا۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ ص ۸۴ ج ۳)

یہ طالب علم کون تھا، خود حضرت رحمہ اللہ تھے۔

خوشتر آں باشند کہ سر دلبراں گفتہ می آید در حدیث دیگران

اس کی صراحت آپ نے ترمذی کی شرح میں کی ہے، فرماتے ہیں:

نوٹ:..... میں نے ظاہری اور باطنی پہلو کے سلسلہ میں رحمۃ اللہ الواسعۃ (۸۴:۳) میں اپنا ایک واقعہ لکھا ہے، طلباء اس کو بھی دیکھ لیں تو بات اور واضح ہو جائے گی۔

(تحفۃ الالمعی ص ۳۵۰ ج ۲)

حضرت کے استاذ شیخ محمود عبدالوہاب قدس سرہ کا عجیب واقعہ

اپنے استاذ کا واقعہ ذکر فرمایا کہ:

میرے استاذ شیخ محمود عبدالوہاب مصری قدس سرہ جب فرض نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے تو سخت گرمیوں میں بنیان پہنتے، اس پر توب (لمبا کرتہ) پہنتے، اس پر عباء پہنتے

اور اوپر سے شال اوڑھتے اور دولہا بن کر آتے اور سکون سے نماز پڑھتے، پسینہ بہتا رہتا مگر کبھی نہیں کھجالتے تھے۔ ہندوستان کی گرمی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی، پورے بدن میں گرمی کے دانے نکل آتے تھے، تاہم یہ اہتمام کرتے تھے۔ پھر جب کمرہ میں لوٹتے تو سارے کپڑے بڑی ناگواری سے اتار دیتے۔ ایک دن میں نے عرض کیا یہ لمبا کرتہ کافی ہے، آپ عبا کیوں پہنتے ہیں اور شال کیوں اوڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: سعید مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا۔ (تحفۃ الامعی ص ۱۶۳ ج ۲)

استاذ کی خدمت، اور رات کو جلدی اٹھنا

میں حضرت مصری صاحب قدس سرہ کا خادم تھا، میں نے حفظ بھی ان سے کیا ہے، میں اس زمانہ میں دارالافتاء کا طالب علم تھا اور ان سے حفظ کرتا تھا، جب وہ تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو میں ان سے پہلے اٹھتا تھا، اور سردیوں میں ان کے لئے پانی گرم کرتا تھا، پھر حضرت استاذ رحمہ اللہ کو وضو کراتا، جب وہ تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے تو میں دروازہ بند کر کے اپنے کمرہ میں جا کر سبق یاد کرتا، جب میں سبق یاد کر کے لوٹتا تو وہ ابھی پہلی ہی رکعت میں کھڑے ہوتے، میں آہستہ سے دروازہ کھول کر اقتداء کر لیتا۔ (تحفۃ القاری ص ۵۶۹ ج ۲)

اشعار کا ذوق اور استاذ کی نصیحت پر اس کا ترک

فرمایا: جب میں مظاہر علوم سہارنپور میں طالب علم تھا اور ابھی نابالغ تھا، اس وقت جنون کی حد تک مشاعرے سننے کا شوق پیدا ہو گیا تھا، اور خود بھی تک بندی کرتا تھا ”واصل“ تخلص رکھ رکھا تھا، حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب قدس سرہ جو میرے سرپرست تھے، میرے حال سے واقف ہوئے انہوں نے مجھے بلا کر یہ حدیث سنائی:

”یہ بات کہ تم میں سے ایک کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یقیناً اس سے بہتر ہے کہ وہ

اشعار سے بھر جائے۔“

اس کے بعد میرا حال یہ ہو گیا کہ میں نے وہ سب کاپیاں پھاڑ کر پھینک دیں جن میں مشاعرے لکھ رکھے تھے، اور وہ ہزاروں اشعار جو مجھے یاد تھے رفتہ رفتہ بھول گیا۔ اور اب یہ حال ہو گیا کہ اشعار پڑھتا ہوں تو وزن ٹوٹ جاتا ہے، صحیح شعر نہیں پڑھ سکتا، بلکہ پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہوں، فالحمد لله علی ذلک، وجزی اللہ استاذی خیرا، وغفر لہ وبرد مضجعہ۔ (تحفۃ الامعی ص ۵۹۷/۵۹۸ ج ۶)

رنگون کا سفر اور مشہور مندر کے دیکھنے کی فرمائش پر حضرت کا انکار

رنگون کے سفر کا واقعہ بیان فرمایا کہ: میں رنگون گیا تھا وہاں بدھسٹوں کا ایک بہت بڑا مندر ہے، دنیا بھر کے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں، مجھ سے بھی دوستوں نے اس کو دیکھنے کے لئے کہا، میں نے منع کر دیا، کیونکہ وہاں چاروں طرف گوتم بدھ کی مورتیاں ہیں، وہاں جانے کا کوئی جواز نہیں۔ پھر وہ مجھے ایک جھرنّا دکھانے کے لئے لے گئے جو پہاڑ کے اندر سے بہتا ہے، جب اس کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ چاروں طرف بدھا کی تصویریں ہیں، میں نے احباب سے کہا: واپس چلو، مجھے جھرنّا نہیں دیکھنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا ہے کہ: چرچوں میں تصویریں اور مجسمے ہوتے ہیں، اس لئے ہم چرچوں میں نہیں جاتے۔ (تحفۃ القاری ص ۶۲۷ ج ۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت اور ان کی مسجد میں بیان کی سعادت حضرت رحمہ اللہ طائف کی مسجد عباس میں تشریف لے گئے، اور وہاں بیان بھی فرمایا، اور وہاں ایک بڑا کتب خانہ ہے اس کو بھی دیکھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت بھی کی۔ (تحفۃ القاری ص ۳۲۳ ج ۲)

میدان عرفات میں خیمہ ہی میں رہنا اور جبل رحمت کے قریب نہ جانا اب چونکہ ہر سال لاکھوں آدمی حج کرتے ہیں اور وہ سب جبل رحمت کے قریب ٹھہر نہیں سکتے، اس لئے پریشانی سے بچنے کے لئے اور عبادت میں یکسوئی حاصل کرنے کے لئے میں تو جبل رحمت کے قریب جانے کی کوشش نہیں کرتا، خیمہ ہی میں وقوف کرتا ہوں تا کہ دلجمعی کے ساتھ عرفہ کے کاموں میں مشغول رہ سکوں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۸۵ ج ۳)

پان کھانے کا واقعہ اور ایک معمول

اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ: جب میں راندر میں تھا تو فجر کی اذان کے بعد تفریح کے لئے نکلتا تھا، گھر میں پان دان تھا، مگر راستہ میں ایک ہندو کی پان کی دکان کھل جاتی تھی، اس لئے ہمیشہ اس کے یہاں سے پان کھا کر آگے بڑھتا تھا، ایک دن میں نے بہت دور سے دیکھا: ایک گائے دکان کے سامنے سے گزری، اور پیشاب کر رہی ہے، دکاندار ایک لوٹا لے کر آیا اور گائے کے پیشاب کو لے کر کچھ چونے میں کچھ کتھے میں اور باقی دکان میں چھڑکنے لگا۔ اس دن سے میں کسی ہندو کی دکان سے لکویڈ (liquid) چیز نہیں کھاتا، کیونکہ جس قوم کے نزدیک گائے کا پیشاب تبرک ہے، وہ معلوم نہیں اس کا استعمال کس کس چیز میں کرے گی۔ (تحفۃ اللمعی ص ۱۴۴/۱۴۵ ج ۵)

میں سلفی، اشعری اور ماتریدی تینوں ہوں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

سب سے پہلا سلفی میں ہوں، لیکن میں اشعری بھی ہوں، اور ماتریدی بھی، تینوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو جو قرآن و حدیث میں آئی

ہیں میں مانتا ہوں، قرآن میں ہے: ﴿أَمِنتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾ پس میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، چنانچہ ہم جب بھی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تو ہم انگلی اوپر کی طرف کرتے ہیں، زمین کی طرف نہیں کرتے، مگر اللہ تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں، میں اللہ کا عرش بھی مانتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں، لیکن کوئی پوچھے کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا۔ اسی طرح اللہ کا چہرہ بھی ہے، ہاتھ بھی ہے، پنڈلی بھی ہے، میں یہ سب باتیں مانتا ہوں، مگر کوئی پوچھے کہ وہ کیسے ہیں؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا۔

پس میرا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے، تنزیہ کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی مشابہت سے پاکی بیان کرنا، پس کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہمارے جیسا نہیں، اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہمارے چہرے جیسا نہیں۔ اور تفویض کا مطلب ہے صفات کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی صفات کو بہتر جانتے ہیں، یہی اصل سلفیت ہے، اور علماء دیوبند اسی کے قائل ہیں۔

لیکن بیمار ذہنوں کو مطمئن کرنے کے لئے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی مناسب تاویل کو بھی جائز کہتا ہوں، یعنی درجہ احتمال میں مطلب بیان کرنے کو بھی جائز کہتا ہوں، مگر ضروری نہیں کہتا، پس اگر کوئی کہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ زمین پر جو کچھ ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار ذو الجلال والاكرام کا چہرہ ہی باقی رہنے والا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی تو ایسا کہنا جائز ہے، صرف جائز ہے، فرض نہیں، کیونکہ تاویل درجہ احتمال میں ہوتی ہے، وہ فرض و واجب نہیں ہوتی۔ اسی طرح پنڈلی کھولی جائے گی اور لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں، تو

کافر سجدہ نہیں کر سکیں گے، یعنی جس دن اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی ظاہر ہوگی اور میدان محشر میں لوگوں سے کہا جائے گا کہ اس تجلی کے سامنے سجدہ کرو تو جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا ہوگا، وہی سجدہ کریں گے اور جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کیا یعنی کفار وہ اس تجلی کے ظاہر ہونے پر سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ غرض پنڈلی کو تجلی تعبیر کرنا جائز ہے، اگر ایسا مطلب بیان کیا جائے تو سننے والے جو بیمار ذہن رکھتے ہیں وہ یہیں رک جائیں گے، اس سے آگے ادھر ادھر کی نہیں سوچیں گے۔ (علمی خطبات ص ۱۲۸ ج ۱)

اگر پانی اور مٹی نہ ہوں تو نماز کا حکم اور آپ کا عمل

اگر کسی کے پاس اسباب طہارت (پانی اور مٹی) نہ ہوں تو کیا کرے؟ چونکہ یہ مسئلہ منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہے اس لئے اس میں بہت اختلاف ہوا ہے، ہر امام کی رائے الگ ہے، امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لا یصلیٰ و یقضیٰ“ فی الحال نماز نہیں پڑھے گا بعد میں قضا کرے گا، اس لئے کہ حدیث میں ہے: ”لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور“ اور جب آلہ پاکی موجود نہیں تو فی الحال نماز نہیں پڑھے گا، بلکہ جب پانی یا مٹی پر قادر ہوگا تب وضو کر کے یا تیمم کر کے نماز قضا کرے گا۔

اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ”لا یصلیٰ بل یتشبہ بالمصلین و یقضیٰ“ فی الحال نماز نہیں پڑھے گا، البتہ نماز کی شکل بنائے گا، یعنی پاک جگہ پر کھڑا ہوگا، قبلہ رو ہوگا، تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے گا، رکوع سجدہ کرے گا، سلام پھیرے گا، مگر پڑھے گا نہیں، بس نمازیوں کی مشابہت اختیار کرے گا، اور بعد میں قضا کرے گا، اور فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔ مگر میں جب کبھی ایسی نوبت پیش آتی ہے تو (بس یا ریل میں ازدحام کی صورت میں) تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرتا ہوں، اور بعد میں قضا کرتا

ہوں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۸۶ ج ۱)

کیا رکوع سے اٹھتے وقت امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے؟ اور آپ کا عمل رکوع سے کھڑے ہوتے وقت امام صرف تسمیع کہے گا اور مقتدی صرف تحمید۔ یہ رائے امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک امام تسمیع و تحمید دونوں کو جمع کرے گا اور مقتدی صرف تحمید کرے گا۔ میرا عمل صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔ اور یہ اختلاف صرف جماعت کی نماز میں ہے، تنہا نماز پڑھنے والا دونوں کو جمع کرے گا خواہ وہ فرض پڑھا ہو یا نفل۔ (تحفۃ اللمعی ص ۶۱ ج ۲۔ تحفۃ القاری ص ۱۱۹ ج ۳)

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ اور آپ کا عمل دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل مختلف تھا، اور یہ اختلاف جواز و عدم جواز کا نہیں ہے، بلکہ افضلیت اور غیر افضلیت کا ہے۔ میرا عمل یہ ہے کہ جب میں رکوع سے پہلے دعا پڑھنا بھول جاتا ہوں تو رکوع کے بعد قومہ میں دعا پڑھ لیتا ہوں، اور سجدہ سہو نہیں کرتا، اگرچہ فقہ میں اس صورت میں سجدہ سہو ضروری لکھا ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۳۲۱ ج ۲)

حضرت کا قرآن کریم کے تمام نشانات رکوع پر غور کرنا اور نتیجہ نکالنا قرآن کریم میں رکوع کی علامات مشائخ بخارانے لگائی ہیں، پورے قرآن میں پانچ سو چالیس رکوع ہیں، اور حاشیہ پر رکوع کی علامت ’’ع‘‘ بنائی گئی ہے۔ اور یہ تقسیم معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے تاکہ بے پڑھے لوگ جان سکیں کہ کہاں مضمون پورا ہوتا ہے اور کہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ص ۴۷۹ ج ۱)

میں نے تمام رکوعوں میں غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سب رکوع ٹھیک جگہ پر لگائے گئے ہیں۔ صرف سورہ واقعہ کا پہلا رکوع صحیح جگہ نہیں لگا، کیونکہ آیت ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ﴾ اصحاب یمین کے تذکرے کا آخری حصہ ہے، اس لئے رکوع ایک آیت کے بعد لگنا چاہئے تھا، باقی تمام رکوع ٹھیک جگہوں پر لگے ہیں، ہاں بعض ایسی جگہیں ضرور ہیں جہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر رکوع یہاں کے بجائے وہاں لگتا تو بہتر ہوتا۔ (تحفۃ اللمعی ص ۱۰۷ ج ۲)

با وضو مسجد جانے کی فضیلت میں شاہ صاحب کی تحقیق، اور آپ کا معمول با وضو مسجد جانے کی فضیلت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہر قدم پر ایک گناہ معاف فرماتے ہیں، ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

اس حدیث پر فرمایا کہ: ایک زمانہ تک میرا خیال تھا کہ اس حدیث میں وضو کی قید بمنزلہ شرط ہے، یعنی مذکورہ ثواب اسی صورت میں حاصل ہوگا جبکہ وضو کر کے مسجد جائے، اگر بے وضو گھر سے نکلا ہے، چاہے مسجد میں جانے ہی کے لئے نکلا ہو، مذکورہ ثواب حاصل نہیں ہوگا چنانچہ طالب علمی کے زمانہ سے میرا معمول یہ ہے کہ میں گھر سے وضو کر کے مسجد جاتا ہوں، طالب علمی کے زمانہ میں بھی کمرہ سے وضو کر کے جاتا تھا، پھر میں نے علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ صراحت پڑھی کہ: حدیث میں وضو کی قید عربوں کے عرف کے اعتبار سے ہے، چونکہ عربوں کی مسجدوں میں وضو کا انتظام نہیں ہوتا، لوگ گھر سے وضو کر کے آتے ہیں، اس لئے حدیث میں یہ قید ہے، (فیض الباری ۲: ۷۳) اس لئے میرا خیال بدل گیا، مگر طالب علمی کے زمانہ سے جو عادت پڑی ہے وہ آج بھی باقی ہے، میں اب بھی گھر سے وضو کر کے مسجد جاتا ہوں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۱۰۷ ج ۲)

یوم الشک کا روزہ، اور حضرت کا اپنے آپ کو عوام میں شمار کرنا یوم الشک میں عوام کے لئے روزہ رکھنا مکروہ ہے، البتہ خواص رکھ سکتے ہیں، پھر اگر اتفاق سے وہ رمضان کی پہلی تاریخ ہو تو یہ روزہ فرض ہو جائے گا، مگر ضروری ہے کہ یوم الشک کا روزہ نفل کی نیت سے رکھا جائے، رمضان کا کوئی تصور نہ ہو، اور یہی خاص اور عام کا معیار ہے، جو شخص نفل کی پختہ نیت کر سکتا ہے وہ خاص ہے، اور نیت پختہ نہ ہو، یہ خیال آئے کہ اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہو جائے گا وہ عامی ہے، میں پہلے خود کو خواص میں شمار کرتا تھا، مگر جب عقل آئی تو اب خود کو عوام میں شمار کرتا ہوں اور یوم الشک کا روزہ نہیں رکھتا، کیونکہ نیت نہ ہلے یہ بات میرے لئے ممکن نہیں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۵۴ ج ۳)

دعائے قنوت اور حضرت کا عمل

قنوت کے معنی ہیں: دعا، کوئی بھی دعا پڑھ لی جائے، چھوٹی یا بڑی، قنوت کا تحقق ہو جائے گا، کوئی متعین دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ مجھے کبھی جلدی ہوتی ہے تو میں صرف ﴿ربنا اتنا فی الدنیا حسنة، الخ﴾ پڑھتا ہوں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۳۲۰ ج ۲)

احرام کی دو رکعت اور تلبیہ پڑھنے میں آپ کا معمول

احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعت سنت ہے، اور دو رکعت ادا کرنے کے بعد فوراً احرام شروع کرنا (تلبیہ پڑھنا) ضروری نہیں، اگر تلبیہ پڑھنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، میرا معمول یہ ہے کہ جہاز میں سوار ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھ لیتا ہوں اور جہاز روانہ ہونے کے بعد تلبیہ پڑھتا ہوں۔

(تحفۃ اللمعی ص ۲۱۲ ج ۳)

دن کی نماز میں قرأت سری اور رات کی نماز میں جہری کیوں؟

فرمایا: ٹورنٹو (کینیڈا) میں ایک نوجوان نے مجھ سے سوال کیا کہ: تین نمازیں جہری اور دو نمازیں سری کیوں ہیں؟ میں نے اس کو یہ حدیث سنائی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایسا ہی سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: جو نمازیں آپ ﷺ نے جہر پڑھائی ہم بھی جہر پڑھاتے ہیں اور جو نمازیں آپ ﷺ نے سر پڑھائی ہیں ہم بھی سر پڑھاتے ہیں۔

پھر میں نے اس سے پوچھا: بتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وجہ جانتے تھے یا نہیں؟ اگر تیرا خیال ہے کہ نہیں جانتے تھے تو کیا میرا علم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑھا ہوا ہے کہ تو مجھ سے یہ سوال کرتا ہے؟ اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وجہ جانتے تھے مگر مسائل کی علمی صلاحیت اتنی بلند نہیں تھی کہ وہ اس سوال کا جواب سمجھ سکے، اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وجہ نہیں بتائی، پس تیری علمی صلاحیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے بڑھی ہوئی ہے؟ وہ خاموش ہو گیا، پھر میں نے اس سے پوچھا: تیری شادی ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے پوچھا: تم میاں بیوی گپ کب کرتے ہو، دن میں یا رات میں؟ وہ کہنے لگا: رات میں کرتے ہیں، دن میں تو ضروری بات چیت کرتے ہیں، میں نے کہا: آپ کے سوال کا یہی جواب ہے، دن کے مزاج میں انقباض ہے اور رات کے مزاج میں انبساط، چنانچہ دنیا میں جتنی محفلیں اور مشاعرے ہوتے ہیں: سب رات میں ہوتے ہیں..... اس لئے رات کی نمازیں جہری ہیں اور دن کی نمازیں سری۔

وہ کہنے لگا: پھر جمعہ اور عیدین میں جہری قرأت کیوں ہے؟ میں نے کہا: تمہارے ملک

میں زفاف رات ہی میں ہوتا ہے یا دن میں بھی ہوتا ہے؟ یورپ اور امریکہ میں دن میں بھی رخصتی ہوتی ہے، میاں بیوی پہلی بار دن میں ملتے ہیں۔ اس نے جواب دیا: کبھی دن میں بھی رخصتی ہوتی ہے، میں نے کہا: یہ آپ کے سوال کا جواب ہے، جمعہ اور عیدین خاص مواقع ہیں، اور خاص موقعوں کی بات الگ ہے، جمعہ اور عیدین میں صبح سے لوگ تیاری کرتے ہیں، نہادھو کر صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر بڑے مجمع میں حاضر ہوتے ہیں تاکہ دو رکعت ادا کریں، مجمع کے بڑے ہونے سے بھی طبیعت میں انبساط پیدا ہوتا ہے، اور بازاروں میں شور و شغب نہیں رہتا، لوگ جمعہ کے وقت اور عیدین میں کاروبار بند کر دیتے ہیں، اس لئے مجمع کو قرآن سنانا ممکن ہوتا ہے، ان وجوہ سے جمعہ اور عیدین میں جہری قرائت ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۹۰/۹۱ ج ۳)

اذان ثانی کا جواب زبان سے یا دل سے؟ اور آپ کا عمل

جمعہ کے خطبہ کی اذان یعنی اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا چاہئے یا دل سے؟ اس پر فرمایا کہ: احناف کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی دل میں جواب دیں، جیسے خطیب جب درود شریف والی آیت پڑھے تو لوگ سرایا جہرا درود نہ پڑھیں، بلکہ دل میں درود پڑھیں، پس جیسے وہاں دل میں درود بھیجنا ہے یہاں بھی دل میں اذان کا جواب دینا ہے۔ میرا یہی طریقہ ہے کہ میں اذان ثانی کا جواب دل میں دیتا ہوں۔ (تحفۃ القاری ص ۲۳۵ ج ۳)

تکبیر تشریق سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی کہنی چاہئے، اور آپ کا عمل

تکبیر تشریق لوگ صرف فرض نمازوں کے بعد ایک مرتبہ کہتے ہیں، حالانکہ سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ تکبیر کہنی چاہئے۔ امام باقر رحمہ اللہ کا اسی پر عمل تھا۔ میں بھی اس پر عمل کی کوشش کرتا ہوں، مگر کبھی بھول جاتا ہوں۔ (تحفۃ القاری ص ۲۹۶ ج ۳)

حاج عرفات جاتے ہوئے تلبیہ پڑھیں یا تکبیر تشریق؟ اور آپ کا عمل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: آپ نے جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا تو آپ لوگ عرفات کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھتے تھے یا تکبیر؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے بعض تلبیہ پڑھتے تھے اور بعض تکبیر، اور تلبیہ پڑھنے والا تکبیر پڑھنے والے پر نکیر نہیں کرتا تھا، اور تکبیر پڑھنے والا تلبیہ پڑھنے والے پر نکیر نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں عمل برابر ہیں، یعنی حاجی ان ایام میں تلبیہ بھی پڑھ سکتا ہے اور تکبیر بھی۔

اس حدیث کے ذیل میں فرمایا: میں جب حج میں جاتا ہوں تو تلبیہ پڑھتا ہوں، اور جب تلبیہ پڑھتے پڑھتے طبیعت تھک جاتی ہے تو تکبیر شروع کر دیتا ہوں۔

(تحفۃ القاری ص ۲۹۷ ج ۳)

سجدہ سہو میں بوقت ضرورت امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ سہو کی حقیقت ہے صرف دو سجدے بغیر تشہد اور سلام کے، چنانچہ ان کے یہاں طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں سب کچھ پڑھ کر سلام پھیرے بغیر دو سجدے کرتے ہیں، پھر معاً سلام پھیر دیتے ہیں۔

پھر اپنا عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں حنفی ہوں اور جب کبھی سجدہ سہو کی ضرورت پیش آتی ہے اپنے امام کے مذہب پر عمل کرتا ہوں، مگر مجھے جب کسی وجہ سے جلدی ہوتی ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرتا ہوں، کیونکہ اس میں تشہد ایک ہی مرتبہ پڑھنا ہے، اس لئے آدمی جلدی فارغ ہو جاتا ہے۔ (تحفۃ الامعی ص ۲۲۰ ج ۲)

آپ پر حدیث کو حجت نہ ماننے کا بہتان

حضرت رحمہ اللہ نے جب حدیث اور سنت کا فرق بیان کیا تو اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا، اور صحیح معنی میں ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا، اس ہنگامہ میں ایک بہتان یہاں تک لگایا گیا کہ آپ حدیث کو حجت نہیں مانتے، مجھے اس پر اس قدر تعجب ہوا کہ جو آدمی ”بخاری“ اور ”ترمذی“ کی شرح لکھ رہا ہو، اور پچاس سال سے زیادہ اس کی زندگی کے ماہ و سال حدیث کی تدریس میں گزرے ہوں، ان کے بارے میں اس طرح کا بہتان کس طرح لگایا گیا؟ یہاں حضرت رحمہ اللہ کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں، جنہیں پڑھ کر اہل انصاف اور اہل حق خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ حدیث کو حجت مانتے ہیں یا نہیں؟

در اصل حجیت حدیث کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو رسول (اللہ ﷺ) کی حیثیت سے واقف نہیں ہیں، اور ان کا صحیح مقام نہیں پہچانتے۔ قرآن کریم میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حیثیت صرف ایک پیغمبر کی نہیں ہے، بلکہ وہ مطاع، متبوع، امام، ہادی، قاضی، حاکم اور حکم وغیرہ بہت سی صفات کے حامل ہیں، اس لئے ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہر امر و نہی، ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و عمل ناطق، واجب، تسلیم اور لازم ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجتہ اللہ البالغہ، ۶۹ ج ۱)

جاننا چاہئے کہ احادیث کی سندوں کی تعداد کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: متواتر اور آحاد، اور دونوں حجت (قابل قبول) ہیں، اول حجت قطعیہ ہے، اور ثانی ظنیہ۔ متواتر وہ خبر ہے جس کے راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا، یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا محال ہو، اور اس خبر سے علم یقینی حاصل ہو، اور جو خبر ایسی نہ ہو وہ خبر واحد ہے، پھر اگر اس کے راوی قابل اعتماد ہیں تو اس سے علم ظنی حاصل ہوگا اور وہ بھی حجت

شرعیہ ہے۔

اہل حق کے نزدیک وہ حدیثیں جو خبر واحد ہیں یعنی متواتر نہیں، اگرچہ اس کی سندیں متعدد نہ ہوں وہ بھی حجت ہیں، اگرچہ ان سے علم ظنی حاصل ہوگا۔

(تحفۃ القاری ص ۵۷۷ ج ۱۲، کتاب اخبار الآحاد)

”تحفۃ القاری“ اور ”تحفۃ اللمعی“ کے مقدمہ میں حضرت رحمہ اللہ نے تفصیل سے حدیث کے حجت ہونے پر بحث فرمائی ہے، کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ حدیث کو حجت نہیں مانتے۔

اور جہاں حضرت نے حدیث کے حجت نہ ہونے کا اظہار کیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس کی صراحت بھی خود فرمائی ہے:

اہل قرآن کے مقابلہ میں ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن کی طرح حدیثیں بھی حجت ہیں، قانون سازی کا مصدر ہیں، اس لئے ہمارا عنوان ہوگا کہ حدیثیں بھی حجت ہیں..... اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے مقابلہ میں ہمارا مسلکی عنوان حجیت سنت ہوگا، ہم نے اپنا نام اہل السنۃ رکھا ہے، اور غیر مقلدین نے اہل حدیث۔ ان کے نزدیک ہر حدیث حجت ہے خواہ منسوخ ہو یا مخصوص، اور ہمارے نزدیک مطلق حدیث حجت نہیں بلکہ وہ حدیث حجت ہے جو سنت بھی ہے، جو حدیثیں سنت نہیں وہ مسائل میں حجت نہیں، اسی وجہ سے ہمارا نام اہل السنۃ ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۶۸/۶۹ ج ۱)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا آپ کی بات پر آغاز دارالعلوم کا جشن ملتوی فرمانا امر منکر پر نکیر ضروری ہے، دارالعلوم میں انقلاب سے پہلے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کی سرکردگی میں یہ پروگرام بنا تھا کہ مسجد چھتہ میں پندرہ محرم الحرام کو آغاز دارالعلوم کا

جشن منایا جائے، سب اکابر اس پر متفق ہو گئے تھے، اگر یہ سلسلہ شروع ہوتا تو آج کیا نوبت آتی، اس کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں، اس وقت میں چھوٹا مدرس تھا، پھر بھی حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سلسلہ میں طویل گفتگو کر کے یہ سلسلہ رکوایا، اور حضرت نے بنانا یا پروگرام ملتوی کر دیا۔ یہ حضرت کی وسعت ظرفی تھی کہ مجھنا چیز کی بات آپ نے قبول فرمائی اور آئندہ کا خطرہ ٹل گیا۔ (جلسہ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۴۲)

آپ کی درخواست پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا رجوع

اسی طرح الہ آباد کے ایک بزرگ روپے کے پانچ سکے لے کر آئے اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کو دیئے اور کہا: نبی ﷺ میرے پاس بیداری میں آئے اور یہ روپے دیئے اور فرمایا: ایک اجلاس صد سالہ میں دینا، ایک حکیم الاسلام کو دینا، الخ۔ اسی شام کو دار الحدیث تحتانی میں جلسہ منعقد ہوا اور حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہ نے تقریر فرمائی اور خوب چندہ ہوا، میں دوسرے دن صبح میں کتابیں لے کر حضرت حکیم الاسلام کے پاس گیا اور ”تعلیق الصبح“ میں بیداری میں حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے جو شرائط تھیں وہ دکھائیں اور میں نے عرض کیا کہ: اب نبی ﷺ دوسری دنیا میں (آرام فرما) ہیں، اور دوسری دنیا کی چیز اس دنیا میں آسکتی ہے، حجر اسود کے بارے میں روایت ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے، مگر انڈیا کی نکسال میں ڈھلا ہوا سکہ جن پر تین شیروں کا فوٹو بھی ہے، آپ ﷺ نے ان بزرگ صاحب کو کیسے عنایت فرمائے؟ ضرور ان کو دھوکہ لگا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ نے میری بات قبول فرمائی اور دوسرے دن مغرب کے بعد دار الحدیث فوقانی میں جلسہ ہوا، اور حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہ نے تقریر کی، اس میں صاف فرمایا کہ کل کی بات ہم نے غلبہ محبت میں مان لی تھی، اس کو آگے نہ بڑھایا

جائے۔ (جلسہ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۴۲/۴۳)

نوٹ..... حضرت نے ”التعلیق الصبیح“ کا جو حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: ص ۸/۹ ج ۵،

کتاب الرؤیا، ط: المكتبة العثمانية۔ مرغوب احمد

مولانا اشرف علی باقوی اور مولانا محمد سالم صاحب کی تقریر اور آپ کا رد بنگلور میں تحفظ شریعت کانفرنس ہوئی، اس میں حضرت مولانا اشرف علی باقوی قاسمی اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمہما اللہ نے تقریریں کیں کہ دین منزل من اللہ ہے، مسلک منزل من اللہ نہیں، اور جس چیز میں انسانی اجتہاد کا دخل ہو وہ قابل ترجیح تو ہو سکتی ہے قابل تبلیغ نہیں، یہ تقریریں جلسہ کے موضوع کے خلاف تھیں، میں نے دونوں حضرات کی موجودگی میں ان تقریروں کا رد کیا، میں نے کہا: یہ بات اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے خلاف ہے، سورة الانعام کی آیت: ۵۳ ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ، ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُتَّقُونَ﴾۔

ترجمہ:..... اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ تاکید کی حکم دیتے ہیں تاکہ تم اس کے خلاف کرنے سے احتیاط رکھو۔

تفسیر..... اللہ تعالیٰ کا راستہ یعنی اسلام کا راستہ، اور اہل السنہ والجماعہ کا راستہ، اور دوسری راہیں یعنی دوسرے دھرم، اور مسلمانوں میں گمراہ فرقوں کی راہیں، پس متعین طور پر مسلمانوں کو اہل السنہ والجماعہ کی راہ پر چلنا چاہئے، دوسرے دھرموں سے اور گمراہ فرقوں کی راہوں سے بچنا چاہئے۔ تہتر فرقوں والی حدیث میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور اجتہاد کا دخل فروعات میں ہوتا ہے، اصول میں نہیں ہوتا، اسی لئے چاروں فقہی مکاتب فکر کو برحق

مانا جاتا ہے۔

پھر میں نے کہا کہ اگر اہل السنہ والجماعہ کے مسلک کی دعوت نہیں دی جائے گی اور گمراہ فرقوں کی گمراہی نہیں کھولی جائے گی اور سبھی فرقوں کو صحیح مان لیا جائے گا تو گمراہی پھیلتی رہے گی اور اہل حق سٹھتے چلے جائیں گے۔.....

غرض دعوت تو بے شک دین کی دی جائے، مگر مسلک حق کی حفاظت بھی ضروری ہے، جب بھی مسلک حق پر حملہ ہو تو دارالعلوم کے اکابر نے اس کی مدافعت کی۔.....

آپ کی بات پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا فیصلہ تبدیل فرمانا

جب دارالعلوم دیوبند میں اجلاس صد سالہ ہوا تو حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ مہتمم تھے، انہوں نے درجہ علیا کے اساتذہ اور وسطی الف کے اساتذہ کو مدعو کیا، میں اس وقت وسطی الف میں تھا، اس مجلس کا موضوع تھا کہ اجلاس صد سالہ میں کن لوگوں کو دعوت دی جائے؟ تمام اساتذہ متفق ہوئے کہ صرف اہل حق کو دعوت دی جائے، گمراہ فرقوں کو دعوت نہ دی جائے، پھر سب سے پہلے غیر مقلدین کا تذکرہ آیا، تمام اساتذہ متفق ہوئے کہ وہ اہل حق میں شامل نہیں، ان کو دعوت نہ دی جائے، پھر جماعت اسلامی کا تذکرہ آیا، صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہ نے حکیم الاسلام قدس سرہ سے عرض کیا کہ وہ اہل حق میں شامل ہیں، ان کو دعوت دی جائے، ان کی بات سن کر تمام بڑے اساتذہ خاموش رہے، جب کوئی نہ بولا تو میں نے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ سے عرض کیا کہ مودودی جماعت اہل حق میں شامل نہیں، ہمارے اکابر نے اس کو گمراہ قرار دیا ہے، لہذا ان کو دعوت نہ دی جائے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو حضرت مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ وہ کیوں گمراہ ہیں؟ میں نے وجہ بیان کی تو انہوں

نے اس کا جواب دیا، میں نے دوسری وجہ بیان کی تو آپ نے اس کا بھی جواب دیا، پھر میں نے تیسری وجہ بیان کی تو وہ خاموش ہو گئے، یہ گفتگو آدھا گھنٹہ چلی، آخر میں حضرت قدس سرہ نے فرمایا: میں نے آپ دونوں حضرات کی گفتگو غور سے سنی، میری رائے یہ ہے کہ ان کو دعوت نہ دی جائے، حضرت قدس سرہ کی بات فیصلہ کن ہوتی تھی، چنانچہ اہتمام سے مولانا اسلم صاحب قاسمی قدس سرہ (ناظم اعلیٰ اجلاس صد سالہ) کے نام حکم گیا کہ مودودی جماعت کو بک اسٹال لگانے کے لئے جو جگہ الاٹ کی گئی ہے وہ منسوخ کر دی جائے۔

غرض دارالعلوم دیوبند مسلک کی دعوت نہیں دیتا، اہل السنہ والجماعہ کے مسلک کی حفاظت کرتا ہے، چار فقہی مذاہب مختلف مسالک ہیں، دارالعلوم دیوبند میں ہر مسلک کے طالب علم پڑھتے ہیں، جنوب کے شوافع بڑی تعداد میں ہیں، مگر دارالعلوم کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایک بھی شافعی طالب علم دارالعلوم میں پڑھ کر حنفی نہیں ہوا، اس لئے کہ دورہ حدیث کے اساتذہ مسلک کی دعوت نہیں دیتے۔

(جلسہ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۸۷/۸۸/۸۹/۸۱/۸۲)

تفسیر ”ہدایت القرآن“

آپ کی تفسیری خدمات بھی قابل رشک ہیں، پچاس سے زائد سالہ درس و تدریس کا تجربہ اور ہر فن کی کتابیں پڑھانے اور ان میں کئی مشکل کتابوں نیز ”بخاری“ و ”ترمذی“ اور ”حجۃ اللہ البالغہ“ کی شروحات کے بعد کس قدر علم میں پختگی ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، ایک طرف تو ایک جید الاستعداد اور کہنہ مشفق مدرس اور صاحب قلم کی تفسیر، پھر اس پر مزید یہ کہ حضرت نبی پاک ﷺ کا اس تفسیر کو مکمل کرنے اور مدرسہ میں پڑھانے کا حکم فرمانا، اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی اور آپ کی قبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔

آپ ﷺ کا تفسیر ”ہدایت القرآن“ کو پورا کرنے اور مدرسہ میں

پڑھانے کا حکم فرمانا

حضرت رحمہ اللہ خود تحریر فرماتے ہیں:

جس زمانہ میں میں خود وقفہ وقفہ سے تفسیر لکھتا تھا اور چھاپتا تھا، ایک سال فیملی کے ساتھ عید الاضحیٰ کی تعطیل میں وطن گیا، اور منو کے ایک طالب علم مولوی فیاض سلمہ کو مکان سوئپ گیا۔ وہ اب بڑے عالم ہیں۔ وہ میری بیٹھک میں لیٹے تھے، انہوں نے خواب دیکھا کہ نبی ﷺ میری جگہ تشریف فرما ہیں، طلبہ آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے طلبہ سے فرمایا: سعید سے کہنا..... پوری کرے، ان کی آنکھ کھل گئی، وہ بھول گئے کہ کون سی کتاب پوری کرنے کے لئے فرمایا تھا، مگر میں اس زمانہ میں ”ہدایت القرآن“ کا کوئی پارہ لکھ رہا تھا۔

دوسرا خواب..... پھر ایک عرصہ کے بعد سہارنپور سے کسی خاتون کا خط آیا، وہ لڑکیوں کا مدرسہ چلاتی ہیں، انہوں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا اور پوچھا کہ وہ طالبات کو کیا پڑھائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہدایت القرآن“ پڑھاؤ۔ (ہدایت القرآن ص ۲۶ ج ۱)

آپ فتویٰ کیسے دیں؟ کی خصوصیت

افتاء کے اصول اور مفتی کی شرائط پر علامہ شامی رحمہ اللہ کا مشہور رسالہ ”عقود رسم المفتی“ بے نظیر ہے، حضرت نے اس کی بہت آسان شرح لکھی ہے، اس میں اکثر جگہوں پر توضیحی ترجمہ کیا ہے، کہیں کہیں دقیق عبارت کا لفظی ترجمہ بھی کیا، تشریح و توضیح کی ضرورت کے وقت تشریح و توضیح بھی فرمائی، عناوین لگائے، کتاب میں جن جن علماء یا کتابوں میں تذکرہ

آیا ہے ان کا آخر میں مختصر اور جامع تذکرہ و تعارف کیا گیا ہے، یہ تعارف طلبہ اور اہل علم کے لئے بڑا مفید ہے۔

یہ کتاب اصل میں حضرت رحمہ اللہ کے صاحبزادے مفتی رشید احمد صاحب جو ایک حادثہ میں شہید ہوئے کی تحریک پر شروع ہوئی تھی، اور ان کے حادثہ وفات پر تیار ہوئی۔

عرفات میں جمع بین الصلوٰتین اور حضرت کی رائے

عرفات میں جمع بین الصلوٰتین یعنی ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اہل خیمہ کے لئے جمع بین الصلوٰتین مشروع نہیں، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مشروع ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے خیمہ میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وقوف شروع کیا، جب عصر کا وقت ہوا تو وقوف ختم کر کے عصر باجماعت ادا کی، پھر وقوف شروع کیا، مگر جو کیفیت عصر سے پہلے حاصل تھی وہ لوٹ کر نہ آئی، بہت رونے کی صورت بھی بنائی مگر اس کا کچھ بھی حصہ لوٹ کر نہ آیا۔ پس میرے خیال میں صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۶۰ ج ۴۔ انوار مناسک ص ۴۷)

سچے تاجر کی فضیلت اور اہل علم میں حضرت کی خصوصیت

عصر حاضر کے اہل علم میں بہت کم حضرات ہیں جنہیں تجارت کا موقع ملا ہو، مگر حضرت رحمہ اللہ اپنے علم کے بلند پایہ مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے تاجر بھی تھے، اور کتابوں کی تجارت کا مشغلہ تھا، اس لئے آپ ﷺ کا یہ ارشاد: ”نہایت سچائی اور غایت دیانت داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص نبیوں، صدیقیوں اور شہیدوں کے ساتھ

ہوگا، کم ہی اہل علم اس حدیث کے مصداق بن سکے۔

(۲)..... عن ابی سعید: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : التاجر الصدوق الامین مع النیین والصديقین والشهداء۔

(ترمذی، باب ما جاء فی التّجار و تسمیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہم ، ابواب البیوع ، رقم

الحديث: ۱۲۰۸)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے کتابوں کی تجارت کا اشارہ ملتا ہے، اگرچہ صراحتہ النص نہیں مگر اشارۃ النص ہے۔

(۲)..... ان علی ابن ابی طالب خطب الناس ، فقال : من یشتری علما بدرہم ؟ فاشتری الحارث الاعور صحفا بدرہم ثم جاء بها علیا فکتب له علما کثیرا۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۱۶ ج ۶)

ترجمہ:..... (ایک دن کوفہ میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، اسی خطبہ میں فرمایا کہ: ایک درم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے؟ حارث اعور ایک درم میں کچھ کاغذ خرید کر لائے اور ان کاغذوں کو لئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حارث کے لئے ہوئے اوراق میں بہت سا علم لکھ دیا۔

(تدوین حدیث ص ۲۵۱، عہد مرتضوی اور تدوین حدیث)

یہ روایت مختصراً ”کنز العمال“ میں بھی ہے۔

(۲)..... عن علیاء قال : قال علی : من یشتری منی علما بدرہم ؟۔

(کنز العمال ، باب العلم ، باب فی فضله والتحریض علیہ ، رقم الحديث: ۲۹۳۸۵)

دوسرا باب..... حضرت کے علمی آراء

اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور حضرت کی رائے کسی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے لمبا سفر کر کے جانا، یا اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا بعض مباح کہتے ہیں اور بعض حرام..... (اور آپ ﷺ نے تین مساجد کے علاوہ کے لئے سفر ممنوع قرار دیا) اور مقصد یہ ہے کہ غیر شعائر اللہ شعائر کے ساتھ نہ مل جائیں، اور یہ سلسلہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی رائے یہی ہے، اور میرے نزدیک بھی یہی برحق ہے، کیونکہ حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے طور پر جانے سے منع کیا ہے۔ (تحفۃ الامی ص ۲۸ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور پر اس جگہ کی زیارت کے لئے گئے جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تھے، واپسی میں ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی، حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: طور سے، حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر طور پر جانے سے پہلے آپ سے میری ملاقت ہوتی تو میں آپ کو نہ جانے دیتا۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ص ۳۴۴ ج ۳)

سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم اور آپ کا تجربہ پر مبنی ایک مشورہ

حالت سفر میں سنت مؤکدہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ تو حضرات ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ: مسافر کو سنن مؤکدہ پڑھنی چاہئیں، اور ائمہ احناف سے اس سلسلہ میں کچھ مروی نہیں۔ متاخرین احناف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ حالت قرار میں سنتیں پڑھے، اور حالت فرار

میں نہ پڑھے۔ مثلاً ایک شخص دہلی گیا اور وہاں پہنچ کر ٹھہر گیا اور مطمئن ہو گیا، آگے روانگی یا واپسی دو دن بعد ہوگی، پس یہ حالت قرار ہے، ایسی صورت میں سنتیں پڑھنی چاہئیں، اور اگر سفر جاری ہے، ریل میں نماز پڑھ رہا ہے، یا اسٹیشن پر نماز پڑھ رہا ہے اور ریل آنے والی ہے تو یہ حالت قرار ہے، اس حالت میں سنتیں نہ پڑھے۔ اور میں نے تجربہ کی بنیاد پر اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ سفر شروع کرنے سے پہلے اور سفر ختم کرنے کے بعد متصلاً جو حالت ہے وہ بھی حالت قرار ہے، مثلاً ایک شخص دہلی گیا، وہاں جا کر ٹھہر گیا، تو یہ حالت قرار ہے، مگر وہ تھکا ہوا ہے، نیند کا غلبہ ہے اور نماز بھی پڑھنی ہے تو صرف فرض پڑھ لے، سنتیں نہ پڑھے، اسی طرح روانگی کا وقت ہے، سامان تیار کرنا ہے، وقت پر اسٹیشن پہنچنا ہے، ٹکٹ لینا ہے اور نماز کا وقت آگیا تو فرض نماز پڑھ لینا کافی ہے، سنت نہ پڑھے۔

(تحفۃ القاری ص ۴۳۰/۴۳۱ ج ۳)

حرمین شریفین میں عورتوں کا جانا اور آپ کی رائے

آپ ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ نو مسجدیں اور بھی تھیں، مگر عورتیں صرف مسجد نبوی میں آتی تھیں، مدینہ منورہ کی دیگر مساجد میں شاذ و نادر ہی جاتی تھیں۔ اور آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد نبوی میں تین وجہ سے آتی تھیں: ایک: اخذ شریعت کے لئے۔ دوسری: آپ ﷺ کی زیارت کے لئے۔ تیسری: جگہ کی برکت کی وجہ سے۔ اور مسجد حرام میں دو مقصد سے آتی تھیں: بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے اور جگہ کی برکت کی وجہ سے، مسجد حرام میں آج بھی وہ دونوں باتیں متحقق ہیں، اور مسجد نبوی میں اب پہلی وجہ باقی نہیں رہی، کیونکہ دین مکمل ہو چکا اور وہ کتابوں میں محفوظ ہے، البتہ جگہ کی برکت اور آپ ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت: یہ دونوں مقصد آج بھی باقی ہیں،

اس لئے عورتیں ان دونوں مسجدوں میں جاسکتی ہیں، بلکہ جانا چاہئے۔ ہماری عورتیں بھی نہ صرف جاتی ہیں بلکہ ہم ان کو ترغیب دیتے ہیں کہ حرم شریف میں جائیں، اس لئے کہ ان کو زندگی میں ایک باریہ موقع ملا ہے، بار بار یہ موقع ان کو ملنے والا نہیں، اور وہاں فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں، اس لئے حرمین شریفین کا حکم دوسری مساجد سے مختلف ہے۔

سورج گہن اور عذاب قبر میں مقارنت اتفاقی ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے: ”باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف“، یعنی سورج گہن کے موقع پر عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔ شرح نے سورج گہن اور عذاب قبر کا کیا تعلق ہے؟ اس پر اپنی اپنی آراء ظاہر فرمائی ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ: میری ناقص رائے یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں مقارنت محض اتفاقی ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہودی عورت کے عذاب قبر سے بچنے کی دعا پر تعجب ہوا تھا، تب سے آپ ﷺ بکثرت عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے کہ جب میرے اہل خانہ اس بات کو نہیں جانتے تو عام لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر اتفاق سے کسوف کا واقعہ پیش آیا تو اس موقع پر خاص طور سے آپ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی، کیونکہ سارا مدینہ جمع تھا، اس موقع پر جو بات کہی جائے گی وہ سب کو پہنچ جائے گی، اس طرح یہ دو باتیں اتفاقاً جمع ہو گئی ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۳۸۰ ج ۳)

آپ کا استنباط کہ: حج کرنے سے ایمان پر مہر لگ جاتی ہے

”باوجود استطاعت کے حج نہ کرنے والا یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر“ اس حدیث سے میں نے یہ بات مستنبط کی ہے کہ حج کرنے سے ایمان پر مہر لگ جاتی ہے، اب اس کے ارتداد کا خطرہ ٹل جاتا ہے، اور جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا وہ معرض فتن میں

رہتا ہے وہ کسی بھی وقت فتنہ کا شکار ہو سکتا ہے، بلکہ اسلام ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے ایسا بھی ممکن ہے، پس جس میں استطاعت ہو اسے پہلی فرصت میں حج کر لینا چاہئے تاکہ اس کے ایمان پر مہر لگ جائے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۰۴ ج ۳)

تہجد کے وقت کامل اور ہلکے وضو کی روایت اور آپ کا رجحان
ایک حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے رات میں بیدار ہونے کے بعد ہلکا وضو فرمایا، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے کامل وضو فرمایا۔
اس کی شرح میں فرمایا: میرا رجحان یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ تہجد کے لئے بیدار ہوئے تب کامل وضو فرمایا، پھر دوران تہجد جب آپ ﷺ سوئے ہیں تو اٹھ کر ہلکا وضو فرمایا کیونکہ یہ وضو پر وضو تھا۔ (تحفۃ القاری ص ۳۲۰ ج ۳)

مجھے شہید کی نماز جنازہ میں امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب زیادہ پسند ہے
امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے، پڑھو سبحان اللہ اور نہ پڑھو تو کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے دونوں روایتوں کو جمع فرمالیا۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ مجھے اس اختلاف میں امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب زیادہ پسند ہے۔
(تحفۃ اللمعی ص ۴۴۴ ج ۳)

شوہر کو ستانے والی کے لئے حور کا پیغام اور اس حدیث سے آپ کا استنباط
کوئی عورت شوہر کو ستاتی ہے تو جنت کی حور اس سے کہتی ہے: تجھ پر اللہ تعالیٰ کی مار! اپنے شوہر کو تکلیف مت پہنچا، کیونکہ وہ دنیا میں تیرا مہمان ہے، اور جلد ہی تم کو چھوڑ کر

ہمارے پاس آجائے گا۔

اس حدیث کی شرح میں فرمایا: اس حدیث سے میں نے یہ بات سمجھی کہ: اگر بیوی بلا وجہ شوہر کو پریشان کرے گی تو مرد کا پہلے انتقال ہو جائے گا، اور بیوی پیچھے ٹھوکرے کھائے گی، اور اس کے برعکس بھی ہوگا، یعنی اگر شوہر بلا وجہ بیوی کو پریشان کرے گا تو وہ پیچھے رہ جائے گا اور دھکے کھائے گا، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۶۱۴ ج ۳)

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے یا نہیں؟ امام احمد کی تطبیق مجھے زیادہ پسند ہے جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے یا نہیں، دونوں طرح کی روایتیں مروی ہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں کو جمع کیا، وہ فرماتے ہیں: اگر چاہے تو کھڑا ہو اور اگر چاہے تو کھڑا نہ ہو، یعنی قیام واجب نہیں، کھڑے ہونے نہ ہونے میں اختیار ہے۔ اور یہ تطبیق مجھے زیادہ پسند ہے، اس لئے کہ میت کو دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی ہے، اور بے اختیار آدمی کھڑا ہو جاتا ہے، اور ناسخ و منسوخ قرار دیں گے تو جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا جائز نہیں ہوگا، پس آدمی گنہگار ہوگا۔ (تحفۃ اللمعی ص ۴۵۴ ج ۳)

پختہ قبریں بنانے، ان پر کتبے لگانے، ان پر گنبد بنانے کی ممانعت کی وجہ قبریں پختہ بنانا اور ان پر کتبہ لگانا اور ان پر گنبد بنانا تعظیم کی وجہ سے ممنوع ہے، اور ان کو روندنے کی ممانعت ان کی اہانت کی وجہ سے ہے، قبور کی نہ غایت درجہ تعظیم کرنی چاہئے نہ توہین، ان کے ساتھ معتدل معاملہ کرنا ضروری ہے۔

اور میرے نزدیک پختہ قبریں بنانے کی، ان پر کتبے لگانے کی، اور ان پر گنبد بنانے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قبرستان بار بار استعمال ہوتا ہے یا ہونا چاہئے، پس اگر قبریں پکی بنائی جائیں گی اور ان پر کتبہ لگائے جائیں گے تو وہ جگہ متعین ہو جائے گی، اس

کو دوبارہ استعمال کرنا جائز نہ ہوگا، اور اگر قبریں پختہ نہیں ہوں گی، نہ ان پر کتبے ہوں گے تو ایک وقت کے بعد قبر کا نشان مٹ جائے گا اور وہ جگہ دوبارہ تدفین میں استعمال ہو سکے گی۔ مکہ معظمہ کا قبرستان حجون اور مدینہ منورہ کا قبرستان بقیع اسلام سے پہلے کے ہیں، ان میں اربوں کھربوں انسان دفن ہوئے اور آج بھی دفن ہو رہے ہیں، وہاں طریقہ یہ ہے کہ ایک طرف سے قبریں بناتے چلے جاتے ہیں جب آخر تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر شروع سے قبریں بنانے لگتے ہیں، اس طرح وہ قبرستان بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ اور ہندوستان میں مسلمانوں کے جو پرانے شہر ہیں ان کے چاروں طرف قبرستان ہی قبرستان ہیں، کیونکہ جب قبریں کچی بن گئیں اور ان پر کتبہ لگ گیا تو اب وہ جگہ دوبارہ استعمال نہیں ہو سکتی، چنانچہ قبرستان کے لئے دوسری جگہ خریدی جاتی ہے، اور پرانے قبرستان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، ان میں جانور گھومتے ہیں، لوگ پاخانہ کرتے ہیں، کیا یہ بہتر ہے یا ان کو دوبارہ تدفین کے لئے استعمال کرنا؟ پھر آبادی بہر حال بڑھے گی، کدھر بڑھے گی؟ چاروں طرف بڑھے گی، اس وقت قبرستان میں سڑکیں بنیں گی، لوگ ناجائز قبضے کر کے مکانات بنائیں گے، اور مردوں کی جو توہین ممکن ہے وہ ہوگی، پس کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک قبرستان بار بار استعمال ہو، تاکہ وہاں آمد و رفت رہے، اور اس کی حفاظت ممکن ہو، مگر ہندوستان کا مسلمان تو سمجھتا ہی نہیں، اس کو سب کچھ گوارہ ہے مگر دوبارہ قبرستان کا استعمال اس کے گلے نہیں اترتا، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

فائدہ:..... لوگ قبروں پر کتبہ کے تعلق سے کہتے ہیں کہ اس کا امت میں تعامل ہے، اور فقہ کی کتابوں میں اس کو جائز لکھا ہے کہ بڑے آدمی کی قبر پر کتبہ لگا سکتے ہیں، اس سلسلہ میں جاننا چاہئے کہ ”العرف الشذی“ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا قول ہے کہ:

لوگ قبروں پر کتبے لگاتے ہیں اور حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، پس جو نیا طریقہ شروع ہوا ہے اس میں جواز کی کوئی دلیل نہیں، یعنی تعامل اس وقت حجت ہوتا ہے جب وہ نص کے خلاف نہ ہو، جیسے سود اور شراب کا بھی تعامل ہو گیا ہے مگر وہ نص کے خلاف ہے اس لئے وہ حجت نہیں، اسی طرح جب کتبے لگانے کی ممانعت کے سلسلہ میں اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث موجود ہے تو تعامل کیسے حجت ہو سکتا ہے؟ اور بڑا آدمی کون ہے؟ یہ کیسے طے کیا جائے گا؟ یعنی اس کا معیار کیا ہوگا؟ ہر شخص کے نزدیک اس کا مورث بڑا آدمی ہے، چنانچہ ہر شخص کتبہ لگاتا ہے، بلکہ بعض تو صرف اس لئے کتبہ لگاتے ہیں کہ جگہ متعین ہو جائے، وہ دوسری مرتبہ استعمال نہ ہو۔

رہا فقہی جزئیہ تو ہماری کتب میں بہت سی ایسی جزئیات ہیں (بہتر ہے بعض جزئیات کہا جائے، مرغوب) جن پر ہم اس لئے فتویٰ نہیں دیتے کہ یا تو ان کا کچھ ثبوت نہیں، یا وہ نص کے خلاف ہیں، جیسے: تقویٰ کا تذکرہ کتب فقہ میں ہے، اور نمک سے کھانا شروع کرنے کا تذکرہ بھی ”شامی“ میں ہے، مگر اس پر ہم اس لئے فتویٰ نہیں دیتے کہ ان کا کچھ ثبوت نہیں،..... اسی طرح کتبہ کا جزئیہ اگرچہ موجود ہے، مگر وہ نص صحیح صریح کے خلاف ہے، اس لئے اس پر نہ فتویٰ دینا چاہئے اور نہ اس پر عمل کرنا چاہئے، آج مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر دیکھیں، عیسائیوں کے قبرستان اور مسلمانوں کے قبرستان میں کچھ فرق نہیں رہا، یہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائیں اور حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وضاحت:..... تطہین القبور یعنی قبر تیار ہونے کے بعد پانی ڈال کر مٹی کو جمانا تاکہ ہوا سے مٹی اڑ نہ جائے، یہ تجھیں القبور نہیں ہے، یہ جائز ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تطہین القبور جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تطہین القبور میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (تحفۃ الامعی ص ۴۶۳/۴۶۵ ج ۳)

میرے نزدیک محرم و کس لگا سکتا ہے

دوا میں خوشبو ہو تو محرم ایسی دوا نہیں لگا سکتا، کیونکہ محرم کے لئے خوشبو ممنوع ہے، اور وکس میں میرے نزدیک بدبو ہے، محرم اسے لگا سکتا ہے۔ (تحفۃ الامعی ص ۳۵۸ ج ۳)

کسی نو مسلم کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں یا دو بہنیں ہوں تو کیا

حکم ہے؟ اور اس مسئلہ میں آپ کی رائے

اگر کوئی اسلام لے آئے اور اس کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں ہوں یا دو بہنیں ہوں تو وہ کیا کرے؟ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تخییر کے قائل ہیں کہ اپنی پسند سے چار بیویوں کو روک لے اور جو بہن پسند ہو اسے رکھ لے، اور باقی کو علیحدہ کر دے۔ اور حضرات شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک جو چار پہلے نکاح میں آئی ہیں اور جس بہن سے پہلے نکاح ہوا ہے وہ نکاح میں رہیں گی، باقی خود بخود نکاح سے علیحدہ ہو جائیں گی۔ میری رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ: اگر یہ واقعہ مسلمان کا ہے یعنی کسی بد دین مسلمان نے (یا کسی ایسے مسلمان نے جو مسئلہ سے بالکل ناواقف تھا) دو بہنوں سے نکاح کیا، یا چار سے زیادہ بیویاں کیں تو اس کے لئے تخییر کا حکم نہیں ہے، بلکہ پہلے جن سے نکاح ہوا ہے ان کے نکاح صحیح ہیں اور بعد کے نکاح باطل ہیں۔ اور اگر یہ واقعہ کسی نو مسلم کا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جن کو چاہے رکھے اور باقی کو علیحدہ کر دے۔ اور وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان کے بعد والے نکاح ہوئے ہی نہیں، اور غیر مسلم کے اس کے مذہب کے مطابق سب نکاح درست ہیں، پس اس کو اختیار ہوگا کہ

جن کو چاہے رکھے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۵۵۹ ج ۳)

دوسری شادی میں نئی دلہن کی باری کا مسئلہ اور آپ کی رائے
اگر کسی شخص کے نکاح میں پہلے سے ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، پھر وہ نئی
شادی کرے تو اگر یہ عورت کنواری ہے تو سات دن اور بیوہ ہو تو تین دن اس کا حق ہے۔
رہی یہ بات کہ یہ محض حق ہے یا مخصوص حق ہے؟ اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک یہ نئی دلہن کا مخصوص حق ہے، پس یہ دن باری سے خارج ہوں گے، اور حنفیہ کے
نزدیک وہ محض حق ہیں یعنی جتنے دن وہ نئی دلہن کے پاس رہا ہے اتنے دن پرانیوں کے
پاس بھی رہے گا۔

اور میری ناقص رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ: اگر نئی کے پاس صرف سات دن یا تین
دن ٹھہرے تو یہ اس کا مخصوص حق ہے، اور اگر زائد ٹھہرے تو پھر تمام ایام کے برابر پرانی کو
دینے ہوں گے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۵۷۷ ج ۳)

آپ کی رائے کہ: منیٰ مکہ سے خارج ہے

آج کل ایک مسئلہ یہ بھی زیر بحث ہے کہ منیٰ مکہ میں داخل ہے یا خارج؟ چند سال
پہلے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ میں ہندو پاک کے چند اکابر کا اجتماع ہوا، اور اس میں طے کیا
گیا کہ اب منیٰ مکہ میں داخل ہو چکا ہے، پس مقیم و مسافر ہونے میں نزول منیٰ سے پہلے مکہ
کی مدت اقامت ہی کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ منیٰ عرفات اور منیٰ کا قیام اور اس کے بعد مکہ کے
قیام کا مجموعہ دیکھا جائے گا، اگر ۵۱ دن ہو جائے تو حاجی مقیم ہو گیا، ورنہ نہیں۔ اور اس
فیصلہ کا مدار دو باتوں پر تھا: ایک ابنیہ مکہ کا منیٰ کے ساتھ اتصال، دوسری: منیٰ کا مکہ کی فناء
ہونا۔ مگر دوسری رائے یہ ہے کہ ابنیہ کا اتصال ابنیہ کے ساتھ ہونا چاہئے، جبکہ منیٰ صحراء ہے

اور منیٰ مکہ کی فناء نہیں ہو سکتا، کیونکہ فناء وہ جگہ ہے جو شہر کی مصالح کے لئے ہوا اور منیٰ مزدلفہ اور عرفات، مناسک کی جگہیں ہیں، وہ مکہ کے مصالح کے لئے نہیں ہیں، اس لئے چاہے اہلبیہ کا اتصال ہو گیا ہو، سفر و اقامت میں ان کا قیام محسوب نہیں ہوگا۔ میری ناقص رائے یہی ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۸۱ ج ۳)

متبرک چیزوں کی توہین مؤمن کی شان نہیں، اور کعبہ کی تصویر والے

مصلے

متبرک چیزوں کی مثلاً کعبہ شریف کی اور روضہ اقدس کی اصل یا قلمی تصاویر کی توہین کرنا مؤمن کی شایان شان نہیں، اس سے دل میں ان مقامات کی بے قدری پیدا ہوگی، البتہ ان کی تعظیم، ان سے توسل اور تبرک بھی جائز نہیں، کیونکہ اصل کعبہ اور اصل روضہ اقدس ہزار برکتوں کا محل ہے، مگر کیمرے سے ان کا جو فوٹو لیا جائے یا قلم سے ان کی جو تصویر بنائی جائے اس میں بھی وہی برکتیں پیدا ہو جائیں، یہ بات نامعقول ہے، اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے، اسی طرح جن مصلوں پر کعبہ وغیرہ کی فرضی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں ان کو بھی استعمال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ آدمی کبھی ان پر بیٹھتا بھی ہے، اور یہ بات مناسب نہیں۔

(تحفۃ اللمعی ص ۹۹ ج ۵)

اگر خوف فتنہ نہ ہو تو عورت تنہا سفر کر سکتی ہے

عورت کے لئے تنہا سفر کرنے کا جواز یا عدم جواز خوف فتنہ پر مبنی ہے، اگر خوف فتنہ نہ ہو تو ایک رات دن کا سفر عورت تنہا کر سکتی ہے، اور اطمینان ہو تو تین دن سے زیادہ کا سفر بھی کر سکتی ہے، یہ بات علامہ کشمیری قدس سرہ نے ”فیض الباری“ (۲: ۳۹۷) میں فرمائی

ہے، اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو مسجد اور مارکیٹ بھی تنہا نہیں جاسکتی، جیسے آج کل ہوائی جہاز سے مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اور تجربہ یہ ہے کہ درمیان میں کوئی فتنہ پیش نہیں آتا، پس ایسی پر امن صورت میں عورت تنہا سفر کر سکتی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۴۲۰ ج ۳)

مسافت سفر شرعی میل ہے انگریزی نہیں

سفر کی مسافت اب چار برید (اڑتالیس میل) متعین ہو گئے ہیں۔ اور اڑتالیس میل شرعی مراد ہے، انگریزی میل کا اعتبار نہیں۔ ایک عام حساب جو: ۷۷/۷۷ کلومیٹر کا چل رہا ہے، غالباً وہ صحیح نہیں ”مجمع لغة الفقهاء“ میں تقریباً: ۸۹/۸۹ کلومیٹر حساب کیا گیا ہے۔

(تحفۃ القاری ص ۴۲۱ ج ۳۔ رحمۃ اللہ الواسعہ ص ۵۵۷ ج ۳)

ریل، بس اور کار میں نفل نماز بیٹھ کر اور بلا قبلہ رو پڑھنے کا مسئلہ جانور پر (بیٹھے ہوئے سفر کی حالت میں) نفل نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کی پیٹھ کا پاک ہونا اور استقبال قبلہ ضروری نہیں، جانور جس جانب بھی متوجہ ہو اس پر نماز صحیح ہے، اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرنا کافی ہے..... اور بس اور کار جانور کے حکم میں ہیں، ان میں بیٹھ کر نفلیں پڑھنا جائز ہے، اور سنن مؤکدہ بھی نفل ہیں..... ریل گاڑی میں نوافل کے لئے اگر چہ قیام ضروری نہیں مگر استقبال قبلہ اور رکوع و سجود ضروری ہیں، ریل میں کیف مآتفق اور اشارہ سے نفل پڑھنا جائز نہیں، اور بس اور کار میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ ہی نہیں سکتے، اس لئے وہ دابہ کے حکم میں ہیں، اورٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہے، اور بھیڑ عارضی عذر ہے اس لئے اس میں استقبال قبلہ اور رکوع و سجود کے ساتھ ہی نماز پڑھنا ضروری ہے، چاہے وہ نفل نماز ہو۔ (تحفۃ القاری ص ۳۲۶/۳۲۷ ج ۳)

نوٹ:..... بس میں قیام ممکن ہے، اس لئے بس کا حکم بھی دابہ کا ہونا چاہئے، خصوصاً برطانیہ

میں تو بسیں اکثر بھری ہوئی بھی نہیں ہوتیں، اور کھڑے ہو کر نماز آدمی پڑھ سکتا ہے۔ راقم نے دوران سفر بس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے۔ مرغوب احمد

رجوع

حدیث جساسہ کے بارے میں رجوع کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پہلے ”تحفۃ اللمعی (۵: ۶۲۸-۶۳۰) میں جو حدیث کی تشریح کی گئی تھی وہ صحیح نہیں تھی، وہ نہایت والے حاشیہ سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی، پھر غور کرنے پر اس کی غلطی ظاہر ہوئی تو وہ ساری تشریح حذف کر دی گئی اور اس کی جگہ نئی تشریح لکھی گئی ہے۔ (ماخوذ از: رجوع نامہ)

تحقیق کریں اور حق کی پیروی کریں، میرے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں۔

(تحفۃ القاری ص ۳۸۱ ج ۱۲)

متفرقات

امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو مقامات پر ایسا کیا ہے کہ ایک کتاب کے درمیان دوسرے ابواب قائم کئے ہیں، ایک ”ابواب الرضاع“ یہ ”کتاب النکاح“ کے درمیان لائے ہیں اسی طرح ”کتاب البیوع“ میں ”ابواب الاحکام“ لے آئے ہیں۔

(تحفۃ الامعی ص ۵۸۱ ج ۳)

ترمذی شریف ”کتاب الحج“ میں ایک باب ہے بلا عنوان، اس پر آپ نے ایک باب قائم کیا ”باب ما جاء فی الاحرام المبیہم“ یعنی: گول مول احرام باندھنے کا بیان۔

(تحفۃ الامعی ص ۳۶۲ ج ۳)

ایک اہم قاعدہ: سند کی صحت کے لئے مضمون کی صحت لازم نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: غیب کی کنجی پانچ چیزیں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: (۱): کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ کل کیا ہوگا، (۲): اور کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانی میں کیا ہے، (۳): اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ آئندہ کل کیا کرے گا، (پہلی اور یہ بات ایک ہیں، یہ اس روایت میں تسامح ہے)، (۴): اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ اس کی موت آئے گی، (۵): اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

یہ حدیث ”بخاری“ جلد ثانی میں چار جگہ آئی ہے، اور حدیث نمبر: ۴۶۲۷ اور

۸: ۴۷۷ میں ”مفتاح الغیب خمس لا یعلمها الا اللہ“ کے بعد سورہ لقمان کی آخری

آیت پڑھی ہے۔ اور حدیث نمبر: ۴۶۹۷ اور ۷۳۷۹ میں راوی نے تفسیر کی ہے، اور پانچ

چیزوں کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک قیامت کا علم ہے، جس کو یہاں راوی نے چھوڑ دیا ہے، اور پہلی بات کو مکرر بیان کیا ہے، یہ اس روایت میں تسامح ہے۔

یہاں یہ قاعدہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ سند کی صحت کے لئے مضمون کی صحت لازم نہیں، اور اس کا برعکس یعنی سند صحیح نہ ہو تو پورا مضمون غلط ہو جائے یہ بھی ضروری نہیں، اس قاعدہ کو عام طور پر لوگ نہیں جانتے، لوگ کہتے ہیں: بخاری کی حدیث ہے، ارے بھائی! بخاری کی حدیث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سند صحیح ہے، لیکن اس کے متن میں راویوں سے تسامح نہیں ہوا ایسا ضروری نہیں، اور سند ضعیف ہو تو متن بھی سارا غلط ہو جائے ایسا بھی ضروری نہیں، بہت سی ضعیف حدیثوں میں صحیح مضمون آیا ہے، پس اس قاعدہ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے۔ (تحفۃ القاری ص ۶۴ ج ۳)

امام بخاری رحمہ اللہ منسوخ روایتیں کیوں لائے ہیں؟

امام بخاری رحمہ اللہ حدیث ”الماء من الماء“ اور ا کسال والی روایت بھی ”بخاری“ میں لائے ہیں، حالانکہ وہ روایتیں منسوخ ہیں، اور آپ کا وہ مذہب بھی نہیں، اور آپ نے معذرت بھی کی ہے کہ میں یہ روایت اس لئے لایا ہوں کہ یہ مسئلہ صحابہ میں اختلافی رہ چکا ہے، پس امت کے سامنے یہ بات آنی چاہئے، امت اس سے بے خبر نہیں رہنی چاہئے، (دیکھئے: کتاب الغسل، کے آخری ابواب)۔ (تحفۃ القاری ص ۳۷۱ ج ۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مکرر حدیث لانے کی نہیں، پھر: ۱۵۰/ سے

زائد احادیث مکرر کیوں ہیں؟

حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مکرر حدیث لکھنے کی نہیں ”کتاب الحج“ ”باب التعجیل الی الموقف“ میں خود فرماتے ہیں کہ: فلاں باب میں جو حدیث گذری ہے وہ یہاں لکھی جاسکتی ہے، مگر میری عادت مکرر حدیث لکھنے کی نہیں ہے، اور فی الحال میرے پاس دوسری سند سے یہ حدیث نہیں ہے، اس لئے میں نے حدیث نہیں لکھی۔

جاننا چاہئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک ہی حدیث کو مختلف اسانید سے تو لکھتے ہیں، کیونکہ سند بدلنے سے حدیث بدل جاتی ہے، مگر ایک ہی سند سے مکرر حدیث نہیں لکھتے، کیونکہ آپ کی تکرار کی عادت نہیں ہے، اس کے باوجود ڈیڑھ سو سے زیادہ حدیثیں ایک ہی سند اور ایک ہی متن کے ساتھ ”بخاری شریف“ میں آئی ہیں، اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں، اتنی بڑی کتاب میں جو سولہ سال میں لکھی گئی ہو چند احادیث کا مکرر ہو جانا مستبعد نہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۳۹۱ ج ۳)

نوٹ:..... ڈیڑھ سو چند تو نہیں، یہ تو ایک اچھی خاصی تعداد ہے، فتنہ بر۔ مرغوب احمد

عشر کے مسئلہ میں اختلاف پر حیرت

جمہور کے نزدیک پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: ایک: پیداوار سال بھر ذخیرہ کر کے رکھی جاسکے، دوسری: پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین میں پیدا ہونے والی ہر چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہے، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اور سال بھر باقی رہنے والی ہو یا جلدی خراب ہونے والی ہو۔

حضرت رحمہ اللہ اس اختلاف پر فرماتے ہیں:

عشر کے مسئلہ میں جو اختلاف ہوا ہے اس پر مجھے بہت حیرت ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کے زمانہ سے لے کر ائمہ مجتہدین کے زمانہ تک - جو دو سو سال کا عرصہ ہے - اس وقت تک مضبوط اسلامی حکومت قائم تھی، اس وقت حکومت کا کیا طریقہ تھا؟ لوگ زرعی پیداوار میں سے بلا شرط عشر نکالتے تھے یا اس کا کوئی نصاب تھا؟ یہ باتیں تو اتر سے مروی ہونی چاہئے تھیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح شروع ہوئی اس وقت سے لوگ مسلسل شرعاً غرباً بیس رکعتیں پڑھتے آرہے ہیں، چنانچہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے، کسی اہل حق کا اس میں اختلاف نہیں، اس لئے روایتوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، لوگوں کا تعامل ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی اسلامی نظام کیا تھا؟ اور لوگوں کا عمل کیا تھا؟ تو اتر سے ثابت ہونا چاہئے تھا، اور وہ تعامل ہی سب سے بڑی دلیل ہوتا، مگر عجیب بات ہے کہ نہ تو حکومت کا طریقہ مروی ہے، نہ لوگوں کا طرز عمل منقول ہے، صرف یہی ایک حدیث ہے، اس پر مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ آخر اتنی موٹی بات پردہ خفایں کیوں رہ گئی؟ - (تحفۃ اللمعی ص ۵۳۵ ج ۲)

شہید کی نماز جنازہ پر روایات خاموش، اس پر حیرت

آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں انیس جنگیں لڑی ہیں، مگر (شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں) روایات صرف غزوہ احد کے بارے میں ہیں اور وہ بھی متضاد ہیں، حالانکہ اور جنگوں میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں روایات خاموش ہیں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سو سالہ دور ہے اور انہوں نے بھی بہت سی جنگیں لڑی ہیں، مگر ان کے بارے میں بھی کوئی روایت نہیں کہ وہ شہداء کی نماز جنازہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ مجھے اس پر بڑی حیرت

ہے کہ اتنی عام بات پردہِ خفا میں کیسے رہ گئی؟ یہ بات تو تواتر سے منقول ہونی چاہئے تھی، پس تعامل امت سب سے بڑی دلیل ہوتی اور روایت کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی، مگر ایسا نہیں ہوا، اس پر مجھے بڑی حیرت ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶ ج ۳)

زمانہ حال کے مسلمانوں کے لئے زریں اصول والی حدیث

یہ حدیث عصر حاضر کے مسلمانوں کے لئے رہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے، جب صورت حال ابتر ہو جائے، عہد و پیمان کی پابندی اور امانت و دیانت کی پاسداری معاشرے سے رخصت ہو جائے اور لوگ باہمی اختلافات کا شکار ہو کر اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھیں، اس حال میں آپ ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ: دین کی جو باتیں معروف ہیں ان پر مضبوطی سے عمل کیا جائے، اور منکرات اور برائیوں سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے، اور عوام سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، اور خواص یعنی علماء، صلحاء اور اولیاء سے وابستگی اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اس زریں نصیحت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(تحفۃ القاری ص ۳۳۹ ج ۲)

مؤمن کی روح قرض میں کیسے پھنسی رہتی ہے، اس پر اپنا ایک واقعہ سنایا کہ: دہلی میں ایک لالہ جی تھے، میں ان سے کاغذ خریدتا تھا، ایک مرتبہ میں کاغذ خریدنے گیا تو لالہ جی نے مجھ سے کہا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے، اس کی تعبیر جاننا چاہتا ہوں، میں جامع مسجد کی طرف گیا دیکھا کہ سامنے ایک بڑا فنکشن ہو رہا ہے اور بہت شاندار پنڈال بنا ہوا ہے، جب میں اس کے قریب گیا تو دیوبند کے ایک حافظ صاحب جن کا انتقال ہو چکا ہے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے، وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگے: لالہ جی! میں

بہت دیر سے تیرا انتظار کر رہا ہوں، پھر میری آنکھ کھل گئی۔ لالہ جی یہ سمجھتے تھے کہ ان کا وقت قریب آ گیا ہے، کیونکہ مردہ ان کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: حافظ صاحب کے ساتھ آپ کا کچھ لین دین تھا؟ انہوں نے کہا: وہ قرآن چھاپتے تھے، اور میرے یہاں سے کاغذ خریدتے تھے، میں نے پوچھا: کیا ان پر آپ کا کچھ بقایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں میرے ۱۲۸ روپے باقی ہیں، ان کے انتقال کے بعد میں دیوبند گیا اور وراثت سے مطالبہ کیا، مگر کسی نے وہ قرضہ نہیں دیا۔ میں نے کہا: لالہ جی! کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ وہ قرضہ مجھ سے لے لیں؟ کہنے لگا کیوں؟ میں نے کہا: وہ آپ کے قرضہ میں پھنسے ہوئے ہیں، اور فنکشن میں شریک نہیں ہو رہے، آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں، وہ کہنے لگا: میں بھگوان کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے وہ قرضہ معاف کیا۔ اس واقعہ سے آپ یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ مومن کی روح قرضے میں کیسے پھنسی رہتی ہے؟۔ (تحفۃ الاعمی ص ۴۹۳ ج ۳)

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کا کبھی کبھی مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مغرب سے پہلے نفل کے بیان میں فرمایا:

”بخاری شریف“ (کتاب التہجد، باب ۳۵، حدیث: ۱۱۸۳) میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”صَلُّوا قَبْلَ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ“ مغرب سے پہلے نفلیں پڑھو، یہ بات دو مرتبہ فرمائی، پھر تیسری مرتبہ ”لَمَنْ شَاءَ“ بڑھایا، یعنی مغرب سے پہلے کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، راوی عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے ”لَمَنْ شَاءَ“ اس لئے بڑھایا کہ لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں: ”كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً“ اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنالیں، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے، اور ارشاد پاک ”صَلُّوا قَبْلَ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ“ یہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے

تھا، عصر کے فرضوں کے بعد جو نفلوں کی ممانعت ہے، وہ غروب شمس تک تمتد ہے، سورج چھپتے ہی کراہیت ختم ہو جاتی ہے، اب کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، مگر اس وقت میں نفلیں پڑھنا سنت نہیں۔ رمضان میں دس منٹ کے بعد نماز کھڑی ہوتی ہے، پس کوئی کھجور سے افطار کر کے نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کو سنت نہ بنا لیا جائے کہ پورے سال دس منٹ کے بعد مغرب کی نماز کھڑی ہو، مغرب کی نماز میں تعیل (جلدی کرنا) مطلوب ہے، پس یہ حدیث: صرف حدیث ہے، سنت نہیں۔ نہ نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے کبھی نفلیں پڑھی ہیں اور نہ چاروں خلفاء نے۔

جب میں مظاہر العلوم میں پڑھتا تھا تو میں نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ کو جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور مظاہر علوم کے ناظم تھے دیکھا کہ وہ کبھی مغرب کی اذان شروع ہوتے ہی نفلوں کی نیت باندھ لیتے تھے اور امام کے مصلے پر آنے سے پہلے سلام پھیر دیتے تھے۔ (تحفہ القاری ص ۵۸ ج ۱، ص ۵۰۴ ج ۳، ص ۳۵۹ ج ۲)

مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت

مسیح دو ہیں: ایک مسیح ہدایت ہیں اور ایک مسیح ضلالت۔ مسیح ہدایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور مسیح ضلالت کانادجال ہے، مسیح: فعلیل کا وزن ہے جو اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے، اور اسم مفعول کے معنی میں بھی، مسیح بمعنی ماسح کے ہیں: ہاتھ پھیرنے والا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح اس لئے ہیں کہ وہ ہر طرح کے بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، اور ان کے ہاتھ پھیرنے سے اللہ تعالیٰ شفا بخشتے تھے۔ اور مسیح بمعنی ممسوح کے ہیں: ہاتھ پھیرا ہوا۔ کانادجال مسیح اس لئے ہے کہ اس کی ایک آنکھ چوہٹ ہوگی، گویا وہاں کسی نے ہاتھ پھیر دیا ہے، اور وہ جگہ مٹ گئی ہے اور آنکھ نہیں رہی۔ (علمی خطبات ص ۴۹ ج ۱)

لطیفہ..... کھڑے ہو کر پیشاب کی سنت عورتوں کے لئے بھی ہے؟
 ایک صاحب نے کسی مسجد میں حدیث پڑھی کہ: آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب
 فرمایا، اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے، مجمع میں سے ایک شخص نے سوال کیا: یہ
 سنت صرف مردوں کے لئے ہے یا عورتیں کے لئے بھی؟

پکی ہوئی مچھلی کے ڈبہ پر دھوکہ کا لیلبل

ایک مجلس میں فرمایا: ہم نے ایک ملک میں مچھلی کا پکا ہوا ڈبہ خریدا، اس پر لیلبل لگا ہوا تھا:
 ”مذبوح علی طریقۃ الاسلام“ اسلامی طریقہ پر ذبح کیا ہوا۔ میں نے دکاندار سے پوچھا
 یہ کیا؟ اس نے جواب دیا: کسٹم آفیسر جاہل ہوتے ہیں، وہ اس لیلبل کے بغیر گوشت کا کوئی
 آئٹم (item) ملک میں نہیں آنے دیتے، اس لئے یہ لیلبل لگایا ہے۔

سفرنامہ ابن بطوطہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ جھوٹا نہیں ہے
 ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ: وہ دمشق پہنچا، جمعہ کی نماز کے
 لئے جامع مسجد گیا، نماز کے بعد ایک صاحب تقریر کے لئے منبر پر چڑھے اور وعظ شروع کیا
 انہوں نے حدیث بیان کی کہ جب رات کا اتنا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سمائے دنیا پر
 اترتے ہیں، جب یہ حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا: ”کیف ینزول؟“ اللہ تعالیٰ کیسے
 اترتے ہیں؟ اس نے یہ کیوں پوچھا؟ آج اگر کوئی مقرر یہ حدیث بیان کرتا ہے تو مجمع میں
 سے کوئی نہیں پوچھتا، اس وقت کیوں پوچھا؟ یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دور تھا، اور انہوں نے
 صفات کا مسئلہ چھیڑ رکھا تھا، اس لئے کسی نے پوچھا: ”کیف ینزول؟“ واعظ منبر سے نیچے اتر ا
 اور کہا: ”ہکذا ینزول“ اس طرح اللہ تعالیٰ اترتے ہیں، ابن بطوطہ لکھتا ہے: لوگوں نے اس

کی خوب پٹائی کی، ابن بطوطہ نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون..... ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔

اس واقعہ پر لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے، کیونکہ جس زمانہ میں ابن بطوطہ دمشق پہنچا ہے اور جتنے دن وہاں رہا ہے ان دنوں میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیل میں تھے پھر یہ واقعہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہیں ہوں گے تو کوئی اور ابن تیمی ہوگا، جو ان کے خیالات سے متاثر ہوگا، اور مسافران دونوں باتوں میں فرق نہیں کر سکتا، بہر حال یہ جھوٹا واقعہ نہیں، ابن بطوطہ کا سفر نامہ دو جلدوں میں چھپا ہوا ہے، پوری کتاب میں کسی بات پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی، آخر یہی واقعہ ابن بطوطہ نے جھوٹا کیوں لکھ دیا؟۔

(علمی خطبات ص ۱۲۴ ج ۱)

نوٹ:..... یہ بھی ممکن ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جیل سے جمعہ کی نماز میں حاضری کی اجازت ملی ہو، اس لئے اس واقعہ کو جھوٹا کہہ دینا صحیح نہیں۔ مرغوب احمد

تیسرا باب..... تنقیدات

سجدہ سہو کے دو مسئلوں کے مروج عمل پر تنقید

تمام ائمہ متفق ہیں کہ سجدہ سہو قبل السلام بھی جائز ہے اور بعد السلام بھی، اختلاف صرف اولیٰ اور افضل کا ہے، مگر چونکہ مسئلہ میں خوب بحث ہوئی ہے، اس لئے احناف کے ذہنوں میں قبل السلام سجدے کی گنجائش نہیں رہی۔ اور شوافع بعد السلام سجدے کو جانتے ہی نہیں۔ یہ جو ذہن بن گئے ہیں وہ ٹھیک نہیں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۲۰ ج ۲)

سجدہ سہو کا اصل طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں سب کچھ پڑھ لے: تشهد بھی، درود بھی اور دعا بھی، اس کے بعد سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے، پھر صرف تشهد پڑھ کر سلام پھیر دے، مگر جماعت کی نماز میں عارضی مصلحت سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ صرف تشهد پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے، پھر سجدے کئے جائیں اور درود و دعا سہو کے قعدہ میں تشهد کے بعد پڑھے جائیں۔ اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ مسبوق جان لیں کہ یہ ایمر جنسی سلام ہے اور وہ کھڑے ہونے میں جلدی نہ کریں۔ مگر اب طریقہ یہ چل پڑا ہے کہ ہر نماز میں صرف تشهد پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں، بلکہ بعض کتابوں میں یہی مسئلہ لکھ دیا ہے۔ حالانکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کی صحیح صورت وہ ہے جو میں نے بیان کی۔ ائمہ کے اختلاف کو اور احادیث کے مطلب کو سمجھنے کے لئے مذہب کی اصل صورت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۱۹ ج ۲)

نوٹ:..... صحیح صورت مسئلہ یہ ہے کہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں سجدہ سہو کے سلام سے پہلے ہی درود شریف اور دعائیں پڑھی

جائیں گی، اور سجدہ سہو کے بعد جو تشہد پڑھا جاتا ہے اس میں درود شریف اور دعائیں نہیں پڑھی جائیں گی، بلکہ تشہد کے فوراً بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔ اس کے برخلاف حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ سجدہ سہو کے سلام سے پہلے درود شریف اور دعائیں نہیں پڑھی جائیں گی، بلکہ سہو کے بعد والے تشہد میں انہیں پڑھا جائے گا..... اور اس مسئلہ میں ایک تیسری رائے بھی ہے کہ دونوں قعدوں میں درود پڑھا جائے، اسی کو بعض فقہاء نے احوط قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! قاضی خان، شامی، ہدایہ، تاتارخانیہ۔ کتاب النوازل ص ۶۰ ج ۳)

حدیث کا کتب فقہ یا تفسیر یا بزرگوں کے ملفوظات میں پایا جانا کافی نہیں کسی حدیث کا کتب فقہ میں یا کتب تفسیر میں یا بزرگوں کے ملفوظات میں یا کسی اور جگہ پایا جانا حدیث کی صحت کے لئے کافی نہیں یہاں تک کہ وہ حدیث کی کسی کتاب میں نہ ملے اور اس کے تمام روایات ثقہ بھی ہوں۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۴۶ ج ۲)

قنوت کی دعائیں دو منقول ہیں اس لئے ایک ہی پر اکتفا ٹھیک نہیں قنوت کی دعائیں روایات میں دو آئی ہیں، ایک ”اللهم اهدنی فیمن ھدیت، الخ“ دوسری ”اللهم انا نستعینک، الخ“ پہلی کو شوافع نے اختیار کیا ہے، اور دوسری کو احناف نے، اس اختیار کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلی دعا احناف کو عموماً یاد نہیں ہوتی، اور دوسری دعا شوافع کو یاد نہیں ہوتی، یہ ٹھیک نہیں۔ دونوں دعائیں آپ ﷺ سے مروی ہیں۔ پس دونوں دعائیں یاد کرنی چاہئے اور پڑھنی چاہئیں، کبھی یہ کبھی وہ۔ اور دونوں کو ایک ساتھ پڑھے تو سبحان اللہ۔ (تحفۃ اللمعی ص ۳۲۰ ج ۲)

نوٹ:..... احناف کی اختیار کردہ دعا صحاح ستہ میں نہیں، حتیٰ کہ ”طحاوی شریف“ میں بھی

نہیں ہے، ہاں ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں یہ دعا آئی ہے۔ اس لئے احناف کو بھی دونوں دعائیں یاد کرنی چاہئے اور پڑھنی چاہئے۔ ہمارے مدارس اور مکاتب میں ان دونوں دعاؤں کو سکھانا چاہئے۔ مرغوب احمد

پبلک مقامات میں عورتوں کے لئے علیحدہ نماز کا انتظام ہونا چاہئے
یہ جو مسئلہ ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے، اس کا رد عمل یہ ہوا کہ عورتیں بازار میں یا اسٹیشن پر یا پبلک مقامات میں ہوتی ہیں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ میسر نہیں ہوتی تو وہ نماز قضا کر دیتی ہیں، مگر مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھتیں، کیونکہ ذہن یہ بن گیا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے، حالانکہ مسجدیں مردوں کی جاگیر نہیں ہیں، ایسی مجبوری میں عورتوں کو مسجد میں جا کر کسی علیحدہ جگہ میں نماز پڑھنی چاہئے بلکہ پبلک مقامات میں جو مسجدیں ہیں ان میں عورتوں کے لئے علیحدہ نماز پڑھنے کا انتظام ہونا چاہئے، ان کا دروازہ الگ ہو، ان کے وضو وغیرہ کا انتظام الگ ہوتا کہ عورتیں اپنے دروازے سے آئیں اور نماز پڑھ کر چلی جائیں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۴۱۶/۴۱۷ ج ۲)

حکایات اولیاء آنکھ بند کر کے نہیں مان لینی چاہیئیں

حدیث شریف میں ہے کہ: جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دیں۔

ایک محدث نے اس حدیث کو آزمایا، اور بالقصد نماز کے کسی رکن میں امام سے پہلے سر اٹھایا، تو ان کا سر گدھے کی طرح ہو گیا، پھر وہ نقاب ڈال کر حدیث پڑھاتے تھے۔ یہ بے صفحہ کا قصہ ہے۔ طالب علم سوال کرتا ہے کہ: کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟ جواب یہ ہے کہ ایک بار نہیں ہزار بار ہو سکتا ہے، مگر ایسا ہوا اس کی کیا دلیل ہے؟ یہ انوکھا اور عجیب و غریب واقعہ اگر

ظہور پذیر ہوا ہوتا تو اتر کے ساتھ منقول ہوتا، اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا تذکرہ ہوتا، اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کا ذکر آتا، جبکہ کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں، یہ دلیل ہے کہ یہ بے صفحہ کا قصہ ہے۔

فائدہ:..... لوگ ایک بڑی غلطی کرتے ہیں: وہ ایسی ویسی کچی باتوں کو اور مہمل حکایات کو کرامت کے نام پر مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟ حالانکہ ”ہو سکتا ہے“ اور ”ہوا ہے“ سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر ہوا ہے اس کی دلیل چاہئے۔ سورۃ الفرقان (آیت ۷۳) میں مؤمن کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ: جب اس کے سامنے کوئی بات دین کے عنوان سے آتی ہے تو وہ اس پر بہرہ گونگا ہو کر نہیں گرتا، عقل سے کام لیتا ہے، کھری بات قبول کرتا ہے اور کچی بات رد کر دیتا ہے، لہذا حکایات الاولیاء آنکھ بند کر کے نہیں مان لینی چاہئیں، اس سے گمراہی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۷۱ ج ۲)

تسبیح فاطمی حقیقت میں تسبیح فقراء ہے، اور تسبیح فاطمی دوسری ہے

(۳۳ مرتبہ: سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر والی تسبیح) عوام الناس میں تسبیح فاطمی کے نام سے مشہور ہے، مگر حقیقت میں یہ تسبیح فقراء ہے، اور تسبیح فاطمی دوسری ہے، اور وہ ہے رات میں سونے سے پہلے میاں بیوی دونوں پڑھیں، اس عمل کی برکت سے عورت گھر کے کاموں سے تھکے گی نہیں، آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بطور خاص یہ عمل بتلایا تھا۔ (تحفۃ اللمعی ص ۲۴۸ ج ۲)

بزرگوں کی قبروں پر جاناد یو بندیت نہیں

اب لوگوں میں زیارت قبور کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا ہے، سال گذر جاتا ہے، مگر قبرستان کوئی نہیں جاتا، زیارت قبور مامور بہ ہے، اس میں اموات کا بڑا فائدہ ہے، اور زندوں کا

بھی فائدہ ہے، اپنی موت یاد آتی ہے، اور دنیا سے دل اکھڑتا ہے، پس گاہ بہ گاہ عام قبرستان میں جانا چاہئے، اس کی طرف سے غفلت ٹھیک نہیں۔ اور یہ جو بزرگوں کی قبروں پر جانے کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے، مگر یہ دیوبندیت نہیں، یہی سلسلہ بڑھ کر قبر پرستی کی شکل اختیار کرے گا، پھر اس زیارت میں زندوں کا کوئی فائدہ نہیں، اولیاء کی قبور پر جا کر اپنی موت کو کوئی یاد نہیں کرتا، یہ مقصد تو (عام) قبرستان میں جا کر پورا ہوتا ہے، پس ہر مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت کے لئے جانا چاہئے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۶۶ ج ۳)

قبروں پر مراقبہ، اور ذکر جہری یہ سب باتیں غیر ثابت ہیں

حضرت الاستاذ علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی قدس سرہ (صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) کے ساتھ میں کئی مرتبہ قبرستان قاسمی میں گیا ہوں، جہاں سے قبرستان شروع ہوتا ہے حضرت بجلی کے کھمبے کے پاس رک جاتے تھے، اور تقریباً دس منٹ کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے تھے پھر واپس لوٹ جاتے تھے، بس یہی سنت ہے۔

بعض لوگ قبروں پر مراقبہ کرتے ہیں، گھنٹوں سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں، اور بعض لوگ ذکر جہری کرتے ہیں، یہ سب باتیں غیر ثابت اور بدعت ہیں، ان سے احتراز کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں کسی بھی بزرگ کا عمل حجت نہیں، حجت قرآن وحدیث اور قرون ثلاثہ کا تعامل ہے۔

جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ چھپا اور وہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچایا گیا تو آپ نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا، بلکہ طالب علم سے فرمایا: اس کو حجام میں جھونک دو، اور فرمایا: ”ہم نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت طریقت میں کی ہے شریعت میں نہیں کی“۔

اور یہ واقعہ ہے کہ بعض حضرات انتہائی کبر سنی میں کچھ بدعات کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، اس لئے اگر بزرگوں کا عمل کتاب و سنت کے مطابق ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ ع کالائے بد بہ ریش خاوند

(تحفۃ اللمعی ص ۴۶۲ ج ۳)

فجر و عصر میں ائمہ کو مقتدیوں کی طرف پوری طرح منہ کر کے بیٹھنا چاہئے نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کا طریقہ عرب ائمہ کا صحیح ہے، وہ پوری طرح گھوم کر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں، اور ہمارے یہاں جو طریقہ ہے وہ کعبہ کے احترام میں اور اس کے ادب میں ایسا کرتے ہیں، دائیں بائیں مڑ کر بیٹھتے ہیں تاکہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہ ہو، حالانکہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف مخصوص حالات میں ہے، پس عصر و فجر کے بعد ائمہ کو لوگوں کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے۔

(تحفۃ القاری ص ۳۵۲ ج ۳)

طلبہ مہمانان رسول ہیں یا سارے مسلمانوں کے مہمان ہیں؟
لوگوں میں مشہور ہے کہ طلبہ مہمانان رسول ہیں، حالانکہ ”ترمذی شریف“ کی حدیث (۲۴۷۴) میں ان کو ”اضیاف اہل الاسلام“ مسلمانوں کا مہمان کہا گیا ہے، یعنی تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین حاصل کرنے والوں کی کفالت کریں۔

(تحفۃ القاری ص ۷۰ ج ۳)

اب مسجد میں ذرا سی تاخیر پر بھی امام کا انتظار نہیں کرتے، یہ صحیح نہیں ہے ہمارے معاشرے کی ایک کوتاہی پر فرمایا:

ابٹن کی نمازیں شروع ہوگئی ہیں جو نہی گھڑی میں وقت ہوتا ہے امام کو نماز پڑھانی پڑتی ہے، وہ تاخیر نہیں کر سکتا، اور امام حاضر نہیں ہے تو کوئی بھی پڑھا دیتا ہے، امام کا انتظار نہیں کرتے، یہ صحیح طریقہ نہیں۔ دور اول میں ائمہ کا مسجد پر کنٹرول تھا، ان کی مرضی کے خلاف نمازیں نہیں ہو سکتی تھیں، یہی سنت ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۴۲۵ ج ۲)

ہم نے سحری میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے نبوی طریقہ چھوڑ دیا عہد رسالت میں رمضان المبارک کی راتوں میں جو دواذانیں دی جاتی تھیں ان میں سے پہلی اذان سحری کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے تھی، اور دوسری اذان فجر کے لئے تھی، ہم لوگ سحری میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں، اور جو طریقہ آپ ﷺ کا تھا اس پر عمل نہیں کرتے، یہ ٹھیک نہیں، گھنٹہ، ڈھول اور سائران وغیرہ نہیں بجانا چاہئے، بلکہ آپ ﷺ کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

(تحفۃ القاری ص ۴۸۵ ج ۲)

نوٹ:..... بعض علاقوں میں مؤذن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ پورے گاؤں یا محلہ میں جا کر آواز دے اور لوگوں کو اٹھائے۔ از: مرتب

نماز کے بعد دعا کا ترک صحیح نہیں ہے

سلفی کہتے ہیں: اب نمازوں کے بعد دعا کا التزام ہو گیا ہے، اس لئے اس کو بند کر دینا ضروری ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے عدم دعا کا التزام شروع کر دیا ہے، لہذا اس کو بھی بند کرنا ضروری ہے۔

اصلاح کا یہ طریقہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا بند کر دیا جائے، یہ تو دوسری غلطی ہے، پہلی غلطی التزام دعا تھی، دوسری غلطی ترک دعا ہے، بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ امام صاحب

وقتاً فوقتاً لوگوں کو مسئلہ سمجھائیں، اور گاہ بہ گاہ اس پر عمل کر کے بھی دکھائیں، ان شاء اللہ ایسا کرنے سے لوگ صحیح بات سمجھ لیں گے۔ (علمی خطبات ص ۵۳ ج ۲)

مدارس میں دارالافتاء کا جال

آج کل ہمارے ملک اور پڑوس کے ملک دونوں میں دارالافتاء کا جال بچھا ہوا ہے، بلکہ اب نئے مدارس دارالافتاء سے شروع ہوتے ہیں، اور داخلہ کے لئے کوئی استعداد ضروری نہیں، ہر فارغ داخلہ لے سکتا ہے، اور چند ماہ میں مفتی بن جائے گا، اور خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے گا کہ اسے سب کچھ آ گیا۔ اور لوگ بھی اس سے مسائل پوچھنے لگیں گے اور وہ ”صلِّ و اضلِّ“ کا مصداق بن جائے گا، مگر مدارس میں استعداد سازی پر محنت کرنے والا کوئی نہیں، اس مدرسہ کو چھوٹا مدرسہ سمجھا جاتا ہے (جس میں دارالافتاء نہیں ہوتا) چندہ بھی اس کو کم ملتا ہے، اس لئے ہر شخص دورہ یا دارالافتاء کھول کر بیٹھ جاتا ہے، یہ جو طریقہ تیزی سے چل پڑا ہے یہ بھی تباہی کا پیش خیمہ نظر آتا ہے۔ (علمی خطبات ص ۲۷۰ ج ۲)

دیوبندیت کا امتیاز مٹ رہا ہے، اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج دیوبندیت کا امتیاز انبیاء، اولیاء اور ان کی قبور کو صحیح مقام دینا ہے، ان کے بارے میں غلو سے بچنا ہے، مگر اب ہم بھی اولیاء کی قبور کے ساتھ وہی معاملہ کرنے لگے ہیں جن کو بدعات کے دائرے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج عام ہو گیا ہے، جبکہ ”ترمذی شریف“ میں حسن صحیح حدیث ہے، اس میں قبروں پر لکھنے سے منع کیا گیا ہے، ہاں یہ جزئیہ فقہ میں ضرور ہے کہ بڑوں کی قبر پر لکھ سکتے ہیں، مگر بڑا کون ہے؟ اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ پس ماندگان کے نزدیک تو ان کا مرحوم بڑا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ نہ مقبرہ قاسمی میں کوئی کتبہ تھا، نہ حضرت لنگوہی قدس سرہ کی قبر پر، نہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی قبر پر، مگر

اب مقبرہ قاسمی میں ہم جاتے ہیں تو عیسائیوں کی قبرستان کا سماں نظر آتا ہے۔

(جلسہ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۳۹، ۴۰)

مسجد کے احاطہ اور مدرسہ میں بزرگوں کی تدفین منع ہے

اب دیوبندیوں میں بزرگوں کی مسجد میں تدفین کا اور مدارس کے بانیان کا مدرسہ میں تدفین کا عام رواج ہو چلا ہے، جبکہ حدیث شریف میں اس کی صاف ممانعت ہے، اپنی ملکیت میں تدفین تو جائز ہے، یا گورغریباں میں تدفین ہو، مسجد اور مدرسہ کسی کی ملکیت نہیں مدرسہ اس کے بانی کا ذاتی وقف نہیں، چندے سے قائم کیا گیا ہے، پھر بانی کی مدرسہ میں تدفین کا کیا مطلب؟ کل جب جہالت کا دور شروع ہوگا تو انہی قبروں کی پوجا شروع ہو جائے گی۔ (جلسہ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۴۱)

یہ پروپیگنڈہ کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا

لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا، اس پروپیگنڈہ کی کچھ حقیقت نہیں، دارالعلوم دیوبند مسلک حق کا محافظ ہے، اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ کوئی بھی اشتباہ پیدا نہ ہونے دے تاکہ راہ حق کے راہرو منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اور اگر دارالعلوم دیوبند کو یہ الزام دیا جاتا ہے تو یہ الزام تو آقائے مدنی ﷺ تک پہنچے گا، تہتر فرقوں والی حدیث میں یہی تفریق تو کی گئی ہے، پھر یہ الزام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچے گا، آپ نے آیت کریمہ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ”خاصۃ فی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ یہ آیت کریمہ صرف صحابہ کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اگر قیامت تک کی ساری امت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ”انتم“ فرماتے ”کنتم“ نہ فرماتے، پھر فرمایا کہ: صحابہ کے بعد جو لوگ آئیں گے

ان میں سے جو لوگ صحابہ کے عقائد و اعمال پر ہوں گے وہی آیت کا مصداق ہوں گے۔
 (حیۃ الصحابہ، از: حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی، باب ثالث: در بیان آثار)
 (حیۃ الصحابہ عربی ص: ۱۰۱/۱۰۲ ج: ۱، الآثار فی صفة الصحابة الکرام رضی اللہ عنہم، دار ابن کثیر
 حیۃ الصحابہ اردو ص: ۶۸ ج: ۱، ط: مکتبۃ العلم، کراچی)
 پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی امت میں تفریق کی ہے، یہ الزام تو ان
 کے سر بھی جائے گا۔

ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟

ایک سوال..... امت کا انتشار امت کی کمزوری کا باعث ہے، اور ان کا اتحاد ملت کی قوت کا
 سبب ہے، پھر ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟
 جواب..... اس سلسلے میں یہ قاعدہ جاننا چاہئے کہ ملکی مسائل میں ملک کے تمام باشندوں کو مل
 کر بیٹھنا چاہئے، اور ملک کی سالمیت کے لئے متفقہ فیصلہ کرنا چاہئے، جنگ آزادی کے
 وقت ہندو مسلم اتحاد اس کی مثال ہے۔
 اور ملی مسائل میں ملت کے تمام فرقوں کو مل کر بیٹھنا چاہئے، اور ملت کی سلامتی کے لئے
 ایک آواز بلند کرنی چاہئے، مسلم پرسنل لاء کا اتحاد اس کی مثال ہے، مسلم پرسنل لاء میں
 قادیانیوں کے علاوہ تمام جماعتیں شامل ہیں۔

اور مسلک و مشرب کے اختلاف میں ہر ایک کو اپنی رائے پر رہ کر نزاع سے بچنا چاہئے،
 اس وقت زیر بحث یہ تیسری صورت ہے، حق اور باطل روشنی اور تاریکی، ہدایت اور گمراہی
 ایک ساتھ جمع ہوں گے تو نقصان اہل حق کا ہوگا، باطل فرقے اپنی دعوت جاری رکھیں گے
 اور اہل حق کا میدان تنگ ہوتا جائے گا۔ (جلسہ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۸۴/۸۵/۸۶)

دعوت و تبلیغ والوں کا جہاد کے فضائل اپنے کام پر چسپاں کرنا صحیح نہیں
 یزید بن ابی مریم کہتے ہیں: عباہ بن رفاعہ پیچھے سے آکر مجھ سے ملے، میں نماز جمعہ کے
 لئے جا رہا تھا، انہوں نے کہا: خوشخبری سن لو، آپ کے یہ قدم راہ خدا میں ہیں، میں نے
 حضرت ابو عبس انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ جس کے قدم راہ خدا میں گرد
 آلود ہوں وہ جہنم پر حرام ہیں۔

”کتاب الجہاد“ میں آنے والے فضائل ایک خاص کام کے لئے ہیں، لیکن تبلیغی
 جماعت کے حضرات ان روایات کو عام رکھتے ہیں، بلکہ اپنے ہی کام کو اس کا مصداق
 ٹھہراتے ہیں، اور ان حضرات نے ”مشکوٰۃ“ سے جوابات منتخب کئے ہیں ان میں پوری
 ”کتاب الجہاد“ شامل کی ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کا کام بھی جہاد ہے، میری
 اس موضوع پر حضرت مولانا محمد عمر صاحب قدس سرہ سے گفتگو بھی ہوئی ہے اور مکاتبت بھی
 ہوئی ہے، حضرت قدس سرہ کا موقف یہ تھا کہ ہمارا کام بھی جہاد ہے، حضرت نے ایک خط
 میں اپنی دلیل کے طور پر ”ترمذی شریف“ کی یہی روایت مجھے لکھی تھی کہ عباہ نے مسجد
 میں جانے کو فی سبیل اللہ کا مصداق ٹھہرایا ہے، پھر دعوت و تبلیغ کا کام اس کا مصداق کیوں
 نہیں ہو سکتا؟ میں نے جواب لکھا کہ:

اول تو..... عباہ صحابی نہیں ہیں، صحابہ کے اقوال حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں، اور تابعین کے
 بارے میں خود امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”ہم رجال و نحن رجال“، یعنی ان کے
 اقوال ہم پر حجت نہیں، اگر کسی صحابی نے اس اصطلاح کو عام کیا ہوتا تو بات بھی تھی۔

ثانیا..... دعوت و تبلیغ ہی اس کا مصداق کیوں؟ آپ اگر چہ ”ہی“ نہیں استعمال کرتے
 ”بھی“ کہتے ہیں، مگر جماعت تبلیغ کے عوام نے تو اس ”بھی“ کو ”ہی“ سے بدل دیا ہے،

یعنی وہ اپنے ہی کام کو جہاد کہتے ہیں، بلکہ وہ حقیقی جہاد کو بھی شاید جہاد نہیں مانتے، جہاد (کے فضائل) ان کے نزدیک دعوت تبلیغ میں منحصر ہیں۔

ثالثا..... دیگر دینی کام کرنے والے مثلاً تعلیم و تدریس میں مشغول اور تصنیف و تالیف میں منہمک لوگ اپنے کام کے لئے فی سبیل اللہ اور جہاد والے فضائل ثابت نہیں کرتے، پھر جماعت ہی یہ روایات کیوں استعمال کرتی ہے؟ اس کے بعد حضرت کا اس موضوع پر کوئی خط نہیں آیا۔

البتہ ایک دوسرے خط میں حضرت قدس سرہ نے یہ عقلی دلیل لکھی تھی کہ جہاد حسن وغیرہ ہے، فی نفسہ تو جہاد فساد فی الارض ہے، اور دعوت و تبلیغ کا کام فی نفسہ حسن لذاتہ ہے، یہ دعوت الی اللہ اور دعوت الی الاعمال الصالحہ ہے، پس جو فضیلت اور ثواب حسن وغیرہ کا ہے وہ حسن لذاتہ کا کیوں نہیں؟ میں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ ثواب میں قیاس ہے اس لئے معتبر نہیں، کیونکہ قیاس احکام شرعیہ میں چلتا ہے دیگر امور توقیفی ہیں، یعنی ان کے لئے نص چاہئے۔ نیز اجر بقدر مشقت ہوتا ہے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کس کام میں کتنی مشقت ہے؟ اور کس کام کا کتنا ثواب ہونا چاہئے؟ بندے یہ بات نہیں جان سکتے، اور یہاں تو بات بدیہی ہے، جہاد اصطلاحی کی مشقت کے پاسنگ کو بھی مروجہ تبلیغ کا کام نہیں پہنچ سکتا، پھر وہ اجر و ثواب اور وہ فضائل اس کام کے لئے بلکہ کسی بھی دینی کام کے لئے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور آج تک کسی نے یہ روایات دیگر کاموں کے لئے بیان نہیں کیں۔ ملحوظہ..... میں دعوت و تبلیغ کا مخالف نہیں ہوں، میں تمام دینی کاموں کی اور ان کے کارکنان کی قدر کرتا ہوں، اور دعوت و تبلیغ سے تو بطور خاص تعلق رکھتا ہوں، مگر میرے لئے اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف مقدر کی ہے، یہ اپنا نصیب ہے، اس لئے میری بات کو کسی مخالفت پر محمول نہ کیا جائے، بلکہ میں نے جو بات عرض کرنی چاہئے تھی وہ

کی ہے۔ (تحفۃ الامعی ص ۵۶۲ ج ۴)

تبلیغی جماعت کے حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ان کا کام جہاد ہے، کیونکہ جب جمعہ کے لئے جانا فی سبیل اللہ ہے تو تبلیغ کے لئے نکلتا فی سبیل اللہ کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ تبلیغ کے لئے نکلتا فی سبیل اللہ (راہ خدا میں نکلتا) ہے مگر یہ الحاق ہی اس کی فضیلت ہے، جہاد فی سبیل اللہ کے تمام فضائل تبلیغ کے لئے ثابت نہیں کئے جائیں گے، جیسے ”مشکوٰۃ“ ”کتاب العلم“ میں حدیث ہے: ”من خرج يطلب العلم فهو فی سبیل اللہ حتی یرجع“ جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلا وہ جب تک گھر لوٹ نہ آئے اللہ کے راستہ میں ہے، یعنی طالب علم: مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ لاحق ہے، اور یہ الحاق ہی اس کی فضیلت ہے۔ یا جیسے ایک مرتبہ صحابہ کا سپہ گری میں مقابلہ ہو رہا تھا، نبی ﷺ بھی موجود تھے، دونوں پارٹیوں کے لیڈروں نے اپنے لئے آدمیوں کا انتخاب کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بچ گئے، نبی ﷺ نے ان کو اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا: ”سلمان منا اہل البیت“ سلمان ہمارے گھرانے کے فرد ہیں۔ یہ الحاق ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لئے فضیلت ہے، اہل بیت کے تمام فضائل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت نہیں کئے جائیں گے۔

مگر تبلیغی احباب کو اصرار ہے کہ ہمارا کام ہی فی سبیل اللہ ہے، پھر وہ جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ کی تمام آیات و احادیث کو اپنے کام کا مصداق قرار دیتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے، اس لئے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جو آیات و احادیث جہاد کے ساتھ خاص ہیں تبلیغی کام ان کا مصداق نہیں۔ حدیث شریف میں طالب علم کو فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے، مگر کوئی شخص طالب علم کے لئے جہاد کی آیات و احادیث استعمال نہیں کرتا، اور اہل

بیت کے تمام فضائل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت نہیں کرتا، اسی طرح تبلیغی کام بے شک دینی کام ہے، مگر اس کام کو ان آیات و احادیث کا مصداق قرار دینا جو مجاہدین کے لئے ہیں، سخت غلطی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۲۲۸ ج ۳)

تبلیغ والوں کا نمازیوں کا خیال رکھے بغیر نماز کے بعد اعلان شروع کر دینا مسجد دراصل نماز پڑھنے کے لئے ہے، پھر دیگر دینی کاموں کے لئے ہے، لہذا جب تک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں جماعت خانہ میں دیگر دینی کام نہیں کرنے چاہئیں۔ تبلیغ والے نمازوں کے بعد خاص طور پر مغرب کے بعد جلدی دو سنتیں پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اعلان کرنے لگتے ہیں: ”نمازیوں کا خیال کر کے آگے آجائیں“ حالانکہ وہ خود خیال نہیں کر رہے ہیں۔ ابھی لوگ سنتوں میں مشغول ہیں اور وہ یہ اعلان شروع کر دیتے ہیں، اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے، لہذا ان کو اس سے احتراز کرنا چاہئے، جب لوگ سنتوں سے فارغ ہو جائیں تو دین کے دوسرے کام مسجد میں کرنے کی اجازت ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۱۴۰ ج ۲)

تبلیغی احباب کہتے ہیں: دعوت کے کام پر جہاد کا ثواب ملے گا، یہ صحیح نہیں تبلیغی احباب کہتے ہیں: جہاد حسن وغیرہ ہے، اور دعوت کا کام حسن لذاتہ ہے، پس جو ثواب حسن وغیرہ کے لئے ہے وہ ثواب ہمارے کام کے لئے بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ ان کی یہ بات صحیح نہیں، ثواب کا مدار حسن پر نہیں، نماز بھی حسن لذاتہ ہے، مگر اس کے لئے جہاد کا ثواب کوئی ثابت نہیں کرتا، بلکہ اجر کا مدار مشقت پر ہے، اور جہاد کی مشقت میں اور دعوت کی مشقت میں آسمان و زمین کا فرق ہے، پس دونوں کا ثواب ایک نہیں ہو سکتا، اور آیات و احادیث جہاد کا تبلیغ کے کام کے لئے پڑھنا درست نہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۵۱۲ ج ۲)

چوتھا باب..... حدیث میں بصیرت کی مثالیں

ترمدی کی دو روایتوں میں الجھن اور حضرت کی فہم

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو بہتر ہے، اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ہے، اور جو لیٹ کر پڑھے اس کے لئے بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے آپ ﷺ سے بیمار کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو کروٹ پر لیٹ کر پڑھو۔

تشریح:..... ان دونوں روایتوں کا مدعی متعین کرنے میں شارحین بہت الجھے ہیں، کیونکہ ان کی زیادہ سے زیادہ چار تقدیریں ہو سکتی ہیں: (۱): دونوں روایتیں فرض نماز سے متعلق ہوں، (۲): دونوں نفل نماز سے متعلق ہوں، (۳): دونوں میں مریض کی نماز کا حکم ہو، (۴): یا دونوں تندرست کی نماز کے بارے میں ہوں۔

میں نے دونوں حدیثوں کو ملا کر ان کا جو مطلب سمجھا وہ یہ ہے کہ یہ دونوں فرض کے بارے میں ہیں، اور ان میں بیمار کی نماز کا حکم ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیمار کی نماز کے بارے میں دریافت کرنا اس کی دلیل ہے۔ اور پہلی حدیث میں ثواب کا بیان ہے، اور دوسری میں صحت صلوٰۃ کا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ میں عامل کی قدرت کا اعتبار ہے، اور ثواب میں نفس الامر کی قدرت کا لحاظ ہے۔ یعنی اگر مصلیٰ کا خیال ہے کہ وہ کھڑے ہو کر فرض پڑھنے پر قادر نہیں تو وہ نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، نماز ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی بھی ہمت نہیں تو لیٹ کر پڑھے، نماز صحیح ہو جائے گی، مگر ثواب نفس الامر کی قدرت کے لحاظ سے ملے گا۔ پس جو شخص بے ہمت ہو گیا اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی حالانکہ نفس الامر میں اسے قیام پر قدرت ہے تو اسے آدھا ثواب ملے گا۔ اور اگر وہ واقعی قیام پر قادر نہیں اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھی تو پورے ثواب کا مستحق ہوگا۔ یہی مسئلہ لیٹ کر نماز پڑھنے والے کا ہے: اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے مگر وہ بے ہمتی کی بناء پر لیٹ کر پڑھتا ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں جتنا ثواب ملے گا اس سے آدھا ملے گا، اور اگر نفس الامر میں بھی بیٹھ کر پڑھنے پر قادر نہیں تو پھر لیٹ کر پڑھی ہوئی نماز کا پورا ثواب ملے گا۔

غرض آپ ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو ایک تو مسئلہ بتایا ہے کہ مریض کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، اور لیٹ کر ہر طرح نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور دوسری بات یہ بتائی ہے کہ ثواب میں نفس الامر کی قدرت کا لحاظ ہے۔

(تحفۃ اللمعی ص ۱۹۹ ج ۲۔ تحفۃ القاری ص ۴۴۰ ج ۳)

تسبیحات نوافل کے بعد پڑھے یا فرضوں کے بعد، اور حضرت کی رائے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں تحریر فرمایا ہے کہ تسبیحات فرضوں کے بعد متصل پڑھنی چاہئیں، مگر میری ناقص رائے یہ ہے کہ یہ تسبیحات سنن و نوافل سے فارغ ہو کر پڑھنے چاہئیں، تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث۔ کہ: آپ ﷺ فرضوں کے بعد صرف ”اللّٰهُمَّ اِنْتَ السَّلَام“ کے بقدر بیٹھتے تھے۔ کے خلاف لازم نہ

آئے۔ (تحفۃ الامعی ص ۲۴۸ ج ۲۔ تحفۃ القاری ص ۱۷۱ ج ۳)

”سونے سے پہلے وتر پڑھ لو“ سے کیا مراد ہے؟ اور حضرت کی رائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ: میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

اس حدیث میں وتر سے کیا مراد ہے؟ عام طور پر یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس سے مراد وتر حقیقی ہے، مگر میری رائے میں حدیث مذکور میں صرف وتر مراد نہیں ہے، بلکہ وتر اور صلوة اللیل کا مجموعہ مراد ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اٹھنے کا یقین نہ ہو، اس کے مشاغل ایسے ہوں کہ وہ اٹھ نہیں سکتا، یا دیر سے سوتا ہے، یا طبعی طور پر مزاج ایسا ہے کہ پڑا اور مرا ایسے لوگوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ سونے سے پہلے تہجد کی نیت سے نفلیں پڑھ لیں، پھر وتر پڑھیں اور سو جائیں۔ یہ تہجد نہیں بلکہ ایڈوانس بدل ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی وجہ سے تہجد نہیں پڑھ پاتے تو سورج نکلنے کے بعد بارہ رکعت پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے یہ نفلیں تہجد کی نہیں بلکہ اس کا بدل ہیں، اور بدل مؤخر بھی ہو سکتا ہے اور مقدم بھی۔ غرض حدیث میں حقیقی وتر مراد نہیں، بلکہ تہجد کا بدل مراد ہے۔ (تحفۃ الامعی ص ۷۳۰ ج ۲)

ظہر سے پہلے سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں یا دو؟ اور حضرت کی رائے ظہر سے پہلے سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں یا دو رکعت؟ دونوں طرح کی روایات منقول ہیں، اور دونوں صحیح ہیں۔ علامہ بدر الدین عینی اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ کا رجحان یہ ہے اور میری بھی ناقص رائے یہی ہے کہ دونوں روایتیں معمول بہا ہیں، عمومی احوال میں ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، اور وقت کی تنگی ہو، جماعت کھڑی ہونے والی ہو تو پھر دو رکعت پڑھ لے، اس سے بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (تحفۃ الامعی ص ۲۵۵ ج ۲)

نوٹ:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نماز ظہر سے پہلے چار رکعت اور نماز ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ کو کبھی ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کا موقع نہ ملتا تو ظہر کے بعد چار رکعت ادا فرمالتے۔

(۱)..... عن علی قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي قبل الظهر اربعا و بعدها ركعتين۔

(۲)..... عن عائشة : ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا لم يصل اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها۔

(ترمذی، باب ما جاء في الاربع قبل الظهر، و باب آخر منه، رقم الحديث: ۴۲۶/۴۲۷)

اس لئے وقت کی تنگی ہو اور پہلے نہ پڑھ سکے تو بعد میں پڑھ لینی چاہئے۔ مرغوب احمد

میرے نزدیک ”عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں“ کی توجیہ

حدیث شریف میں ہے: عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: اس کی دس توجیہیں کی گئی ہیں، میرے نزدیک وہ سب صحیح نہیں، اس لئے میں نے گیارہویں توجیہ کی ہے، آپ حضرات کی سمجھ میں یہ توجیہ نہ آئے تو بارہویں توجیہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ وہ دس توجیہیں کیا ہیں، اور کیوں صحیح نہیں؟ یہ تفصیل طلب بات ہے۔.....

پس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مقصود صرف رمضان کی فضیلت بیان کرنا ہے، یعنی اگر رمضان انتیس دن میں پورا ہو تو بھی ثواب پورے تیس دن کا ملے گا، اور ماہ ذی الحجہ کا تذکرہ محض طرداً للباب کیا گیا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عربی زبان کا اسلوب بیان یہ ہے کہ جب دو چیزوں میں مناسبت ہوتی ہے تو دونوں کو ملا کر ایک چیز کا حکم بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اقتلوا الاسودین فی الصلوة: الحبة والعقرب“ اس حدیث کا مقصود سناپ کو مارنے کا حکم دینا ہے، بچھو کا تذکرہ تبعاً ہے، مگر چونکہ حدیث میں بچھو کا بھی تذکرہ آیا ہے اس لئے اس کو بھی ماردینا چاہئے۔

اسی طرح مسلسلالات میں ایک موضوع حدیث ہے: ”اضافنی بالاسودین: التمر والماء“ میری ضیافت کی دو کالی چیزوں سے یعنی کھجور اور پانی سے۔ کھجور تو کالی ہوتی ہے اور اس سے ضیافت بھی کی جاتی ہے، مگر پانی نہ تو کالا ہوتا ہے اور نہ اس سے ضیافت کی جاتی ہے، مگر چونکہ کھجور کے ساتھ پانی بھی پیا جاتا ہے، اس مناسبت سے اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا۔ اسی طرح یہاں بھی حدیث کا ماسبق لاجلہ الکلام صرف رمضان ہے، مگر مناسبت کی وجہ سے عید کے دوسرے مہینہ ذی الحجہ کا بھی تذکرہ کر دیا اور مقصود بنائے حکم کی طرف ذہن کو منعطف کرنا ہے، یعنی ثواب اس لئے نہیں گھٹے گا کہ وہ عید کا مہینہ ہے۔ خوشی کے موقع پر ثواب گھٹا دیا جائے تو خوشی کر کر رہی ہو جاتی ہے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۶۲-۶۳ ج ۳)

ایک حدیث سے میں نے یہ سمجھا کہ احکام کی تشریع کی صورتیں یہ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ بعض کاموں کو باوجود چاہت کے نہیں کرتے تھے، اس خوف سے کہ لوگ ان پر عمل کریں گے اور وہ ان پر فرض کر دیئے جائیں، مثلاً آپ ﷺ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے، اور میں پڑھتی ہوں۔

حضرت نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ: اس حدیث سے میں نے یہ بات سمجھی ہے کہ احکام کی تشریع کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ امت کسی حکم کی خواہش کرے اور نبی

اس کی تائید کرے، پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ حکم لازم کر دیا جاتا ہے، جیسے مسلمانوں نے جمعہ کی نماز شروع کی اور آپ ﷺ نے اس کی تائید فرمائی تو جمعہ فرض ہو گیا، اور آپ ﷺ نے ہر نماز سے پہلے مسواک کرنا چاہا، مگر امت کی طرف سے کوئی اشتیاق سامنے نہیں آیا تو مسواک فرض نہیں ہوئی، اور اس کے برعکس صورت یہ ہے کہ لوگوں نے تراویح کی انتہائی خواہش کی، مگر آپ ﷺ نے اس کی تائید نہیں فرمائی، اور آپ ﷺ چوتھے دن تشریف نہیں لائے کہ کہیں تراویح فرض نہ ہو جائے، پس تراویح فرض نہیں ہوئی۔

(تحفۃ القاری ص ۴۵۳ ج ۳)

اولیائی تحت قِبَابِی لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِی، موضوع روایت ہے

مسئلہ:..... اہل تصوف میں یہ روایت منقول ہے: ”اولیائی تحت قِبَابِی لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِی“، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے اولیاء میرے قبوں میں ہیں، ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۵۱۳: ۹) کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۵۳۲۸ کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حدیث قدسی کے طور پر لکھا ہے، اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، اور اس میں ”قِبَابِی“ ہے، قِبَا: کے معنی ہیں: چوغہ، پس ترجمہ یہ ہے: میرے اولیاء میرے چوغے میں ہیں، ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا، مگر جرّ قتاوی میں ”قِبَابِی“ ہے، یہ ”قُبَّة“ کی جمع ہے، فتویٰ میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ محض بے اصل روایت ہے، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے، اور حیرت کی بات ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے موضوعات پر دو کتابیں لکھی

ہیں، پھر ان کا ذہن اس کی طرف کیوں نہیں گیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۰ ج ۱۷)

بیعت کے وقت عورت کے ہاتھ پکڑنے کی روایات معتمد علیہ نہیں
مسئلہ:..... بیعت کے وقت اجنبی عورت کے ہاتھ پکڑنے کے جواز کی روایات ”تفسیر کبیر“
اور ”روح البیان“ وغیرہ میں ہیں ان کا حال معلوم نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ایسی روایات ہیں اور قابل استدلال بھی ہیں، مگر معتمد علیہ نہیں
ہیں۔ روح المعانی ص ۲۸ ج ۱۸، سورہ ممتحنہ، آیت نمبر: ۱۲ کی تفسیر میں ہے: ”او من یشیت
ذلک یقول بالمصافحة وقت المباہیة، والاشہر المعول علیہ ان لا مصافحة“ بلکہ
اعتماد مسلم شریف کی روایت پر ہے (کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھویا)۔
(مسلم ص ۱۳۱ ج ۲، کتاب الامارۃ، باب کیفیۃ بیعة النساء)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۶ ج ۱۷)

کیا حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں؟

مسئلہ:..... حضرت حواء رضی اللہ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا ذَوْجَهَا﴾ (سورہ نساء، آیت: ۱) کی جو تفسیر کی
جاتی کہ حواء رضی اللہ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا، یہ تفسیر اسرائیلی
روایات کی روشنی میں کی جاتی ہے، بائبل میں آج بھی یہ مضمون ہے، البتہ صحیح روایت ایک
ہے جو ابھی آ رہی ہے، مگر اس میں عورت کی تخلیق کا بیان نہیں ہے، بلکہ نسوانی فطرت میں جو
کچھ ہے اس کی تمثیل (پیرایہ بیان) ہے۔

اور ”روح المعانی“ میں سورہ النساء کی پہلی آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں ایک بڑے
تابعی کا قول ذکر کیا ہے: ”خُلِقَتْ حَوَاءٌ مِنْ بَقِيَّةِ طِينَةِ آدَمَ“ یعنی آدم علیہ السلام کے لئے

جو مٹی تیار کی گئی تھی اس کے باقی ماندہ سے حواء رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا، بلکہ سبھی انواع کی تخلیق اسی طرح ہوئی ہے، نوع کے پہلے دو فرد مٹی سے بنائے گئے ہیں، پھر ان میں تو والد و تناسل کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے، پس اگر آپ پسلی کو سیدھا کرنا چاہیں گے تو اس کو توڑ بیٹھیں گے اور اگر اس کو ٹیڑھا رہنے دیں گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

تشریح:..... اس حدیث میں نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل ہے، پسلی کی مثال سے اس کو سمجھایا ہے، پسلی میں کجی فطری ہوتی ہے وہ کسی طرح ختم نہیں ہو سکتی، کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی، یہی حال صنفِ نساء کا ہے، اس کی فطرت میں کجی ہے، جو کبھی نکل نہیں سکتی، اس لئے اس بات کو پیش نظر رکھ کر بیوی سے معاملہ کرنا چاہئے، یعنی حسن سلوک کرنا چاہئے، بیوی کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا چاہئے، اس کی نامناسب باتوں کو نظر انداز کرنا چاہئے، جیسا نباہ ہوگا، اور اگر کوئی چاہے گا کہ بیوی کو سیدھا کر دے تو یہ ناممکن ہے اس کو سیدھا نہیں کر سکے گا، بلکہ اس کو توڑ بیٹھے گا، اور بیوی کو توڑنا یہ ہے کہ طلاق کی نوبت آجائے گی، پس اس سے بہتر نرمی کا معاملہ کرنا ہے۔

فائدہ:..... اس حدیث کو دادی حواء رضی اللہ عنہا کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، مگر حاشیہ میں اس قول کو ”قیل“ سے ذکر کیا ہے، یعنی یہ ضعیف قول ہے، صحیح بات وہ ہے جو اوپر بیان کی، اور حاشیہ میں قاضی

بیضاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے ”اَنْهَنْ خُلِقْنَ خُلُقًا فِيْهِنَّ اِعْوِجَاجٌ : فَكَانَ خُلُقُنَّ مِنْ اَصْلِ مُعْوِجٍ ، كَالضَّلَعِ مَثَلًا ، فَلَا يَتَهَيَّأُ اِنْتِفَاعٌ بِهِنَّ اِلَّا بِالصَّبْرِ عَلَى اِعْوِجَاجِهِنَّ“ عورتوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ ان میں کجی ہے، پس گویا عورتیں ٹیڑھی اصل سے پیدا کی گئی ہیں، مثلاً پسلی سے، پس ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں مگر ان کی کجی پر صبر کرنے کے ذریعہ، حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے، اور جو عام بات چلی ہوئی ہے وہ ضعیف ہے، اسرائیلیات سے وہ بات درآئی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۳۰ ج ۱۸ - تحفۃ القاری ص: ۵۳۶/۵۳۷/۵۳۸ ج ۶)

علماء سوء سے عام مسلمان بہتر ہیں، یہ صحیح نہیں

مسئلہ:..... حدیث شریف میں ہے: جو عالم برے ہیں وہ تمام بدوں سے بد ہیں۔ اس پر تحریر فرماتے ہیں: مگر لوگ ایک غلطی کرتے ہیں، بعض عوام سے ”صالح“ فرد مراد لیتے ہیں، اور بعض عالم سے ”طالح“ (بد) پھر موازنہ کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں، جب عوام میں سے صالح فرد لیا ہے تو علماء میں سے بھی صالح فرد لینا چاہئے، اور اگر علماء میں سے برے کو لیا ہے تو عوام میں سے بھی برے کو لینا چاہئے، پھر موازنہ کرنا چاہئے تو اس جملہ کی خطا ظاہر ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۵ ج ۱۷)

فاسق کی اذان توبہ کے بعد مکروہ نہیں

مسئلہ:..... فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن اگر وہ سچی توبہ کر لے اور لوگ اس کی توبہ سے مطمئن ہو جائیں تو پھر کراہت مرتفع ہو جائے گی، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ (آداب اذان و اقامت ص ۹۸)

عمامہ باندھ کر نماز کی فضیلت والی روایت کا حکم

مسئلہ:..... ”فردوس دیلمی“ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کی ستر رکعت سے بہتر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: فرض یا نفل نماز عمامہ کے ساتھ پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس درجہ بڑھی ہوئی ہے، اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے ستر درجہ بہتر ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سیوطی رحمہ اللہ نے ”جامع صغیر“ (حرف راء) میں ذکر فرما کر ضعیف کا نشان بنایا ہے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے ”فیض القدیر“ میں لکھا ہے کہ: سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”هذا الحديث لا يثبت“ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سیوطی رحمہ اللہ نے ”جامع صغیر“ (حرف صاد) میں ذکر فرمائی ہے اور صحیح کا نشان بنایا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو موضوع کہا ہے۔ سخاوی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”موضوعات کبریٰ“ اور ”صغریٰ“ دونوں میں اس کو موضوع کہا ہے۔ اور ”الموضوعات الکبریٰ“ میں تو سیوطی رحمہ اللہ پر ”جامع الصغیر“ میں ذکر کرنے پر اعتراض بھی کیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۱۸۶ ج ۲)

پانچواں باب..... حضرت رحمہ اللہ کی فقہی بصیرت

حائضہ کا قرآن کریم کے کلمات کو الگ الگ کر کے پڑھنا

مسئلہ:..... حائضہ تعلیم و تعلم کی صورت میں (قرآن کریم کے کلمات کو) الگ الگ ایک ایک کلمہ (کر کے) پڑھا سکتی ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن تعلیم کی صورت میں تو الفاظ کی تقطیع ممکن ہے، تعلیم کی صورت میں یہ بات ناممکن ہے، پس حائضہ زمانہ حیض میں حفظ و ناظرہ نہ پڑھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۹ ج ۱۴)

ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو وغیرہ کا شمار حاجتِ اصلیہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟
فائدہ:..... ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو وغیرہ کا شمار حاجتِ اصلیہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یعنی نصابِ غیر نامی میں ان کو شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ دارالافتاء ان کو حاجتِ اصلیہ میں شمار نہیں کرتا مگر میں اس مسئلہ میں توسع سے کام لیتا ہوں۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں ابتلائے عام ہے وہ حاجتِ اصلیہ میں شمار ہے، جیسے کئی کئی جوڑے کپڑے۔ سات جوڑوں تک میں حاجتِ اصلیہ میں شمار کرتا ہوں۔ اسی طرح ٹیلی فون وغیرہ کو بھی حاجتِ اصلیہ میں شمار کرتا ہوں اور ان کا استثناء کرتا ہوں، واللہ اعلم۔

(تحفۃ اللمعی ص ۵۶۶ ج ۲)

حقیقی تملیک کے بغیر زکوٰۃ کا حیلہ حیلہ نہیں، ڈھونگ ہے

مسئلہ:..... زکوٰۃ کے مال کو حیلہ کرنا جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حیلہ تملیک: اسی وقت حیلہ ہوگا جب واقعی تملیک ہو، ورنہ وہ

حیلہ نہیں ہے ڈھونگ ہے، اس سے کوئی حلت پیدا نہ ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۷۷ ج ۱۴)

مفت خوری کی عادت پڑنے کا شبہ ہو تو زکوٰۃ نہیں دینی چاہئے

سوال:..... جس کے پاس مایغنیہ ہو اس کو زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں؟

جواب:..... اگر احتمال ہو کہ اسے مفت خوری کی عادت پڑ جائے گی تو نہیں دینی چاہئے۔ اور اگر کارآمد آدمی ہے، مگر ضرورت مند اور عیال دار ہے، اور مفت خوری کی عادت پڑنے کا احتمال نہیں تو زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنی چاہئے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۵۶۶ ج ۲)

متولی کا اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے پیسہ کو قرض لینا

مسئلہ:..... اگر مسجد میں پیسے ہوں، اور بالفعل ضرورت نہ ہو اور اطمینان ہو کہ قرض لینے سے وہ روپیہ ضائع نہ ہوگا اور بہ وقت ضرورت مسجد فوراً ادا ہو سکے گا، اور واپس کر دیا جائے گا تو مسجد کے متولی کو اپنی ضرورت کے لئے قرض لینے کی گنجائش ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں کہ: مگر یہ اطمینان بہ قضائے قاضی قرض لینے کی صورت ہی میں ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۵۲ ج ۱۳)

مسجد کی دیواروں پر ”یا غوث اعظم دست گیر“ لکھنا درست نہیں

مسئلہ:..... مسجد کی دیواروں پر ”یا غوث اعظم دست گیر“ لکھنا درست نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں:

غوث: فریادرس، اعظم: سب سے بڑے، غوث اعظم سب سے بڑے فریادرس اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے علاوہ کوئی غوث اعظم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دست گیر: ہاتھ پکڑنے والا، یعنی

بے کسوں کا سہارا بننے والا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، اس لئے یہ لکھنا بھی جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان سے جاہل غوث اعظم دست گیر سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو مراد لیتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۲ ج ۱۴)

مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینا

مسئلہ:..... مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینا بہتر نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اور اب جب کہ تعلیم قرآن پر جواز اجارہ کا فتویٰ ہو گیا ہے، کراہیت کی یہ وجہ تو باقی نہیں رہی کہ مسجد میں کوئی بھی ایسا کام کرنا مکروہ ہے جس پر اجرت لی جائے، البتہ نا سمجھ بچے جو مسجد کا احترام ملحوظ نہ رکھ سکتے ہوں ان کو مسجد سے دور رکھنے کا جو حکم حدیث میں آیا ہے، وہ وجہ باقی ہے، اور نمازیوں کے سکون کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۴ ج ۱۴)

مسئلہ:..... مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینے میں جواز ہی رائج ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں کچھ اختلاف اس زمانہ میں تھا جب طاعات مقصودہ پر اجارہ کے بطلان کا فتویٰ تھا، مگر اب جب کہ متاخرین نے جواز کا فتویٰ دے دیا تو اب جواز میں کچھ شبہ باقی نہیں رہا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۶ ج ۱۴)

ادب و منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا پڑھنا

مسئلہ:..... ادب و منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا پڑھنا بھی درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: کیونکہ مدارس عربیہ میں یہ علوم: علوم دینیہ کی خاطر پڑھائے جاتے ہیں، پس وہ بھی حکماً علوم شرعیہ ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۵ ج ۱۴)

قبور پر پھول اور سبز پتے چڑھانا

مسئلہ:..... قبور پر پھول اور سبز پتے درخت کے چڑھانے میں اختلاف ہے، احوط ترک ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اختلاف پھول پتے رکھنے میں ہے، چڑھانا تو حرام ہے، کیونکہ وہ تو عبادت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۶۸ ج ۱۴)

فقہ کی کتابوں کے بیعِ سلم کے جزئیات دور اول کے ہیں

مسئلہ:..... بیعِ سلم درست ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس وقت ایک روپیہ دیوے، اور دوسرے سے یہ کہے کہ ایک ماہ میں یا اس سے زائد میں جو مدت مقرر ہو کر دیوے اس قدر فلوس ایک روپیہ کے عوض تم سے لوں گا، اسی طرح سو روپیہ دے کر اس قدر پیسہ لینا ٹھہرا دے جو سو سو یا ڈیڑھ سو کے ہوں تو بطریق بیعِ سلم یہ معاملہ درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ مسئلہ اس وقت تھا جب فلوس (پیسے) مستقل کرنسی تھے، روپے کے اجزاء نہیں تھے، اور روپے اور فلوس کا بھاؤ بھی گھٹتا بڑھتا تھا، مگر اب پیسے: روپے کے اجزاء ہیں، پس اب نہ بیعِ سلم جائز ہے نہ کی بیشی۔ فقہ کی کتابوں میں سب جزئیات جو اس عنوان کے تحت جوابات میں ہیں وہ سب دور اول کے ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۲۸ ج ۱۴)

فارم مال متقوم ہے، اس کی بیع کا حکم

مسئلہ:..... مسلمان ہنود سے سودی قرض لیتے ہیں، اس کو بند کرنے کے لئے ایک بینک کھولا گیا، اور بینک کے متعلق بہت سے اخراجات ہوتے ہیں، اس لئے ایک کاغذ چھوا کر قرض

خواہ کے ہاتھ فروخت کرنا، مثلاً جو شخص دس روپیہ قرض لے اس کو دس آنے میں اور جو بیس روپے لے اس ایک روپیہ چار آنے میں فروخت کرنا یہ ناجائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اصل فتویٰ تو یہی ہے، پھر بعض مفتیان کرام سے جواز کا فتویٰ حاصل کیا گیا، اور اس کے مطابق منظم طریقہ پر کام شروع کیا گیا جو آج تک چل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ۲۲ تا ۲۴ رجب ۱۴۱۱ھ میں ایک فقہی اجتماع من جانب جمعیت علماء ہند بلایا گیا جس میں اکثر کا موقف یہ تھا کہ: فارم (معادہ نامہ) چونکہ مال مقوم ہے اور اس کی خریداری صلب عقد میں شرط نہیں، اس وجہ سے فارموں کی بیع اداروں کے لئے جائز ہے، اور بعض حضرات نے اختلاف کیا کہ فارم حاصل کرنے والے کا مقصد چونکہ فارم خریدنا نہیں ہے، بلکہ قرض کے حصول کا ذریعہ ہے، اس لئے جائز نہیں، البتہ اجرة الخدمت (سروس چارج) کے سلسلہ میں رجحان جواز کا تھا مگر اس کی کوئی صحیح صورت کسی کے ذہن میں نہیں آئی، اور میں نے یہ رائے دی تھی کہ بزرگوں کی دی ہوئی اجازت کے مطابق فارم کی بیع ایک حیلہ تھی، جس کو خرابیوں کے سامنے آنے کی وجہ سے سد الباب ناجائز کہنا ضروری ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حیلہ درحقیقت قانون کی پچک ہوتی ہے، جس قانون میں پچک نہیں ہوتی لوگ اس قانون کو توڑنے پر مجبور ہوتے ہیں، مگر حیلہ خود قانون نہیں ہوتے، یعنی ان کو مستقلاً استعمال کرنا درست نہیں ہوتا۔ حیلوں کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے، سورہ ص (آیت: ۴۴) میں ایک حیلہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ میں ایک مٹھاسینکوں کا لیس اور اس سے ماریں اور قسم نہ توڑیں۔ اور حدیث میں ”عشکال“ (کھجور کے گچھے) کے ذریعہ ایک نہایت لاغر شخص پر جو ناقص الخلق تھا حد جاری کرنے کا ذکر آیا ہے، (مشکوٰۃ ص ۳۱۲،

کتاب الحدود) لیکن ان حیلوں کو اگر قانونی شکل دے دی جائے اور ہرزانی کو اسی طرح سزا دی جائے تو یہ کسی طرح بھی روانہ ہوگا۔ یہ بات صحیح ہے کہ فارم مال مقوم ہے، اس لئے اس کو جس قیمت پر بیچنا چاہیں بیچ سکتے ہیں، مگر اس کو حلت ربا کے حیلے کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۶۲ ج ۱۳)

لائف انشورنس جائز نہیں، املاک کا انشورنس جائز ہے

مسئلہ:..... بیمہ کرنا مکان و جان کا شرعاً ناجائز ہے، اور یہ قمار ہے جو بعض قاطع حرام ہے۔ اس پر تحریر فرماتے ہیں: بیمہ کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ وہ واقعی سود اور قمار پر مشتمل ہے، پہلے زندگی اور املاک کے بیمہ ان دونوں باتوں پر مشتمل ہوتے ہوں گے، اس لئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دونوں کو ناجائز لکھا ہے، مگر اب زندگی کا بیمہ تو ان دونوں خرابیوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور املاک کے بیمہ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں، اس لئے لائف انشورنس تو حرام ہے، مگر املاک (کار، دکان، سامان وغیرہ) کا بیمہ جائز ہے، میڈیکل انشورنس میں یہ دونوں خرابیاں نہیں پائی جاتیں، اس لئے وہ بھی شرعاً جائز ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لائف انشورنس میں اگر آدمی مدت بیمہ پوری کرنے سے پہلے مر جائے تو بیمہ کی رقم ملتی ہے، اور مدت بیمہ پوری کر لے اور حادثہ پیش نہ آئے تو بھری ہوئی رقم مع سود کے واپس ملتی ہے، پس اس میں ربا بھی ہے اور قمار بھی کہ معلوم نہیں: بیمہ کی رقم ملے گی یا بھری ہوئی رقم؟ اس لئے زندگی کا بیمہ ناجائز ہے۔

اور املاک کے بیمہ کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً کار کا بیمہ کرایا اگر مدت بیمہ میں حادثہ پیش آیا تو حسب قرارداد بیمہ کی رقم ملے گی جو کمپنی کی طرف سے ایک طرح کا تعاون ہوگا۔ اور مدت بیمہ پوری ہوگئی اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو بھری ہوئی رقم گئی، پس وہ گویا ایک انجمن کی منبری

فیس ہے، اور بیمہ کی رقم حادثہ پیش آنے کی صورت میں کمپنی کی طرف سے تعاون ہے، غرض اس میں نہ قمار ہے نہ سود، اس لئے املاک کا بیمہ جائز ہونا چاہئے۔ مفتیان کرام غور فرمائیں۔

اسی طرح جو مال ڈاک وغیرہ سے روانہ کیا جاتا ہے اور اس کا بیمہ کرایا جاتا ہے، اس کا طریقہ بھی املاک کے بیمہ کا طریقہ ہے، اس میں بھی نہ سود ملتا ہے نہ وہ قمار ہے، بلکہ بیمہ کی رقم سیکورٹی (حفاظت) کا معاوضہ ہے، اگر مال مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا تو بیمہ کی رقم یعنی حفاظت کا معاوضہ گیا، اور نہ پہنچ سکا تو ڈاک خانہ وغیرہ معینہ رقم ادا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، یہ بھی کمپنی کی طرف سے ایک طرح کا تعاون ہے، مال کا ضمان نہیں ہے، اس پر بھی مفتیان کرام غور فرمائیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۰۹ ج ۱۴)

غیر موسم میں دس روپے کے دوسن گیہوں قرض دینا و موسم میں تین من لینا مسئلہ:..... کسی نے دس روپے کے گیہوں بطور قرض دوسن دیئے، اور فصل کے زمانہ میں بوجہ ارزاں ہونے کے تین من گیہوں دس روپے لئے، اس میں جواز کی گنجائش ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ ایک طرح کا حیلہ ہے، بجائے گیہوں قرض لینے کے دس روپے قرض لئے ہیں، پھر روپے لئے بغیر گیہوں خریدے ہیں، اسی طرح بہ وقت وصولی بھی روپے وصول کئے بغیر اس سے گیہوں خریدے ہیں، اس لئے گنجائش کی بات فرمائی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۸ ج ۱۵)

”نیوتا“ اور ”جہیز“ کی رسم ممنوع ہے

مسئلہ:..... نیوتا شادی بیاہ کی تقریبوں میں نقدی (وغیرہ) دینے لینے کی رسم۔

(فیروز اللغات)

یہ نیوتا اگر خویش واقارب اور دوست و احباب دیں تو اس کا جواز ہے۔ مگر اب بعض جگہ یہ رواج ہو گیا ہے کہ لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کو جو دیتا ہے وہ ”جہیز“ کہلاتا ہے، اور دولہا کو جو نقدی یا سامان دیتا ہے وہ ”نیوتا“ کہلاتا ہے، یہ دینا جہیز کی طرح رسم ہو جانے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۲۴ ج ۱۵)

طیب خاطر نہ ہونے کا شبہ ہو تو ہدیہ نہ لینا بہتر ہے
مسئلہ:..... زید نے اپنی بیٹی کی شادی بکر سے کی، اور مہر ایک ہزار وصول کر کے بیٹی کو دیا، اور اس کو کہا کہ مجھے بخش دے، چنانچہ بیٹی نے اپنے باپ کو دے دیا، یہ ہدیہ بظاہر حلال ہے۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: کیونکہ بیٹی نے بہ ظاہر رضامندی سے باپ کو ہبہ کیا ہے، مگر چونکہ باپ کا بیٹی پر باپ ہونے کا دباؤ ہوتا ہے، اس لئے ممکن ہے طیب خاطر نہ ہو، اس لئے احتیاط بہتر ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۳۴ ج ۱۵)

ہبہ بالعوض میں رجوع نہیں ہو سکتا
مسئلہ:..... زید کا اپنے بھائی بکر کے احسانات گذشتہ کے عوض جائیداد کا ہبہ کرنا شرعاً ہبہ بالعوض ہے۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: ہبہ بالعوض میں بھی رجوع نہیں ہو سکتا، پس صورت مسئلہ میں رجوع کے لئے دو مانع ہیں: قربت محرمہ اور ہبہ کا بالعوض ہونا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۷ ج ۱۵)

قاضی کا قضا پر اجرت لینا

مسئلہ:..... قاضی کو قضا پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ پہلے زمانہ کا مسئلہ ہے جب طاعات مقصودہ پر اجارہ باطل تھا، اب فتویٰ یہ ہے کہ جن طاعات کے ساتھ نظام اسلامی وابستہ ہے، ان کا اجارہ درست ہے، پس قاضی کی تنخواہ بھی درست ہوئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۴۲ ج ۱۵)

جھینگا حلال ہے یا حرام؟

مسئلہ:..... جھینگا دریائی جس کو جھینگا مچھلی کہتے ہیں وہ اقسام مچھلی میں سے ہے، اور مچھلی کی تمام اقسام جائز و مباح ہیں۔ اور یہ جھینگا جوان دیار میں خشکی میں ہوتا ہے یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ حشرات الارض اور خبائث میں سے ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: جھینگا حلال ہے یا حرام؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے، حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حرام لکھا ہے: فرماتے ہیں:

جھینگا خشکی کا حشرات میں (سے) ہے حرام ہے، اور دریائی غیر ماہی کا ہے (یعنی مچھلی نہیں ہے اور) سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۱)

اور ”فتاویٰ دارالعلوم“ کے مذکورہ فتویٰ میں جائز فرمایا ہے، اور حکم کا مدار اس پر ہے کہ جھینگا مچھلی ہے یا نہیں؟ علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ”حیۃ الحیوان“ میں اس کو مچھلی قرار دیا ہے چنانچہ ساحل سمندر پر رہنے والے مفتیان کرام نے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہے، اور ساحل کے رہنے والے مسلمان اس کو کھاتے ہیں۔

”فتاویٰ رحیمیہ“ میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے، اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے، جھینگا میں اختلاف ہے، بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا ہے، اور بعض نے کیڑا

خیال کر کے منع کیا، تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں اصل مچھلی ہونا ہے، کیڑا ہونے میں شبہ ہے، لہذا بنا بر اصل کے حلال ہے، حرام قرار دینا صحیح نہیں۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جھینگا کیڑا ہے، اس لئے کہ کیڑا پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، اور جھینگا مچھلی کی طرح انڈے سے پیدا ہوتا ہے، نیز مچھلی کی دیگر علامتیں بھی جھینگے میں پائی جاتی ہیں، اس لئے جھینگا حرام اور واجب الترتک نہ ہوگا، یہ فتویٰ ہے، اور بچنے میں تقویٰ ہے، اور تقویٰ مرتبہ کمال ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۷ ج ۶، سوال نمبر: ۱۷۹۶)

مگر ڈابھیل کے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی نے۔ جو ساحل سمندر کے رہنے والے ہیں۔ عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

”تذکرۃ الخلیل“ ص ۲۰۰ میں عدم جواز کا فتویٰ ہے، یہی رائج ہے، نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ص ۳۰۷ ج ۳)

اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس مسئلہ میں بہت احتیاط کی بات لکھی ہے:

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بمجموع انواعہ حلال ہے، اب صرف شبہ اس میں ہے کہ یہ سمک ہے یا نہیں؟ سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منقش ہو جائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا ہے، اور اگر مبصرین میں اختلاف ہوگا تو حکم میں بھی اختلاف ہوگا، چنانچہ اسی وجہ سے جریث میں امام محمد رحمہ اللہ مخالف ہیں، کما نقلہ الشامی، اس وقت میرے پاس ”حیاء الحیوان“ دیمیری کی جو کہ ماہیات حیوانیات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے ”الروبیان هو سمک صغیر جدا“ اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ متقاضی حلت کو ہے، مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے، اس میں گو اس کو ماہی

سے تعبیر کرنا حجت نہیں، مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی میں داخل کیا ہے، پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی، بہر حال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے، ولعل اللہ يحدث بعد ذلك امرا، واللہ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۰۴/۱۰۳ ج ۴، سوال: ۸۶)

مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے ”بخاری شریف“ ”کتاب الصلوٰۃ“ باب ما یذکر فی الفخذ“ میں ایک بہت اچھا اصول لکھا ہے: ”قال ابو عبد الله: و حدیث انس اسند و حدیث جرہد احوط حتی نخرج من اختلافہم“ (۵۳/۱) ”ران ستر ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اقویٰ ہے کہ ران ستر نہیں ہے، اور حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنا احتیاط کی بات ہے کہ ران ستر ہے، تاکہ ہم علماء کے اختلاف سے باہر نکل آئیں، یعنی بچ جائیں۔ یہی اصول جھینگے میں اپنانا چاہئے، کیونکہ ہر حلال چیز کا کھانا ضروری نہیں، اور ہر حرام سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۶۵ ج ۱۵)

عورت کی ملک میں زیور وغیرہ بقدر نصاب ہے تو قربانی واجب ہے مسئلہ:..... اگر زوجہ کی ملک میں زیور وغیرہ بقدر نصاب ہے تو اس کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: وغیرہ: یعنی رقم اور مہر مؤجل جو شوہر کے ذمے ہے وہ نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۸۳ ج ۱۵)

خنثی جانور کی قربانی جائز نہیں

مسئلہ:..... خنثی جانور کی قربانی جائز نہیں، اس لئے کہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: پس اگر خنثی کا گوشت گوکر (cooker) وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح پک جائے تو قربانی درست ہو جائے گی ”امداد الفتاویٰ“ (۵۷۱/۳) میں ہے: ”لان لحمها، الخ“ علت ہے، حکمت نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتقاع سے حکم مرتفع ہو جاتا ہے، پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جاوے گا، مگر خنثی کا گوشت پکے گا یا نہیں؟ یہ بات بعد میں معلوم ہوگی، اس لئے ”فتاویٰ رحیمیہ“ (قدیم: ۳۲۵/۹) میں خنثی کی قربانی کے عدم جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۳۷ ج ۱۵)

اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کے ثواب کا مسئلہ
مسئلہ:..... اگر کسی کے اہل و عیال صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں ہے، اگر وہ اہل و عیال کی طرف سے جو کہ صاحب نصاب نہیں ہیں قربانی کرے گا تو ثواب اسی کو ملے گا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یعنی قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے کہ: حجۃ الوداع میں ایک عورت نے اونٹ پر سے اپنا بچہ ہودے سے نکال کر آپ ﷺ کو دکھایا، اور پوچھا ”الھذا حج؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نعم“ و لک اجر۔

(مسلم شریف ص: ۴۳۱/۱، ۴۳۲، کتاب الحج، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ)

پس اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور اہل و عیال کو بھی ثواب ملے گا، جیسے میت کی طرف سے قربانی کرتے ہیں تو میت کو بھی ثواب ملتا ہے، اور قربانی کرنے والے کو بھی، اور مذکورہ فتویٰ میں ”اسی“ حصر کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کو بھی اجر ملے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۶۵ ج ۱۵)

بیٹھا اور نمکین دونوں طرح کے کھانے ہوں تو ابتدا کس سے کرے؟
 مسئلہ:..... اگر بیٹھا اور نمکین دونوں طرح کے کھانے ہوں تو جس کی رغبت ہو اس سے شروع کرے، شرعاً ان امور میں وسعت ہے کچھ تنگی نہیں، البتہ ”شرح شرعۃ الاسلام“ میں لکھا ہے کہ: ابتدا نمکین کھانے سے کرنا بہتر ہے کہ اس میں شفا ہے۔
 اس پر تحریر فرماتے ہیں: ”شرح شرعۃ الاسلام“ میں نمک سے ابتدا و انتہا کو لکھا ہے، نمکین کھانے کو مفتی صاحب رحمہ اللہ نے نمک کے حکم میں لیا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۳ ج ۱۶)

عورتوں کے لئے غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی

مسئلہ:..... غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی عورتوں کو اچھا نہیں ہے، لیکن بزرگوں اور صلحاء کا جھوٹا تبرک درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مہمانوں کا بچا ہوا کھانا گھر میں آیا اور عورتوں کو معلوم نہیں کہ کس کا بچا ہوا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے، کیونکہ علت استلذاذ منشی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۷ ج ۱۶)

نوٹ:..... اس فتنہ کے زمانہ میں جبکہ شیخ سے مریدنی کے نکاح اور استاذ سے شاگردنی کے نکاح کے واقعات ہو رہے ہیں (گرچہ شاذ ہی سہی) چٹنا ہی بہتر و احوط ہے۔ مرغوب احمد

مجلس میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو کس طرف سے شروع کرے؟

مسئلہ:..... مجلس میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو شرعی حکم یہ ہے کہ دہنی طرف سے شروع کرے۔
 اس پر تحریر فرماتے ہیں: اگر مجلس میں میر محفل ہو تو پہلے مشروب اس کو دیا جائے، پھر اس

کی دائیں طرف والے کو، کھذا، ورنہ مجلس میں جو بڑا ہوا اس کو دے، پھر دائیں طرف والے کو، یا تقسیم کرنے والا اپنی دائیں طرف والے کو پھر اس کی دائیں جانب والے کو، دونوں باتیں درست ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۰ ج ۱۶)

جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپھی کے لڑکوں سے پردہ
 مسئلہ:..... جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپھی کے لڑکے بھی غیر محرم ہیں، کیونکہ ان سے نکاح جائز ہے، مگر ہمارے معاشرہ میں ان سے کامل پردہ مشکل ہے۔
 اول..... تو ہندوستانی مسلمانوں کی معیشت کمزور ہے، ہر ایک کا گھر علیحدہ نہیں ہو سکتا۔
 دوم..... ہندو معاشرہ کا مسلمانوں کے معاشرہ پر اثر پڑا ہے، اور اختلاط عام ہو گیا ہے، اس لئے اس معاملہ میں بھی دو شرطوں کے ساتھ تخفیف مناسب معلوم ہوتی ہے:
 (۱)..... بغیر اجازت لئے یہ لوگ اچانک گھر میں نہ آئیں، جب بھی آئیں پہلے آگاہ کریں تاکہ عورت خود کو سنبھال لے اور اعضاء (یعنی: چہرہ، ہتھیلی اور پیر) کے علاوہ باقی جسم ڈھانک لے۔

(۲)..... یہ لوگ تنہائی میں جمع نہ ہوں، اور بے تکلفی سے باتیں نہ کریں۔ حدیث میں ہے کہ: عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو، ایک انصاری نے پوچھا: جیٹھ، دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیٹھ، دیور تو موت ہیں، یعنی بڑا فتنہ ہیں، کیونکہ جیٹھ، دیور کی بھوج سے بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی، اور یہی حکم سالیوں کا ہے، ان کے ساتھ بہنوئی کی بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیٹھ، دیور اگرچہ غیر محرم ہیں، مگر چونکہ ان کے ساتھ ہر وقت رہنا ہوتا ہے، اس لئے ان کے ساتھ تنہائی اور بے تکلفی تو جائز نہیں، مگر باقی پردے

میں تخفیف ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۰ ج ۱۶)

نوٹ:.....جن کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو وہ فوراً شادی کے بعد بچے کو علیحدہ کر دیں، تاکہ سالی کے ساتھ بے پردگی نہ ہو۔ ہمارے یہاں برطانیہ میں علیحدہ ہونا اتنا مشکل نہیں ہے، اس لئے یہاں برطانیہ میں بھی اس پر عمل کرنا چاہئے۔

دوسری بات بلا ضرورت جیٹھ، دیور، اور سالی کے ساتھ بے تکلفی اور بے پردگی کی فضا عام ہو گئی ہے، اور علماء و ارباب افتاء اور اہل دعوت اور اہل خانقاہ سے وابستہ ایک طبقہ بھی اس میں بہت کوتاہی کر رہا ہے، اس کی اصلاح بہر حال ضروری ہے۔ اہل علم کو اپنے بیانات میں اس پر خصوصی توجہ دلانی چاہئے، اور بار بار دلاتے رہنا چاہئے۔

اہل علم بھی اپنی سالیوں کے ساتھ حرمین شریفین میں عمرہ یا حج کے مواقع پر بے پردگی برتتے ہیں، ان مبارک مقامات پر اہل علم و فضل کا یہ عمل قابل صد حسرت و افسوس ہے۔

مرغوب احمد

مسئلہ:.....ستر مرد و عورت کا ایک ہے، ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ستر ہے، یعنی چھپانے کا بدن ہے، اس کو بے ضرورت کسی کے سامنے کھولنا جائز نہیں، ایک عورت دوسری عورت کے سامنے جسم کا یہ حصہ بے ضرورت نہیں کھول سکتی، مجبوری کی بات الگ ہے، جیسے بچہ کی ولادت ہے یا کوئی آپریشن کرانا ہے تو وہ الگ مسئلہ ہے، لیکن بے ضرورت نہیں کھول سکتی، مرد و عورت دونوں کا یہی ستر ہے۔

عورت کے لئے حجاب ہے، اور وہ تین مرحلوں میں ہے

پھر مرد کے لئے حجاب نہیں، لیکن عورت کے لئے ستر کے علاوہ حجاب بھی ہے، اور حجاب تین مرحلوں میں ہے:

پہلا حجاب..... اللہ تعالیٰ سے بندگی کا حجاب ہے، جب عورت نماز کے لئے کھڑی ہو تو چہرہ جتنا وضو میں دھونا فرض ہے اور دونوں ہاتھ پہنچوں تک اور دونوں پیر ٹخنوں سے نیچے تک کھلے رہ سکتے ہیں۔ یہ تین اعضاء نماز کے حجاب میں داخل نہیں، لیکن اگر کوئی عورت ہاتھ میں دستانے اور پیر میں موزے پہن کر نماز پڑھے تو اچھی بات ہے، ضروری نہیں، کیونکہ یہ نماز کے حجاب میں داخل نہیں، البتہ ٹخنے چھپانے ضروری ہیں، اگر وہ کھلے رہیں گے تو عورت کی نماز نہیں ہوگی، ایسے ہی کان چھپانے بھی ضروری ہیں، اگر ان کو کھلے رکھ کر نماز پڑھے گی تو نماز نہیں ہوگی۔ صرف تین اعضاء ہی کھلے رہ سکتے ہیں، باقی بدن چھپا کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ یہ بندگی کا اللہ تعالیٰ سے حجاب ہے۔

دوسرا حجاب..... محارم کا حجاب ہے، یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے، ان کے سامنے پیٹ اور اس کے مقابل کی پیٹھ نہیں کھول سکتی، اس کے علاوہ باقی بدن کھول سکتی ہے، سینہ، سینے کے مقابل کی پیٹھ، سینہ سے اوپر کا حصہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پنڈلیاں یہ سب اعضاء محارم کے سامنے عورت کھول سکتی ہے، لیکن کھول سکنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھول کر رکھے۔

پنڈلی، سر اور گردن وغیرہ میں آپ کو کوئی اشکال نہیں ہوگا، لیکن سینہ اور اس کے مقابل کی پیٹھ حجاب میں نہ ہونے پر اشکال ہو سکتا ہے، پس جاننا چاہئے کہ یہ ایک معاشرتی ضرورت ہے۔ عورت گھر میں چھاتی کھول کر بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور اسی گھر میں باپ، خسر اور بھائی ہیں، پس اگر سینہ کو حجاب میں لیا جائے گا تو عورت بچہ کو دودھ کیسے پلائے گی؟ اس ضرورت سے سینہ کو محارم کے حجاب سے باہر رکھا گیا ہے، اور جب سینہ کا حصہ باہر رکھا گیا تو اس کے مقابل کی پیٹھ کو بھی باہر رکھا گیا۔ اور پیٹ کھولنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس

لئے پیٹ کو اور اس کے مقابل کی پیٹھ کو حجاب میں لیا گیا۔ غرض یہ ایک معاشرتی ضرورت ہے، اگر اس پر پابندی لگائی جائے گی تو کام نہیں چلے گا۔

تیسرا حجاب..... اجنبیوں کا حجاب ہے، اور وہ پورے بدن کا حجاب ہے، اس میں کوئی استثناء نہیں، ہاتھ پاؤں چہرہ سب کا حجاب ہے، بلکہ آواز کا بھی حجاب ہے، عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آواز اجنبیوں کو نہ سنائے، ٹیلی فون پر بھی نہ سنائے، کوئی دروازے پر دستک دے تو بھی نہ سنائے، ہاں مجبوری ہو تو ٹھیک ہے، فون کی گھنٹی بج رہی ہے اور گھر میں کوئی مرد نہیں تو عورت فون اٹھا کر جواب دے سکتی ہے، مگر سریلی آواز میں جواب نہ دے، کرااری آواز میں جواب دے، یہ حکم قرآن میں ہے: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ کرااری آواز میں جواب دے کہ صاحب خانہ گھر میں نہیں۔ عورت کا یہ پوچھنا کہ تم کون ہو؟ تمہارا نسب نامہ کیا ہے؟ تم کہاں سے بول رہے ہو؟ یہ سب غلط ہے، عورتوں کو اس سے کیا لینا ہے، بس اتنا کہہ دے کہ صاحب خانہ گھر میں نہیں، اور اگر گھر میں کوئی مرد ہے یا سمجھ دار بچہ ہے تو وہ فون اٹھا کر جواب دے، عورتیں فون نہ اٹھائیں، مگر آج کل ایسی مصیبت آئی ہوئی ہے کہ کسی کے گھر فون کرو تو پہلے عورت فون اٹھاتی ہے، وہ دنیا بھر کی تفصیل پوچھتی ہے، پھر شوہر کو دیتی ہے، وہ بھی وہیں بیٹھا ہے، یہ اسلامی معاشرہ کے خلاف ہے، عورتوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حجاب کے اس تیسرے مرحلے کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے، بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے چہرے پر اپنی چادریں کھینچ لیں، یعنی جب کسی ضرورت سے گھر سے نکلیں تو اوڑھنی چہرے پر کھینچ لیں، یہ چہرے کا حجاب ہے، اور جب چادریں اپنے چہرے پر کھینچ لیں گی تو ہاتھ چھپے

ہوئے ہوں گے ہی، اگر چھپے ہوئے نہ ہوں تو کوئی خاص حکم ان کے بارے میں نہیں دیا، اسی طرح پیروں کے بارے میں بھی کوئی خاص حکم نہیں دیا، صرف چہرے کے بارے میں حکم دیا کہ عورتیں چہرے پر چادر کھینچ کر گھر سے نکلیں، کیونکہ چہرہ مجمع الحاسن ہے سارے جسم کی بیوٹی (خوب صورتی) چہرے میں جمع ہے، اس لئے سارے جسم کی خوب صورتی چہرے میں آجاتی ہے، اس لئے خاص طور پر اسی کے حجاب کا حکم دیا اور ہاتھوں اور پیروں کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۲۲ ج ۱۶ - تحفۃ الامعی ص ۲۰۵/۲۰۴ ج ۲ - علمی خطبات ص ۱۱/۱۲ ج ۲)

ایسا لباس پہن کر کشتی لڑنا جس میں ستر نہ چھپے جائز نہیں

مسئلہ:..... کشتی اور ورزش بہت مفید اور ضروری چیز ہے، اور جو لوگ کشتی لڑتے ہیں ان کے لئے ورزش کرنا لابدی اور ضروری ہے جو کہ صحت اور قوت کے لئے مفید ہے، لہذا کشتی لڑنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن کشتی کرنا لنگوٹ وغیرہ باندھ کر جس میں کشف عورت ہو

جائز نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۷ ج ۱۶)

خطیب کا منبر پر اور مقرر کا اسٹیج پر سلام کرنا

مسئلہ:..... خطیب کا منبر پر چڑھ کر سلام کرنا سنت اور مستحب نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، اور ترک اس کا سنت ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اور جن روایات میں نبی کریم ﷺ کا منبر سے سلام کرنا مروی ہے، احناف کے نزدیک وہ داخل (مجلس میں آنے والے) کا سلام کرنا ہے، خطبہ کا جزو نہیں، پس اگر خطیب باہر سے مسجد میں آئے تو داخل ہو کر سلام کرے، پھر منبر پر پہنچ کر

ساری مسجد کو سلام کرے، لیکن خطیب پہلے سے مسجد میں ہے، وہ جب خطبہ کے لئے کھڑا ہو اور نمبر پر چڑھ کر سلام کرے تو یہ سنت اور مستحب نہیں ہے، کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، کیونکہ اس کے جزو خطبہ ہونے کا وہم پیدا ہوگا۔

اور یہی حکم ہر جمع کے لئے ہے، پس جو مقرر اسٹیج پر ہے، جب اس کی تقریر کا نمبر آتا ہے تو وہ اکیلا لاؤڈ اسپیکر پر پہنچ کر جمع کو سلام کرتا ہے، یہ بے اصل ہے، ہاں مقرر اسی وقت باہر سے آئے تو سلام کر سکتا ہے، یہ داخل ہونے والے کا سلام کرنا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۹ ج ۱۷)

ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہئے کہ سحر قطعی حرام ہے

مسئلہ:..... ظالم کے شر سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر کی جائے تو درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مگر ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہئے کہ سحر قطعی حرام ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۵۴ ج ۱۷)

ضرورتاً بینک میں پیسے رکھنے کی اجازت ہے

مسئلہ:..... بینک میں روپیہ رکھنا اگرچہ بلا اخذ سود ہو جائز نہیں ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مگر ضرورتاً بینک میں روپیہ رکھنے کی ”کفایت المفتی“ (۶۹/۸)،

کتاب الربا، بینک کے معاملات، جواب نمبر: ۶۵/۶۶) میں اجازت دی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۵۹ ج ۱۷)

حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں

مسئلہ:..... زید نے عمر کی چیز لی اور واپس نہیں دیتا تو عمر کے لئے جائز ہے کہ زید کی ایسی چیز

لے جو ہم جنس ہو، اور اگر خلاف جنس لے گا تو وہ بھی جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ”قانون مروجہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت کے استیلاء کا مسئلہ ہے، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے معلوم نہیں اس جواب میں حکومت کے استیلاء کا اعتبار کیوں نہیں کیا..... حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۸ ج ۱۷)

زانی کی اولاد میراث کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟

مسئلہ:..... زید نے بغیر نکاح کے عورت رکھی اور اس سے ایک لڑکا اور لڑکی بھی ہوئی، زید نے مرنے سے پہلے اس لڑکے اور لڑکی کے نام اپنا مکان اور نقدی جو کچھ تھا لکھ دیا، اور زید کا اقرار بھی ہے کہ یہ اولاد میری ہیں، جبکہ عورت نکاح کا انکار کرتی ہے، تو اولاد زید کی سمجھی جاوے گی، اور نسب ان کا زید سے ثابت ہوگا، اور وارث بھی ہوں گی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے متوفی شوہر کے قول کو پیش نظر رکھ کر جواب دیا، مگر عورت زندہ ہے اور وہ اقرار کرتی ہے کہ میرا نکاح آج تک نہیں ہوا، پس نسب ثابت نہیں ہوگا اور وہ لڑکا، لڑکی میراث کے مستحق نہیں ہوں گے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۵۰ ج ۱۷)

”امداد الفتاویٰ“ کے حواشی کی مثالیں

نوٹ:..... ”امداد الفتاویٰ“ کے جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدظلہ کی تحقیق والے نسخہ سے لئے گئے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے ”امداد الفتاویٰ“ پر

حاشیہ کی چند مثالیں یہ ہیں۔

فاسق کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ اور بلوائیوں کے قصہ سے اشکال سوال:..... ہماری کتب میں ہے کہ: اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے، لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی، اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کے پھر اعادہ کر لیا کرو، حالانکہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا، خصوصاً ایسے بلوائیوں جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المؤمنین داماد رسول مقبول ﷺ داخل عشرہ مبشرہ پر بلوی کیا ہو؟۔

الجواب:..... یہ روایت مجھ کو نہیں ملی۔ اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے، البتہ ”در مختار“ میں یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوٰۃ میں: ”کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها“۔

اور رد المحتار“ میں اس کے عموم پر ایک قوی اعتراض کر کے تصحیح کے لئے یہ توجیہ کی ہے: ”الا ان يدعى تخصيصها بان مرادهم بالواجب والسنة التي تعاد بتركة ما كان من ماهية الصلوة واجزائها“۔

پس صلوٰۃ خلف الفاسق ونحوہ میں اول تو کئی امرا جزائے صلوٰۃ میں سے مختل نہیں ہوئے، اس لئے قاعدہ وجوب اعادہ کا جاری نہ ہوگا۔ دوسرے افراد سے ان کے ساتھ پڑھنا اولیٰ ہے، اور اعادہ میں جو غائب علی الانفراد ہوگا اولیٰ سے غیر اولیٰ کی طرف آنا ہے۔

اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: ۱۔ یہ روایت بخاری شریف (النسخة الهندية ۹۶۱، رقم: ۶۸۶، ف: ۶۹۵، باب امامة المفتون والمبتدع) میں ہے۔

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے تو یہ ثابت

ہوتا ہے کہ نظام جماعت معطل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے جن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز پڑھ لی جاوے ”بخاری شریف“ کے دونوں شارح اس اثر سے یہی مسئلہ مستنبط فرماتے ہیں۔

اس اثر کا مسئلہ ”مُجَوِّثٌ عَنْهَا“ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

۲۔ اعتراض یہ کیا ہے کہ ”جماعت“ واجب یا کالواجب ہے، لہذا جس شخص نے تنہا نماز پڑھی ہو اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اور ”در مختار“ کے قاعدے کے موافق اس کا اعادہ ضروری ہوگا، حالانکہ فقہاء کی تصریح اس کے خلاف ہے، لہذا قاعدہ صحیح نہ رہا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے تصحیح قاعدہ کے لئے جو توجیہ کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ”اعادہ صلوٰۃ اس واجب یا سنت کے چھوڑنے سے ضروری ہوتا ہے جو نماز کی ماہیت میں داخل ہو اور جماعت چونکہ نماز کی ماہیت و حقیقت میں داخل نہیں، بلکہ وصف خارجی ہے، اس لئے جماعت کے ترک سے اعادہ نہیں ہوگا“۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۱۲۰/۱۲۱ ج ۲)

رمضان کی عشاء تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا

مسئلہ:..... رمضان کی عشاء کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔

لیکن شامی میں قہستانی کے ایک جزئیہ سے نہ پڑھنے کا قول منقول ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے بے شک قہستانی سے ایسا ہی نقل کیا ہے کہ جس نے فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھے وہ وتر بھی اس کے ساتھ نہ پڑھے، یعنی وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ ”غایۃ الاوطار“ میں بھی شامی سے اسی طرح نقل کیا ہے، لیکن علامہ طحاوی رحمہ اللہ کی عبارت سے جواز معلوم ہوتا ہے اور وہی قرین قیاس ہے، اس لئے ہمارے حضرات

اکابر کا فتویٰ جواز کا ہے..... پس جیسا کہ تراویح کو جماعت سے نہ پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے اسی طرح فرض کو تنہا پڑھنے والا بھی وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ سے سنا ہوا یاد ہے کہ فرض کو تنہا پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے، اور ”طحطاوی“ کی عبارت سے استدلال فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ بھی اس کو جائز فرماتے تھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم اول دوم ص ۲۳۲، قدیم۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۲۸)

(امداد الفتاویٰ جدید ۱۲۴/۱۲۵ ص ج ۲)

جماعت ثانیہ کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم

مسئلہ:..... جماعت ثانیہ کی چند صورتیں ہیں: صورت اولی: مسجد محلہ میں غیر اہل نے نماز پڑھ لی ہو۔ صورت ثانیہ: مسجد محلہ میں اہل نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجہ اولیٰ ۱ نماز پڑھی ہو۔ صورت ثالثہ: وہ مسجد طریق ۲ پر ہو۔ صورت رابعہ: اس مسجد میں امام و مؤذن معین نہ ہوں۔ صورت خامسہ: مسجد محلہ ہو، یعنی اس کے نمازی اور امام معین ہوں اور انہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو۔ پس صورت رابعہ اولیٰ میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز بلکہ افضل ہے، جیسا کہ افضلیت ۳ کی تصریح موجود ہے، اور

۱..... یعنی صورت ثانیہ کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مسجد محلہ میں اہل مسجد نے اذان تو دی ہو، لیکن آہستہ دی ہو۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ انہوں نے بغیر اذان دیئے نماز پڑھی ہو، پس جو حکم شکل اول کا ہے وہی حکم۔ بدرجہ اولیٰ۔ شکل دوم کا بھی ہوگا۔

۲..... یعنی جس کا کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہوں۔ (فتاویٰ دارالعلوم جدید: ۲۴۳)

۳..... افضلیت کی تصریح فقط تیسری اور چوتھی صورت میں ہے..... پہلی اور دوسری صورت میں افضلیت کی تصریح نظر سے نہیں گذری۔

صورت خامہ ۴ میں اگر جماعت ثانیہ بھیبت اولی ہو تب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ ”در مختار“ میں تحریمی ہونے کی تصریح ہے، اور اگر ہیبت اولی پر نہ ہو پس محل کلام ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

نماز کے انتظام اور امام و مؤذن کے تقرر والی بازار کی مسجد میں

جماعت ثانیہ

مسئلہ:..... بازار کی مسجد میں جمعہ اور جماعت کا بھی معقول انتظام ہو یعنی امام و نائب امام ۴..... یعنی صورت خامہ کی پھر دو شکلیں ہیں:

اول..... جماعت ثانیہ بھیبت اولی یعنی اذان و اقامت اور قیام امام فی المحراب کے ساتھ ہو تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، خواہ دوبارہ جماعت اہل مسجد کے علاوہ لوگ کریں یا بعض اہل مسجد کریں۔
دوم..... جماعت ثانیہ بھیبت اولی بدل کر ہو، ہیبت اولی نام ہے تین چیزوں کے مجموعہ کا: یعنی اذان، اقامت اور قیام فی المحراب کا، پس یہ تین باتیں نہ رہیں گی تو پوری طرح ہیبت اولی بدل جائے گی۔ اور اگر دو باتیں مرتفع ہو جائیں (خواہ وہ کوئی سی دو ہوں اذان و اقامت ہوں یا اذان و قیام فی المحراب ہوں، یا اقامت و قیام محراب ہوں) تو بھی ہیبت اولی بدل جائے گی، اس لئے کہ اکثر کے لئے کل حکم ہوتا ہے، اسی طرح جب ایک بات مرتفع ہو جائے گی تو بھی ہیبت اولی بدل جائے گی، کیونکہ کسی بھی جزو کے ارتفاع سے ہیبت کلی مرتفع ہو جاتی ہے۔ (القطوف الدانیہ: ج ۶/ ۷ ملخصاً)

بہر حال یہ دوسری شکل محل بحث ہے، پہلی بحث تو یہ ہے کہ اس شکل میں صاحب در مختار نے خزانة الاسرار (جو در مختار کا نقش اول ہے) میں تکرار جماعت کو اجماعاً جائز کہا ہے۔ چند دیگر حضرات نے بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس شکل میں تکرار جماعت کو مکروہ کہا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے استنباط کو ظہیریہ کی روایت سے (جو ظاہر روایت ہے) مؤید کیا ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ اس شکل کے متعلق خود ائمہ مذہب کی روایات بھی مختلف ہیں، امام صاحب رحمہ اللہ سے ظاہر روایت مطلقاً کراہت کی ہے، جس میں یہ شکل بھی داخل ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کراہت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۱۴۵ ج ۲)

اور مؤذن تنخواہ دار مقرر ہوں بعض عبارتوں سے جماعت ثانیہ کا جواز معلوم ہوتا ہے۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مجیب قدس سرہ نے مسئلہ ”بازار کی مسجد“ کو شارع
اور طریق کی مسجد قرار دے کر جواب دیا ہے، لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ ”مسجد محلہ“ ہے اور اس
میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ”جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اور جماعت کا
وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو، اس مسجد کو محلے کی مسجد کہتے ہیں۔ (شامی) اگر امام اور
مؤذن مقرر نہ ہوں یا جماعت کا وقت معین اور معلوم نہ ہو تو وہ راہ گزری کی مسجد ہے، محلے کی
مسجد نہیں“ ۱ھ۔ (علم الفقہ: ۹۰/۲)

اور (کفایت المفتی: ۱۰۵/۳) (فی نسخہ: ص ۱۱۰) میں ہے: ”حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں
جس میں پنج وقتہ منظم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے، پہلی جماعت ہو جانے کے بعد
دوسری جماعت مکروہ ہے۔“

اور مسئلہ ”بازار کی مسجد“ میں امام و مؤذن مقرر ہیں، جماعت کا معقول انتظام ہے،
یعنی نماز کے اوقات معین ہیں اور لوگوں کو معلوم ہیں، پس وہ محلہ کی مسجد ہے۔ اور محلہ کی مسجد
ہونے کے لئے ”جماعت معلومہ“ (معین نمازی) ہونا ضروری نہیں ہے، چنانچہ شیخ رحمہ
اللہ سندھی (تلمیذ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ) نے حرین شریفین کی مسجدوں میں تکرار جماعت
کو مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شریف غزنوی حنفی رحمہ اللہ نے بھی نکیر فرمائی، بعض مالکیہ نے تو
ائمہ اربعہ کے مذہب پر اجماعاً عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ نے بھی
”البحر الرائق“ کے حاشیہ میں کراہت کو تسلیم کیا ہے، حالانکہ حرین کی مسجدوں میں جماعت
معلومہ نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ ان تمام حضرات کے نزدیک مسجد محلہ ہونے کے لئے

”جماعت معلومہ“ کی شرط نہیں ہے، لہذا علامہ شامی رحمہ اللہ کا مسجد محلہ ہونے کے لئے جماعت معلومہ ہونا شرط قرار دے کر مذکورہ تمام فقہاء پر استدراک فرمانا صحیح نہیں ہے۔

علاوہ بریں آج کل جو بازاروں میں مساجد ہوتی ہیں ان میں تین طرح کے نمازی ہوتے ہیں: ایک وہ تاجر جن کی اس مسجد کے قرب و جوار میں دکانیں ہیں، دوسرے مسجد کے قرب و جوار میں بسنے والے مسلمان، تیسرے وہ لوگ جو بازار میں اپنی کسی ضرورت سے آئے ہوئے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ اگر چہ رات کو دکان بند کر کے گھر چلے جاتے ہیں، لیکن دن کی تمام (”اکثر“ کا لفظ زیادہ مناسب ہے، مرغوب) نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے لوگ تو تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں، لہذا ”بازار کی مسجد“ کے لئے بھی جماعت معلومہ ہوگئی۔ تیسری قسم کے کچھ لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے وہ مسجد طریق اور مسجد شارع نہیں بنے گی، جیسا کہ حریم کی مسجدیں۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۱۵۵/۱۵۶ ج ۱)

جس امام کے ثنایا علیانہ ہوں، ایسے امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ:..... جس امام کے ثنایا علیانہ ہوں جو مخرج: ’تا‘، ’ط‘، ’دال‘ کا ہے تو ایسے امام کی اقتدا میں اختلاف ہے، احوط عدم صحت ہے، اور اوسع صحت ہے، اور میرے نزدیک اس زمانہ میں صحت کو ترجیح ہونی چاہئے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ جواب مذکور شخص کو اثناعشر (وہ شخص جو بعض حروف ادا کرنے پر قادر نہ ہو) قرار دے کر دیا گیا ہے، لیکن حروف نطعہ کا مخرج ”زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے“ پس اگر کسی کے ثنایا علیانہ ہوں تب بھی ان کی صحیح ادائیگی ممکن ہے، کیونکہ جڑ موجود ہے، اور جسے خوب پختہ مشق ہو وہ تو بالکل صحیح ادا کر سکتا ہے، البتہ عام لوگوں کی ادانا قص

(غیر صاف) ہوتی ہے، اور اگر حرف صاف ادا نہ ہو تو وہ الٹ نہیں ہے، الٹ وہ شخص ہے جو کسی حرف کو بالکل ادا نہ کر سکے بدل کر دوسرا حرف ہو جائے، لہذا جس کے ثناء علیا نہ ہوں اگر وہ پختہ مشق ہونے کی وجہ سے حروف نطعیہ کو بالکل صحیح ادا کر لیتا ہے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے، اور اگر صاف ادا نہیں ہوتے تو اس کے پیچھے بھی نماز صحیح ہے، لیکن اگر بالکل ادا نہیں کر پاتا یعنی حروف نطعیہ بدل کر دوسرے حروف ہو جاتے ہیں تب وہ الٹ ہے اور اس کے پیچھے نماز کی صحت میں اختلاف ہے، احوط عدم جواز ہے۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۶/۷۱ ج ۲)

نوٹ:..... جو حروف نطع (حک اعلیٰ یعنی اوپر کا تالو) کی کھال سے نکلتے ہیں ان کو حروف نطعیہ کہتے ہیں، اور وہ تین ہیں: تا، دال، ط۔ (عمدة الفقه ص ۳۳ ج ۲، القاب حروف کا بیان)

امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ:..... اگر امام کی نماز مکروہ ہوگی تو مقتدی اس کراہت سے بچیں گے یا نہیں؟ اس باب میں کوئی روایت نہیں ملی، لیکن قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کراہت کسی فعل داخل فی الصلوٰۃ سے ہے، مثلاً ترک واجب یا فعل زائد تب تو وہ کراہت صلوٰۃ مقتدی تک متعدی ہوگی، کیونکہ اس صوت میں اس کی نماز بھی مکروہ ہوئی۔ ”و صلوتہ متضمنة لصلوة المقتدی“۔

اور اگر کسی امر خارج عن الصلوٰۃ سے ہے جیسے کسی بیعت غیر مشروعہ سے تو وہ متعدی نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت نماز مکروہ نہیں ہوئی ایک جدا گانہ فعل مکروہ ہے، گویا ایسے شخص کا امام بنانا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے قاعدہ ”کل صلوٰۃ ادیت مع کراہة

التحریم تجب اعادتها“ کی شرح میں لکھا ہے: ”الظاهر ان النقص فی صلوة الامام ولم يجبر وجبت الاعادة على المقتدى ايضا، اه“۔

اس سے حضرت مجیب قدس سرہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ مقتدی پر اعادہ کا واجب ہونا دلیل ہے تعدیہ کراہت کی اور یہ اس صورت میں ہے کہ کراہت امام کی نماز میں داخل ہوئی، پس اگر کراہت کسی امر خارج عن الصلوٰۃ کی وجہ سے ہے تو تعدیہ کراہت نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۰۰ ج ۲)

عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول میں سے اصح قول

مسئلہ:..... عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف مشہور ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں، اصح یہ ہے کہ ”دور سے دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے“۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۳۲ ج ۲)

کیا نماز کی حالت میں عینک لگا رکھنا مکروہ ہے؟

مسئلہ:..... نماز کی حالت میں عینک لگا رکھنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن فعل عبث ہے، اور عبث نماز میں مکروہ ہے، اس عارض کے سبب یہ فعل عبث ہوگا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: البتہ جو لوگ عینک کے عادی ہیں یعنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے ”نمبری عینک“ لگاتے ہیں، چونکہ انہیں بغیر عینک کے طمانینت و سکون نہیں رہتا، اس لئے ان کے لئے یہ فعل عبث نہیں ہے، اور مکروہ نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۶۵ ج ۲)

نوٹ:..... عینک کو فعل عبث کہنا مشکل ہے، اس لئے کہ یہ ضرورت کی چیز ہے، اور ضرورت کی چیز عبث نہیں ہوتی۔ البتہ جو لوگ رنگ برنگ کے شوقیہ چشمے اور عینک لگاتے ہیں، وہ نماز

کی حالت میں لگانے اور اس کی وجہ سے سجدہ صحیح طور پر نہ ہوتا ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔
(ملخص از حاشیہ: مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ)

کیا مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے؟

مسئلہ:..... مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مسجد کی چھت پر تنہا یا باجماعت نماز پڑھنے کی کراہت کا مدار چھت پر چڑھنے کی کراہت پر ہے، چنانچہ ”عالمگیریہ“ میں ”غرائب“ سے جو کراہت صلوٰۃ نقل کی ہے وہ کراہت صعود علی السطح پر متفرع ہے، لیکن شامی رحمہ اللہ نے ”در مختار“ کے قول ”وکرہ تحریما الوطء فوقہ“ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”ای الجماع ”خزائن“ اما الوطء فوقہ بالقدم فغیر مکروہ الا فی الکعبۃ لغیر عذر، لقولہم بکراہۃ الصلوۃ فوقہا“۔

اور جب صعود علی السطح مکروہ نہیں تو چھت پر نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں، پھر شامی نے قہستانی سے کراہیۃ صعود علی السطح کا جزئیہ بھی نقل کیا ہے، اور اس پر کراہیۃ صلوٰۃ علی سطح المسجد متفرع کی ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ کو اس پر اطمینان نہیں ہے، اس لئے ”فلیتأمل“ فرمایا ہے۔ (ردالمحتار: ۶۱۴/۱، شامی، کتاب الصلوٰۃ، مکتبہ زکریا: ۴۲۸/۲، کراچی: ۶۵۶/۱)

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ شرح منیہ اور شامی کی مذکورہ عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں: خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ بعض عبارتوں سے جواز نماز فوق المسجد معلوم ہوتا ہے اور بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جدید ص: ۱۵۰/۴، سوال: ۱۶۲۱)

پس تطبیق کی صورت ذہن میں یہ آتی ہے کہ نفی کراہت تحریمی کی ہے اور اثبات کراہت

تذریہ کا، لہذا مسجد کی چھت پر تنہا یا باجماعت نماز پڑھنا مکروہ تذریہ یعنی خلاف اولیٰ ہے، البتہ عذر کے وقت مثلاً: نیچے جگہ نہ ہو، یا گرمی شدید ہو اور درپچوں سے بھی علاج نہ ہو سکے اور دیگر کوئی محذور شرعی بھی نہ ہو مثلاً قرب وجوار کے مکانوں کی بے پردگی تو چھت پر تنہا یا باجماعت نماز پڑھنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۷۷ ج ۲)

تراوح بین القدین کے مسئلہ پر تسامح

مسئلہ:..... تراوح بین القدین حنفیہ کے نزدیک افضل ہے ”طحاوی“ نے ”ظہیریہ“ سے نقل کیا ہے، امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ تسامح ہے ”طحاوی“ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی تصریح قیام میں دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت فاصلہ رکھنے کے مسنون ہونے کے بارے میں ”کتاب الاثر“ سے نقل کی ہے، اور ”ظہیریہ“ سے تراوح کے استحباب کی روایت نقل کی ہے ”طحاوی“ کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”قوله : ویسن تفریج القدمین فی قدم القیام (اربع اصابع) نص علیہ فی ”کتاب الاثر“ عن الامام ولم یحک فیہ خلافاً ، وفی الظہیریۃ : أو روی عن الامام التراوح فی الصلوۃ احب الی من ان ینصب قدمیہ نصباً“۔

(طحاوی علی المراقی الفلاح ، کتاب الصلوۃ ، فصل فی بیان سنہا، مکتبۃ: دارالکتاب، دیوبند)

ص ۲۶۲)۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۷۷ ج ۲)

نوٹ:..... تراوح اور صف (تراوح بین القدین اور صف بین القدین) میں فرق ہے۔ صف یہ ہے کہ ایک قدم پر زور دے کر دوسرے قدم کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی قدر مڑ جاوے جیسا کہ گھوڑا ایک پیر کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے یہ مکروہ ہے۔ تراوح میں

ایک قدم پر زور دیا جاتا ہے دوسرے پر زور نہیں دیا جاتا، مگر اس کو بالکل ڈھیلا بھی نہیں چھوڑا جاتا کہ مڑ جاوے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۸۳ ج ۲)

آج کے دور میں سنتوں کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے

مسئلہ:..... سنت فجر کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے، بلکہ جمیع سنن مؤکدہ کا تاکہ اتہام یا تشبہ باہل بدعت سے محفوظ رہے جو کہ تارکین ان سنن کے ہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اصل مذہب یہ ہے کہ سنن مؤکدہ کا گھر میں پڑھنا افضل ہے، لیکن اب مسجد میں پڑھنا بدو وجہ افضل ہے: اول تشبہ باہل بدعت، دوم: لوگوں میں تہاون و سستی عام ہے، اور مشاغل روز افزوں ہیں، اس لئے اندیشہ ہے کہ گھر میں نہ پڑھ سکیں۔

”قال فی الفتح: وبہ ای باصل المذہب افقی الفقیہ ابو جعفر، قال: الا ان یخشی ان یشغل عنها اذا رجع، فان لم یخف فالافضل البیت، الخ“۔

(فتح القدر ص ۴۹۲ ج ۱) (کوئٹہ: ص ۴۱۶ ج ۱)، کتاب الصلوٰۃ، باب ادراک الفریضۃ)

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ثم افقی ارباب الفتی بان الافضل الاداء فی المسجد کیلا یلزم التشبه بترکھا بالروافض حیث لا یأتون بها، و نظرا الی تہاون اهل عصرنا یکمن ان یفتی بادائھا فی المسجد کیلا یتشاغلوا عنها فی البیوت، الخ“۔

(معارف السنن ص ۱۱۱ ج ۴، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء انه یصلیہما فی البیت)

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۲۱ ج ۲)

نوٹ:..... مسجد میں سنت پڑھنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا، اور دنیوی بات سے نمازی محفوظ رہتا ہے، اس لئے کہ بعض روایات

میں فرض اور سنت کے درمیان بات نہ کرنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں: مثلاً: اس کی نماز اعلیٰ علیین میں چڑھ جاتی ہے، یا علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ اس لئے علماء نے سنت و فرض کے درمیان دنیوی بات کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اور عدم تکلم کو افضل فرمایا، اس لئے کہ سنن فرائض کے مکملات اور ان کا تتمہ ہیں، اور تتمہ شے کے متصل اور ملا ہوا ہوتا ہے، لہذا فصل نہ ہونا چاہئے۔ بعض مشائخ نے تو گفتگو کی صورت میں سنت کا اعادہ کرنے کو کھانا ہے۔ اور ”الدر المختار“ میں ہے کہ: فرض اور سنت کے درمیان بات کرنے سے ثواب میں نقص آئے گا۔

امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے ایک قول میں بات کرنے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ ”در مختار“ اور ”بحر“ میں بعض حنفیہ کا بھی یہی قول منقول ہے، مگر یہ قول مختار نہیں، قول محقق اس سلسلے میں یہی ہے کہ لغو اور خالص دنیوی باتیں یا کسی ایسے عمل سے جو نماز و ذکر کے منافی ہو، جیسے خرید و فروخت، کھانا پینا وغیرہ یا زائد فصل اور تاخیر ہو جائے تو یہ عمل ثواب کو کم کرنے والا ہے۔

(زاد المعاد ص ۳۱۳ ج ۱۔ اعلاء السنن ص ۱۹ ج ۷۔ شامی کبری ص ۲۹۴ ج ۷/۸: زمزم پبلشرز، کراچی)

تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور ناجائز ہے مسئلہ:..... تراویح کے امام کے ذمہ ایک دو نمازیں معین کر کے اس کو تنخواہ دینا اس وقت جائز ہے جب امامت ہی مقصود ہو، حالانکہ یہاں مقصود تراویح ہے، اور یہ محض ایک حیلہ ہے، دیانات میں جو کہ معاملہ فی مابین العبد و بین اللہ ہے حیل مفید جواز واقعی کو نہیں ہوتے، لہذا یہ ناجائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: قاعدہ ہے: ”الامور بمقاصدھا“ پس اگر کسی حافظ کو ختم

قرآن شریف کے لئے تراویح کا امام بنایا جاوے تو ظاہر ہے کہ اس سے مقصود امامت نہیں ہے، بلکہ قرآن شریف کا ختم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جدیدہ ۴/۲۷۳)

لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس حیلہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، فرماتے ہیں: اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین کر دی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے، کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ (دیباچہ فتاویٰ رحمیہ ص ۵۷ ج ۲)

لیکن ظاہر ہے کہ یہ حیلہ ہی حیلہ ہے، مقصود واقعی ختم قرآن شریف ہے، امامت مقصود ہرگز نہیں ہے اور دیانات میں حیلے مفید جواز نہیں ہوتے، فالحق ما افقی بی المجیب قدس سرہ العزیز۔ (امداد الفتاویٰ جدیدہ ص ۳۶۶ ج ۲)

شبینہ میں ممانعت کا حکم ہی احوط ہے

مسئلہ:..... اگر شبینہ میں قرآن صاف پڑھا جائے، اور حفاظ کو ریاقصود نہ ہو کہ فلاں نے اس قدر پڑھا اور فلاں نے اس قدر، اور جماعت کسل مند نہ ہو، اور حاجت سے زیادہ روشنی میں تکلف نہ کریں، اور تراویح میں پڑھیں، اور قصد حصول ثواب کا ہو جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ حکم ہے فعل کافی نفسہ، لیکن ہمارے زمانہ میں مفاسد عادیہ مثل لازم کے ہو گئے ہیں، لہذا منع کرنا ہی احوط ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدیدہ ص ۳۵۱ ج ۲)

تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو؟

مسئلہ:..... تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے، الخ۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: صحیح مسئلہ اس طرح ہے۔

اگر تراویح کی دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا

سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور باقاعدہ سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے، اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے، لیکن یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہوں گی، اور پہلے شفعہ میں جو قرآن پڑھا گیا ہے اس کا اعادہ کرنا ہوگا، کیونکہ پہلا شفعہ قعدہ اخیرہ ترک کرنے کی وجہ سے فاسد ہو گیا ہے، لہذا تراویح میں محسوب نہ ہوگا اور اس میں پڑھے گئے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا، البتہ تحریمہ استحساناً باقی ہے، اس لئے دوسرا شفعہ ہو جائے گا اور اس میں پڑھا ہو قرآن بھی معتبر ہوگا۔

اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہوا تھا اور تیسری رکعت پڑھ کر قعدہ کر کے سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو تینوں رکعتیں بے کار ہو گئیں، پہلا شفعہ بوجہ فاسد ہو جانے کے اور دوسرا شفعہ بوجہ نا تمام رہ جانے کے، اور تینوں رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا۔

اور اگر دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کر کے کھڑا ہوا ہے اور چار رکعات پڑھ کر سلام پھیرا ہے تو چاروں رکعتیں صحیح ہوں گی، اور سب تراویح میں محسوب ہوں گی، اور سجدہ سہو کی حاجت نہیں ہوگی، اور اگر تین پر قعدہ کر کے سلام پھیر دیا تو پہلا شفعہ صحیح ہو گیا اور تیسری رکعت بے کار گئی، اس کی قرأت کا اعادہ کرنا ہوگا، تفصیل کے لئے دیکھئے! ”فتاویٰ رحیمیہ“ ۳۵۱/۱- فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید: ۴/۶۶۲/۲۷۵- کفایت المفتی: ۳/۳۴۹/۳۶۴۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۷۱ ج ۲)

امام قعدہ سے کھڑا ہو جائے تو مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے

مسئلہ:..... مسبوق امام کے ساتھ قعدہ اولیٰ میں ملا، اور اس کے تشہد سے پہلے امام اٹھ گیا تو مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے، بدون تشہد کے نہ اٹھے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن اگر تشہد ادھورا رکھ کر اٹھ گیا، یا تشہد پڑھے بغیر اٹھ گیا تو حلبی رحمہ اللہ کی رائے میں نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ہوگی، علامہ شامی رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، لیکن علامہ طحاوی رحمہ اللہ بغیر کسی قسم کی کراہت کے نماز کو صحیح کہتے ہیں، صاحب درمختار کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، نیز فقہ ابوالبیث رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۹۲ ج ۲)

مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو پہلے کی قضا نمازوں کا حکم
مسئلہ:..... ایک شخص مسلمان تھا بعد میں مرتد ہو گیا، پھر مسلمان ہوا، مرتد ہونے سے پہلے کی نمازیں جو اس کے ذمہ تھیں قضا کرنی ہوں گی۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: ”مختصر الطحاوی“ ص ۲۹ میں ہے:

”وَلَا يَقْضِي الْمُرْتَدُ شَيْئًا مِنَ الصَّلَوَاتِ وَلَا مِمَّا تَعْبُدُ بِهِ سِوَاهَا (وفی نسخة : وَلَا شَيْئًا يَعْبُدُ بِهِ) وَيَكُونُ بَارِتْدَادَ كَمَنْ لَمْ يَزَلْ كَافِرًا، اه“۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا نہیں ہے، اور اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ ترک صلوة وصیام معصیت ہے اور ارتداد کے بعد بھی معصیت باقی رہتی ہے، لیکن جب وہ دوبارہ مسلمان ہوا تو حسب ارشاد نبوی ”الاسلام يهدم ما كان قبله“ وہ معصیت ختم ہوگئی۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۸۳ ج ۲)

مقیم مسافر امام کے پیچھے شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟
مسئلہ:..... مقیم شخص چار رکعت والی نماز میں مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں یا قعدہ میں شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر پہلی رکعت میں شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں دورائے ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ..... جب پہلی رکعت میں شریک ہوا ہو تو وہ صرف لاحق ہے، لہذا امام کے ساتھ سلام پھیرنے پر اپنی بقیہ دو رکعتیں بغیر قراءت کے پڑھے، اور جب دوسری رکعت یا قعدہ میں شریک ہوا ہو تو وہ مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی، لہذا امام کے فارغ ہونے کے بعد پہلے وہ رکعتیں پڑھے جن میں لاحق ہے، یعنی آخر والی، اور ان میں نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت، کیونکہ ان رکعتوں میں وہ حکما امام کے پیچھے ہے، پھر وہ رکعتیں پڑھے جن میں مسبوق ہے، یعنی پہلی ایک رکعت، یا دو رکعتیں، اور ان میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے۔

(کفایت المفتی: ۳/۳۷۸۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید: ۴/۳۸۹۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۹۲)

دوسری رائے یہ ہے کہ..... جب مقیم شخص مسافر امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہو تو وہ صرف لاحق ہے، لہذا بقیہ دو رکعتیں بغیر قراءت کے پڑھے، اور جب وہ دوسری رکعت میں یا امام کے قعدہ اخیرہ میں شریک ہو تو وہ صرف مسبوق ہے، لہذا یہ شخص اٹھ کر پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، فاتحہ اور سورت پڑھ کر قعدہ کرے، اور پھر دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے، اور آخری دونوں رکعتوں کے درمیان قعدہ نہ کرے، اگر وہ تمام رکعات کا مسبوق ہے (یعنی جب قعدہ میں فاتحہ کے ساتھ پڑھے)۔

یہ دوسری رائے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ (صاحب بذل المجہود) کی ہے، حضرت نے اس سلسلہ میں بہت ہی مفصل و مدلل فتاویٰ ارقام فرمائے ہیں، جو ماہنامہ ”نظام“ کانپور (شمارہ: مئی و جون: ۱۹۶۴ء) اور ”احسن الفتاویٰ“ میں شائع ہوئے ہیں۔ احقر کے ناقص خیال میں یہ دوسری رائے ہی صحیح ہے، اور وہی عمل و فتویٰ کے لئے متعین ہے، اور اس کے لئے مشیع دلائل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کے آخری مفصل و مدلل جواب میں موجود ہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۰۲ ج ۲)

سورہ فاتحہ پڑھی اور سورت پڑھے بغیر رکوع کر لیا تو؟

مسئلہ:..... نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی اور سورت پڑھے بغیر رکوع کر لیا تو اب قیام کی طرف عود کرے اور سورت ملائے پھر رکوع کرے تب سجدہ میں جاوے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ اولی صورت ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ رکوع کے بعد سجدہ میں چلا جائے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۴۵ ج ۲)

ترک واجب سے دوبارہ پڑھی گئی نماز میں نو وارد کی شرکت

مسئلہ:..... امام سے واجب چھوٹ گیا اور سجدہ سہو بھی نہ کیا تو دوبارہ پڑھی جانے والی نماز میں نو وارد کے شریک ہونے سے اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ جواب مختار قول کے مطابق نہیں ہے، مختار قول یہ ہے کہ نو وارد کی نماز صحیح نہ ہوگی، پھر سے پڑھنی ہوگی، کیونکہ امام کی یہ دوسری مستقل نماز نہیں ہے، بلکہ اول نماز کی تکمیل کے لئے ہے، لہذا مستقل فرض پڑھنے والے کی اقتدا ایسے امام کے پیچھے صحیح نہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو! فتاویٰ رحیمیہ: ۱۹۸/۱۔ شامی: ۲۲۶/۱۔ کفایت المفتی

۹۶/۹۳۳۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید: ۳/۳۷۱۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۵۲ ج ۲)

نوٹ:..... اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک فرض ادا ہو جائے گا اور بعض کے نزدیک فرض ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے تطبیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ جس نو وارد کو اس بات کا علم ہو کہ یہ لوٹائی جانے والی نماز ہے تو اس کا فرض ادا نہ ہوگا، اور جس کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ لوٹائی جانے والی نماز ہے، اس کے شریک ہونے سے اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ کا حاشیہ۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۵۲/۴۵۳/۴۵۴/۴۵۵ ج ۲)

سجدہ تلاوت ایک ساتھ کرے یا ہر آیت پر اسی وقت کرے؟
مسئلہ:..... پورے قرآن کریم کی تلاوت کے ایک ساتھ سارے تلاوت کے سجدے کرنا جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اور بہتر یہ ہے کہ جس وقت آیت سجدہ تلاوت کی ہے، اسی وقت سجدہ کر لے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۸۳ ج ۲)

محض نکاح سے وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں؟

مسئلہ:..... محض نکاح سے وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں اس مسئلہ میں دوسرے علماء سے تحقیق کی جاوے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ محض تزوج سے مقیم ہو جاتا ہے۔ دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید: ۴/۴۵۸۔ اور جلد چہارم: ۴۸۲/ میں وضاحت ہے کہ تزوج سے مراد یہ ہے کہ نکاح ہوا اور بیوی کو وہاں سے لے جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ بہر حال خود وہاں رہنے کا عزم ضروری نہیں ہے۔

اب علماء کا رجحان حضرت مجیب قدس سرہ (یعنی حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے جواب کی طرف ہے، یعنی خود وہاں رہنے کا عزم ضروری ہے جیسا کہ ”قاضی خان“ کے جزئیہ میں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۵۹ ج ۲)

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیسے سلام پھیرے؟

مسئلہ:..... نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ نے اس کے خلاف

فتویٰ دیا ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید: ۵/۳۱۴۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف اولیت میں ہے، جائز دونوں ہیں یعنی ارسال کر کے سلام پھیرنا اور ہاتھ باندھے باندھے سلام پھیرنا دونوں جائز ہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۸۱ ج ۳)

مسواک مر اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے

مسئلہ:..... میرے نزدیک مسنونیت مسواک کی عام ہے (یعنی مسواک مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے)۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ابن حجر رحمہ اللہ نے محدث احمد بن منیع رحمہ اللہ کے مسند سے ”المطالب العالیۃ“ (۲۳۱) میں حدیث نقل فرمائی ہے:

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ (جو صحابی ہیں) ارشاد فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مسواکوں کو تلوار کی موٹھ کے ساتھ باندھا کرتے تھے، اور عورتیں اپنی اوڑھنیوں میں باندھا کرتی تھیں۔ اس حدیث سے صحابیات رضی اللہ عنہن کا مسواک استعمال کرنا صراحۃً ثابت ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۰۱ ج ۱)

عورت کے لئے عک کا استعمال جائز ہے

مسئلہ:..... واضح ہو کہ اصل سنت درخت کی مسواک ہے، مسواک کی موجودگی میں انگلیاں بھی مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ ”ولا تقوم الاصابع مقام العود عند وجودہ“ (کبیری قدیم ص ۳۲۔ جدید ص ۳۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

لیکن عورتوں کے لئے درخت کی مسواک موجود ہوتے ہوئے بھی عک (لبان کی ایک قسم) کا استعمال جائز ہے، وہ مسواک کے قائم مقام شمار ہوگا، جبکہ عورت نے اس کا استعمال سنت ادا کرنے کی نیت سے کیا ہو:

”يقوم العلك مقامه للمرأة مع القدرة عليه“۔

(درمختار مع الشامی ص ۱۵۱ ج ۱، کراچی۔ ص ۲۳۶ ج ۱، ذکر یاد یوبند، کتاب الطہارۃ)

”قوله : مقامه ای فی الثواب اذا وجدت النية“۔

(طحاوی علی الدر المختار ص ۷۰ ج ۱، کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے ”لکون المواظبة عليه تضعف اسنانها فيستحب لها“، یعنی ہمیشہ لکڑی کی مسواک استعمال کرنا عورت کے دانتوں کو کمزور کرتا ہے، اس لئے گاہ بگاہ علك کا استعمال اس کے لئے مستحب ہے، معلوم ہوا کہ عورت کے لئے بھی اصل سنت درخت کی مسواک ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۰۱ ج ۱)

پھایہ کان کے نرمہ یا سوراخ میں رکھا ہو تو مسح کا حکم

مسئلہ:..... اگر پھایہ کان کے نرمہ میں رکھا ہو تو مسح کے وقت اس کا نکالنا سنت ہے۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس لئے کہ کان کے اندر کے تمام حصہ کا مسح سنت ہے، اور وہ پھایہ نکالے بغیر ممکن نہیں ہے، اور سنت کا موقوف علیہ سنت ہوتا ہے، لہذا اس کا نکالنا سنت ہوا۔

مسئلہ:..... اگر پھایہ کان کے سوراخ میں رکھا ہو تو اس کا نکالنا مستحب ہے۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس لئے کہ کان کے سوراخ میں ترانگی ڈالنا مستحب ہے جو بغیر نکالے ممکن نہیں، لہذا نکالنا مستحب ہوا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۱۱ ج ۱)

سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی تفصیل

مسئلہ:..... سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا چاہئے یا ہاتھ دھونے کے بعد جو تری بچی ہے، اس سے مسح جائز ہے، اس میں اختلاف ہے۔ حاکم شہید رحمہ اللہ جائز قرار نہیں دیتے، اور جمہور

جائز کہتے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ”سعایہ“ (ص ۶۷ ج ۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند) میں بحث و تحقیص کے بعد مسئلہ کی دو صورتیں کی ہیں:

(۱)..... ہاتھوں کے ذریعہ کسی عضو کو دھونے کے بعد ہاتھوں میں بچی ہوئی تری۔

(۲)..... ہاتھوں سے کسی عضو پر پانی ڈالنے کے بعد ہاتھوں میں بچی ہوئی تری۔ پہلی قسم کی تری سے سر اور موزوں کا مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ تری مغسول عضو سے لی گئی ہے، اس لئے وہ ”ماء مستعمل“ ہے۔ اور دوسری قسم کی تری سے مسح کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ہاتھ کسی مغسول عضو سے نہیں ملے ہیں، اس لئے وہ تری ”ماء مستعمل“ نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۱۶ ج ۱)

گردن کے مسح کے بارے میں علماء کی آراء

مسئلہ:..... گردن کے مسح کے بارے میں علماء کی تین رائے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ بدعت فرماتے ہیں۔ شرنبلالی رحمہ اللہ وغیرہ سنت فرماتے ہیں۔ اور اکثر احناف اور اصحاب متون مستحب فرماتے ہیں، اور یہی قول صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے ”سعایہ“ (مکتبہ اشرفیہ، دیوبند: ۱۷۸/۱) اور رسالہ ”تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبۃ“ (مصنفہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ) ملاحظہ فرمائیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۲۲ ج ۱)

کیا جنابت کی حالت میں بال کتر وانا اور ناخن ترشوانا مکروہ ہے؟

مسئلہ:..... جنابت کی حالت میں خط بنوانا اور بال کتر وانا اور ناخن ترشوانا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: بال کترنے اور مونڈنے اور ناخن کترنے کو بحالت جنابت بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، بظاہر مراد مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے، جن کا مال خلاف اولیٰ ہے۔ ”عالمگیریہ“ جلد

خامس میں ہے: ”حلق الشعر حالة الجنابة مكروه ، وكذا قص الاظافر ، هكذا في الغرائب“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۳ ج ۱)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ما اعلم على كراهية ازالة شعر الجنب و ظفوه دليلا شرعيا“۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۴ ج ۱)۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۵۵ ج ۱)

نوٹ: امام بخاری رحمہ اللہ نے ”بخاری شریف“ کے ”ترجمۃ الباب“ میں امام عطاء بن رباح رحمہ اللہ کا اثر نقل فرمایا ہے، جس میں حالت جنابت میں بالوں کی صفائی اور ناخن تراشنے کو جائز بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح مصنف ”عبدالرزاق“ میں ابن جریج عن عطاء کے طریق سے جائز نقل فرمایا ہے۔ اور بخاری کی شرح ”عمدة القاری“ میں بھی جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صاف الفاظ میں جواز اور عدم کراہت کی بات نقل فرمائی ہے۔ (ملخص از: حاشیہ امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۵۵ ج ۲)

نوٹ: امام عطاء بن رباح رحمہ اللہ کا اثر یہ ہے: ”وقال عطاء: يحتجم الجنب ، ويُقَلِّم اظفاره وَيَحْلِق رأسه وان لم يتوضأ“۔

(بخاری، باب الجنب يخرج ويمشي في السوق وغيره، كتاب الغسل، قبل رقم الحديث: ۲۸۴)

کپڑے پر دھبا اور وجوب غسل کی چودہ صورتیں

مسئلہ: نیند سے بیدار ہونے پر کپڑے میں دھبا ہونے اور خواب کے یاد ہونے وہ ہونے میں غسل کے وجوب وعدم وجوب کی چودہ صورتیں ہیں:

نمبر	صورت	حکم
۱	منی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....
۲	مذی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....

۳	ودی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے.....
۴	منی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....
۵	مذی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے.....
۶	ودی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے.....
۷	منی اور مذی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....
۸	مذی اور وودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....
۹	منی اور وودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....
۱۰	منی، مذی اور وودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب ہے.....
۱۱	منی اور مذی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے
۱۲	منی اور وودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے
۱۳	منی، مذی اور وودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے
۱۴	مذی اور وودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو.....	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے.....

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۴۰ ج ۲)

مسجد کی زمین پر تیمم کرنے کا حکم

مسئلہ:..... مسجد کی زمین میں تیمم کرنا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مسجد کی مٹی سے تیمم کرنے کی دو صورتیں ہیں: اول: ضرورت کی

وجہ سے، مثلاً کوئی شخص مسجد میں سویا اور اسے غسل کی حاجت پیش آگئی اور فوراً باہر نکلنا تاریکی یا بارش وغیرہ (جیسے دشمن یا درندے کا خوف، مرغوب، اعذار کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو تیمم کر لینا مستحب ہے تاکہ جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا لازم نہ آئے، تمام فقہائے احناف نے یہ مسئلہ لکھا ہے، لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ مسجد کی مٹی سے تیمم نہ کرے، بلکہ سب کی عبارتیں مطلق ہیں۔ ”ولو كان نائماً فيه فاحتلم والماء خارجه وخشي من الخروج يتيمم وينام فيه الى ان يمكنه الخروج، قال في المنية: وان احتلم في المسجد يتيمم للخروج اذا لم يخف وان خاف يجلس مع التيمم، الخ“۔

(شامی ص ۴۱۰ ج ۱، زکریا، دیوبند۔ ص ۲۴۳ ج ۱، کراچی)

لہذا اگر وہاں کوئی اور مٹی نہ ہو تو مسجد کی مٹی سے تیمم کر لینا جائز ہے، لاطلاق الروایات۔ البتہ حضرات شوافع نے لکھا ہے کہ اس صورت میں بھی مسجد کی مٹی سے تیمم نہ کرے اور مٹی ہو تو تیمم کرے ورنہ بغیر تیمم کے جنابت کی حالت ہی میں مسجد میں ٹھہرا رہے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کوئی شخص مسجد کی تھوڑی سی مٹی استعمال کر لے تو اس میں کراہت کی کیا وجہ؟۔

امام زرکشی محمد بن عبد اللہ شافعی رحمہ اللہ (ولادت: ۷۴۵ھ، وفات: ۹۴۷ھ) ”اعلام المساجد باحكام المساجد“ ص ۳۱ میں لکھتے ہیں:

”ما يجوز المكث للجنب في المسجد للضرورة بان نام في المسجد واحتلم ولم يمكنه الخروج لاغلاق الباب أو الخوف على نفسه أو ماله، قال في الروضة: ويجب ان يتيمم ان وجد غير تراب المسجد ولا يتيمم بترابه، الخ۔ الى قوله۔ وقول الرافعي: ولا يتيمم بتراب المسجد كما لو لم يجد الا تراباً مملوكاً، نازعه

فیه النووی فی شرح التنبیہ ، فقال : هكذا قال تبعاً لصاحبی التهذیب والتتمة ، وفیه نظر ، وأی مانع يمنع من غبار یسير للضرورة ؟ والفرق بینہ وبين المملوک ظاهر ، وقال الرویانی فی البحر : لو احتلم فی المسجد أو خاف العسس (الشرلہۃ التی تطوف لیلاً للحراسة) یتیمم بغير تراب المسجد ، فان لم یجد الا تراب المسجد لا یتیمم ، كما لو وجدت فیہ تراباً مملوکاً للغير ، ولكنه لو یتیمم به جاز ”۔
دوم: بلا ضرورت مسجد کی مٹی سے تیمم کرنا یہ مکروہ ہے۔

”قال فی الاشباہ فی احکام المساجد : ومنها منع اخذ شیء من اجزائه ، قالوا فی ترابہ : ان کان مجتمعاً جاز الاخذ منه ، ومسح الرجل علیہ ، والا لا ، اه ، قال الحموی : قوله : والا لا ، اقول : لان المجتمع المنبسط بمنزلة ارض المسجد فیکره اخذه یعنی علی سبیل الاستعمال ، وأما اذا أخذه للتبرک فجائز ، كما قالوا فی تراب الکعبة ، واعلم ان هذا الحکم کان حیث كانت المساجد لا تنبسط ، أما الآن فإزالة التراب ورفعه قربة “۔

علامہ حموی رحمہ اللہ کے قول ”واعلم ، الخ“ سے بھی معلوم ہوا کہ کراہت اس مٹی سے تیمم کرنے میں ہے جو مسجد کا جزو ہے ، لیکن اگر مسجد کے پکے فرش پر غبار ہو تو چونکہ وہ مسجد کا جزو نہیں ہے ، اس لئے اس سے تیمم کرنا جائز ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۸۵ ج ۱)

جراہوں پر مسح کے بارے میں حدیث مجمل و مبہم ہے

مسئلہ: جراہوں پر مسح کے بارے میں حدیث میں جو آیا ہے وہ مجمل و مبہم ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: جراہوں پر مسح کرنے کی تین حدیثیں مروی ہیں: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہ آپ

ﷺ نے وضو فرمایا اور جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا۔ ان میں سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیثیں تو ضعیف ہیں، البتہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ فرمایا ہے، لیکن دیگر بڑے بڑے محدثین نے اس پر بھی نقد فرمایا ہے۔

(بحث کے لئے ملاحظہ ہو ”نصب الراية“: ۱۸۶/۱۸۴- معارف السنن شرح ترمذی: ۳۵۱/۳۴۸)

علاوہ بریں حدیث اس سلسلے میں مجمل ہے کہ وہ جرابیں ٹخنیں یا رقیق؟ پھر سادہ تھیں یا منعل؟ کیونکہ حدیث کے الفاظ مسح علی الجوربین والنعلین کا مطلب بعض محدثین نے مسح علی الجوربین المنعلین بیان فرمایا ہے۔ نیز یہ تعین بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کا یہ وضو واجب تھا، یعنی حدث کی حالت میں فرمایا گیا تھا یا مستحب تھا، یعنی وضو علی الوضوء تھا، نیز یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ حکم عام ہے، یعنی تمام امت کے لئے ہے، آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے، ورنہ کہا جاسکتا ہے کہ: ”واقعة حال لا عموم لها“۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۹۳ ج ۱)

زخم سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے؟ اور کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ مسئلہ:..... زخم سے جو پانی نکلتا ہے وہ ناقض وضو ہے، یہ پانی نجس ہے اور نجس مغلط ایک درہم تک معاف ہے، اس لئے وہ داغ اگر پھیلاؤ میں ایک روپیہ سے زائد نہ ہو تو نماز ہو جاوے گی۔

اس جزئیہ کے حاشیہ پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ اس صورت میں ہے کہ زخم سے نکل کر پانی بہہ گیا اور وہ کپڑے کو لگ گیا۔ اور اگر پانی یا پیپ وغیرہ صرف زخم کے منہ پر ہے اور کپڑا اس کو بار بار لگتا رہا یہاں تک کہ کپڑے پر

پھیل گیا، یہ ناپاک نہیں، نہ اس کا دھونا واجب ہے۔ محمد شفیع

آپ اس حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: بلکہ حاشیہ اس طرح ہونا چاہئے کہ:

”یہ اس صورت میں ہے کہ زخم سے نکل کر پانی بہہ گیا اور وہ کپڑے کو لگ گیا، اور اگر پانی، پیپ وغیرہ صرف داد کے زخموں کے منہ پر رہا اور کپڑا اس کو بار بار لگتا رہا یہاں تک کہ کپڑے پر پھیل گیا تو دل میں سوچے، اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا تو بہہ پڑتا تو وہ ناپاک ہے اور کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور اگر ایسا معلوم ہو کہ کپڑا نہ لگتا تب بھی نہ بہتا تو وہ ناپاک نہیں ہے، نہ اس کا دھونا واجب ہے۔“ ان مسح الدم عن رأس الجرح بقطنه ثم خرج فمسح، ثم و ثم.... ينظر ان كان بحال لو ترك لسال ينتقض والا فلا“

(منیہ ص ۲۸، الطہارۃ، فصل فی نواقض الوضوء، مکتبہ: اشرفیہ، دیوبند ص ۱۳۲)

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۳۰ ج ۱)

ناپاک کپڑے کو تین بار نچوڑا جائے، مگر بدن کے لئے یہ قاعدہ نہیں مسئلہ:..... ناپاک کپڑے کو دھونے کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ تین بار اسے نچوڑا جائے، مگر بدن انسانی ناپاک ہو تو اس کے لئے یہ قاعدہ نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: بدن تین بار مسلسل دھونے سے پاک ہو جائے گا، ہر بار خشک کرنا ضروری نہیں ہے۔ ”یطهر بالغسل ثلاثا ولو بدفعة بلا تجفيف“۔

(رد المحتار: ۳۰۷/۱، مکتبہ زکریا، دیوبند۔ ص ۳۳۲ ج ۱، کراچی)، (امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۶۵ ج ۱)

شہد میں چوہا گر کر مر جائے تو

مسئلہ:..... سیال شہد میں چوہا گر کر مر جائے تو سب ناپاک ہو گیا، پانی ڈال کر جوش دینا اور اس کا جلا دینا بعض کے نزدیک مطہر ہے۔ اس طرح طاہر کر کے کفار کے ہاتھ فروخت کر دیا

جائے، اور نجس کا فروخت کرنا بھی درست نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہو جائے گا..... اور کفار کے ہاتھ فروخت کرنے کا مشورہ اس لئے دیا گیا کہ امام محمد رحمہ اللہ اس کو پاک قرار نہیں دیتے، اگرچہ مفتی بہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی کا ہے، ممکن ہے کہ بعض طبائع اس کے استعمال سے ابا (نفرت) کریں، اس لئے فروخت کر دینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۲۷۳ ج ۱)

مرغی کو ذبح کے بعد گرم پانی میں جوش دینا

مسئلہ:..... بکری مرغی یا اور جانوروں کے سر اور پیروں وغیرہ پر ذبح کرنے کے بعد جو خون مسفوح لگا ہوا ہوتا ہے وہ جلا دینے سے پاک ہو جاتا ہے، جب کہ اس کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن مسائل کا منشاء غالباً یہ نہیں ہے، بلکہ وہ یہ پوچھ رہا ہے کہ مرغی وغیرہ پرندوں کو ذبح کر کے سرد ہونے کے بعد پر اکھاڑنے کی زحمت سے بچنے کے لئے آگ پر جھلس لیتے ہیں اور کبھی بڑے بڑے پر اکھاڑ کر جو چھوٹے چھوٹے پر جسم پر رہ جاتے ہیں، ان کو جھلس لیا جاتا ہے تو چونکہ ہنوز اس کے پیٹ سے آلائش نہیں نکالی گئی، اس لئے اس کا حکم اس مرغی کے مانند ہوگا جسے ذبح کر کے آلائش صاف کئے بغیر پانی میں جوش دے دیا گیا ہے، یا کچھ اور حکم ہوگا؟

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس جھلنے سے وہ مذبوح ناپاک نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ جھلسنا معمولی ہوتا ہے جس کا اثر صرف چمڑی تک رہتا ہے، اندر نجاست تک اس کا اثر نہیں پہنچتا، اور جوش دادہ مرغی کے ناپاک ہو جانے کی جو علت تشریب نجاست بیان کی گئی ہے وہ یہاں

مفقود ہے، اس لئے وہ پرندہ پاک اور حلال ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۹۱ ج ۱)

چاند، سورج کی طرف پاخانہ، پیشاب کے وقت منہ کرنا مکروہ ہے مسئلہ:..... سورج بادل میں چھپا ہوا ہو تو اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا درست ہے۔ اس پر تحریر فرماتے ہیں: چاند، سورج کی طرف پاخانہ، پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن مراد چاند سورج کی ذات کا استقبال واستدبار ہے، اس جہت یا ان کی روشنی کا استقبال واستدبار مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح جب وہ نظر نہ آ رہے ہوں تو بھی کراہت نہیں ہے، اور صورت مسئلہ میں چونکہ آفتاب ابر میں چھپا ہوا ہے، اس لئے کراہت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۹۲ ج ۱)

فرج کی رطوبت اور ایک تحقیقی حاشیہ

مسئلہ:..... رطوبت فرج کے متعلق جوابات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اول..... فرج خارج کی رطوبت پاک ہے، اس لئے کہ وہ درحقیقت پسینہ ہے۔
دوم..... فرج داخل کی رطوبت جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پاک کہتے ہیں اور صاحبین رحمہما اللہ ناپاک کہتے ہیں، کیونکہ اس رطوبت کے بارے میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی؟ اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہوا ہے، اور احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے۔
سوم:..... رحم کی رطوبت جو بالاتفاق ناپاک ہے۔

یہ جوابات کا خلاصہ تھا۔ اب اصل مسئلہ کے متعلق عرض ہے کہ تمام سوالات اس سفیدی کے بارے میں ہیں جو بعض عورتوں کو اکثر اوقات بہتی رہتی ہے، اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے اس کی حقیقت جان لینی چاہئے۔ فرج کا ایک حصہ تو خارج کا ہے، یعنی وہ

حصہ جس کا دھونا غسل میں فرض ہے، اس پر اگر تری محسوس ہو تو وہ درحقیقت پسینہ ہے، جس طرح جسم کے اور حصوں میں پسینہ نکل کر محل تر ہو جاتا ہے، یہاں بھی یہ صورت پیش آتی ہے، لہذا جس طرح جسم کے تمام حصوں کا پسینہ پاک ہے، یہاں کا پسینہ بھی پاک ہے، اس لئے نہ اس سے وضو ٹوٹتا ہے، نہ اس کا دھونا ضروری ہے۔

دوسرا حصہ داخل (اندرونی حصہ) کا ہے، اس کی رطوبت میں کئی احتمال ہیں:

الف..... یا تو یہ طبعی رطوبت ہے، یعنی وہ رطوبت ہے جو عضو کو نرم رکھنے کے لئے اس مقام میں پیدا ہو کر ہمیشہ وہاں رہتی ہے، اس رطوبت کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پاک فرماتے ہیں، اور صالحین رحمہما اللہ ناپاک قرار دیتے ہیں، لیکن واضح رہے کہ یہ رطوبت اندر ہی رہتی ہے، خود سے باہر نہیں آتی۔ ائمہ کا اختلاف اس کے متعلق چند مسائل میں ہے۔

ب..... دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ مذی ہو جو غدة قد امیہ میں پیدا ہوتی ہے اور بوقت شہوت یا بوقت تحیلات شہوانیہ نکلتی ہے۔

”والمذی : هو رطوبة تسيل عند ابتداء الشهوة لتليين مجرى المنى

ومجراها فوق مجرى المنى“۔ (شرح الاسباب: ۱۲۵/۲)

ترجمہ..... مذی وہ رطوبت ہے جو شہوت کے شروع میں بہتی ہے، جس سے منی کے راستے نرم ہوتے ہیں..... مذی کا راستہ منی کے راستے کے اوپر ہے۔ (ترجمہ کبیر: ۲۵۱/۳)

ج..... تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ ودی ہو جو ایک سیال رقیق رطوبت ہے جو غدة ودی میں پیدا ہوتی ہے، اور پیشاب سے پہلے اس کے ساتھ خارج ہوتی ہے تاکہ پیشاب بہ سہولت خارج ہو جائے اور اس کی تیزی پیشاب کی نالی میں محسوس نہ ہو، پیشاب کے بعد بھی نکلتی ہے۔

”و الودی : هو رطوبة غروية لزجة تسيل مجرى البول عند ارادته لتغرية

المجرى و تولدها من غدة موضوعة بقرب عنق المثانة وهى اذا كثرت غلظت و سالت بعد البول ايضا“۔ (شرح الاسباب: ۱۲۵/۲)

اگرچہ عورت کے پیشاب کا سوراخ مٹھکن (مقام جماع) سے تقریباً ایک انچ اوپر ہوتا ہے، لیکن وہ ہوتا ہے فرج داخل ہی میں۔

و..... چوتھا احتمال یہ ہے کہ وہ منی ہو، جس طرح مردوں کو جریان کی شکایت ہو جاتی ہے، یعنی عوارض کی وجہ سے منی کا کچا مادہ نکلنے لگتا ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے۔

”وربما عرض لهن سيلان المنى كما يعرض للرجال“۔ (شرح الاسباب: ۱۵۸/۲)

ہ..... پانچواں احتمال یہ ہے کہ وہ مذکورہ رطوبت کے علاوہ رحم سے نکلنے والے فضلات ہوں۔

”قد يعرض للنساء ان تسيل من ارحامهن دائما رطوبات وتلك الرطوبات اما ان يكون تولدها فى الرحم نفسه اذا ضعفت القوة الغذائية التى فيها واما فضول تصل اليها من جميع البدن على جهة الاستفراغ والتنقية“۔

(شرح الاسباب: ۱۵۸/۲)

ان رطوبات کو ”سيلان الرحم“ اور ”سفیدی“ اور سفیدی کا مرض“ بھی کہتے ہیں۔

(دیکھئے! ترجمہ کبیر: ۳۰۵/۳)

پچھلی چار صورتوں کی رطوبت باہر نکلتی ہے اور چونکہ مذی و دى منی اور تمام فضلات رحم ناپاک ہیں، اس لئے رطوبت بھی ناپاک ہوگی اور ناقض وضو ہوگی۔

خلاصہ بحث یہ کہ: جو رطوبت بہتی ہے وہ خواہ کوئی ہونا قاض وضو ہے اور ناپاک ہے،

لہذا بعض عورتوں کو اکثر اوقات جو سفیدی بہتی رہتی ہے وہ ناپاک ہے، اور ناقض وضو ہے، جب وہ بہہ کرفرج خارج تک نکل آئے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور فرج داخل کی جس رطوبت میں امام صاحب رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کا اختلاف ہوا ہے وہ خود سے باہر آتی ہی نہیں، لیکن اگر یہ رطوبت (سفیدی) ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ عورت معذور ہے۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۳۴۷/۳۴۸/۳۴۹/۳۵۰ ج ۱)

عشاء کا وقت غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہو جانا، قاعدہ کلیہ نہیں

مسئلہ:..... عشاء کا وقت غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہو جاتا ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: تمام سال کے لئے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ موسم کے

اختلاف سے کم و بیش ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۱۳ ج ۱)

گھڑی دیکھ کر نماز کی جماعت کھڑی کر دینے کا التزام بدعت نہیں ہے

مسئلہ:..... گھڑی دیکھ کر نماز کی جماعت کھڑی کر دینے کا انتظام بمصلحت سہولت نمازیوں کے ہے، اور غیر ممنوع ہے۔ انتظام ممنوع وہ ہے جو دین بکسر دال یا بفتح دال کے طور پر ہو۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں:

یعنی ہر ایسی نئی بات جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے تو وہ بدعت اور ممنوع ہے، اسی طرح کسی مباح فعل (غیر ضروری کام) کو دین (قرضہ) کی طرح لازم اور ضروری سمجھ کر کرنا بھی ممنوع ہے، اور نماز کے لئے اوقات مقررہ کی پابندی کو نہ دین (ثواب کا کام) سمجھا جاتا ہے، نہ دین (لازم) سمجھا جاتا ہے، اس لئے ممنوع نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۲۴ ج ۱)

اذان کے بعد دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے

مسئلہ:..... اذان کے بعد دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: امام العصر علامہ نور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ اذان کی دعا میں عدم رفع مسنون ہے۔ ”المسنون فی هذا الدعاء ألا ترفع الایدی، لانه لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفعها، الخ“۔

(فیض الباری ص ۱۶۷ ج ۲ ط: کوئٹہ، باب الدعاء عند النداء، کتاب الاذان)

اور آپ نے بھی ”نیل الفرقین“ میں ص: ۱۳۳ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے قریب قریب تحقیق بیان فرمائی ہے، جسے فیض الباری (۱۶۷/۲) میں نقل کیا گیا ہے:

”ما ملخصه اکثر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان علی شاکلة الذکر، لا یزال لسانه رطبا به، ویسسطه علی الحالات المتواردة علی الانسان..... ومثل هذا فی دوام الذکر علی الاطوار لا ینبغی له ان یقصر امره علی الرفع“۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اذان کے بعد کا وقت احادیث میں ”محل اجابت دعا“ میں شمار کیا گیا ہے، اور اپنی حاجات کے لئے دعا کرنے کا امر بھی وارد ہوا ہے۔

”عن عبد اللہ بن عمرو: قال ان رجلا قال: یا رسول اللہ! ان المؤذنین یفضلوننا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قل كما یقولون، فاذا انتهیت فسل تعطه“۔ (ابوداؤد ص ۸ ج ۱، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، رقم الحدیث: ۵۲۴)

لہذا اگر کوئی شخص اذان کے بعد صرف دعائے ماثورہ پڑھنا چاہتا ہو تو عدم رفع افضل ہے، جیسا کہ مجیب اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ کی رائے ہے، لیکن اگر کسی کو دعائے ماثورہ کے علاوہ اپنی حاجات کے لئے دعا کرنا ہے تو اس کے لئے رفع ید افضل ہے، اسی قاعدے سے

جو حضرت مجیب رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۳۷/۴۳۸ ج ۱)

ڈوبنے کے خوف اور امراض کے عموم کے وقت اذان

مسئلہ:..... بعض بزرگوں کا عمل (اذان دینے کا) وقت عموم امراض و خوف غرق بھی دیکھا ہے، لیکن کوئی روایت نہیں دیکھی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس لئے (اذان دینا) نہ چاہئے بالخصوص جب کہ عوام کا اعتقاد اس میں حد فساد تک پہنچا ہوا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۳۹ ج ۱)

اقامت میں جیعلتین میں تحویل وجہ

مسئلہ:..... التفات بیمین و یسار جیسے اذان میں مسنون ہے ویسا ہی اقامت میں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اقامت کے جیعلتین میں تحویل وجہ کے متعلق تین قول ہیں:

اول..... تحویل نہ کرے، اس لئے کہ اقامت حاضرین کے اعلام کے لئے ہے، برخلاف اذان کے کہ وہ غائبین کے اعلام کے لئے ہے۔

دوم..... اگر جگہ وسیع ہو یعنی مسجد بڑی ہو تو تحویل کرے، ورنہ نہ کرے۔

سوم..... خواہ جگہ وسیع ہو یا نہ ہو ہر صورت میں تحویل کرے۔

یہ تیسرا قول صاحب در مختار کا پسندیدہ ہے۔ کبیری (ص ۳۶۰) میں تحویل کو سنت متوارثہ کہا ہے۔ حضرت مجیب رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کے مطابق فتویٰ ارقام فرمایا ہے، لیکن ”سراج و ہاج“ میں پہلا قول ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے (منہ الخالق، حاشیہ البحر الرائق م، مکتبہ، زکریا، دیوبند: ۴۴۹/۱، کوئٹہ: ۳۵۸/۱) میں ”النہر الفائق شرح کنز الدقائق“ سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے۔

”قوله فی السراج الوہاج: لا یحول، الخ، قال فی النہر: الثانی اعدل

الاقوال“۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ”سعیہ“ (ص ۱۸ ج ۲، باب الاذان، کتاب الصلوٰۃ، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند) میں اسی کو حق کہا ہے: ”قلت: والحق الصریح هو القول الاول“۔

حضرت مولانا اعجاز علی صاحب رحمہ اللہ نے ”مجموع الروایہ شرح نقایہ“ میں اذان و اقامت کا فرق بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے: ”وکذا لا تحویل فیہا“۔ (شرح نقایہ: ۶۱/۱) یعنی ایک فرق یہ بھی ہے کہ اذان میں تحویل ہے، لیکن اقامت میں نہیں ہے۔ اور گویہ بات صحیح ہے کہ اقامت احد الاذنین ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اذان کی تمام سنتیں اقامت میں بھی ہوں، اذان میں انگلیوں سے کان بند کرنا مسنون ہے، نیز ترسل یعنی ٹھہر ٹھہر کر اذان مسنون ہے، لیکن اقامت میں یہ دونوں چیزیں مسنون نہیں ہیں، لہذا صحیح یہ ہے کہ اقامت میں تحویل وجہ مسنون نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۴۰/۴۴۱ ج ۱)

جمعہ کی کونسی اذان سے بیع مکروہ ہے؟

مسئلہ: جمعہ کی اذان کئی مساجد میں ہو تو بیع کی کراہت کس اذان سے ہوگی؟ اس سلسلہ میں روایت صریحہ احقر نے نہیں دیکھی، لیکن تعدد اذان میں اجابت اذان اول کو لکھا ہے، اس قیاس پر وجوب سعی و کراہت بیع بھی اذان اول پر چاہئے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: روایت صریحہ تو اس سلسلہ میں ہے نہیں، جیسا کہ حضرت رحمہ اللہ نے لکھا ہے، بلکہ جواب ”اجابت اذان اول“ پر قیاس کر کے لکھا ہے، لیکن یہ قیاس صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ”در مختار“ کی جس عبارت سے استشہاد کیا گیا ہے وہ ایک مسجد کی چند اذانوں کے متعلق ہے، اور بحث متعدد مساجد کی اذائیں ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اجابت اذان کی دو قسمیں ہیں: ایک اجابت بالقدم یعنی اذان سن کر مسجد میں جانا، اور دوسری اجابت باللسان یعنی اذان سن کر زبان سے اس کا جواب دینا۔ اول واجب ہے اور ثانی مستحب ہے۔.....

اسی طرح چند اذانوں کی بھی دو صورتیں ہیں: اول: ایک ہی مسجد میں چند اذانیں ہوں۔ دوم: چند اذانیں الگ الگ مساجد میں ہوں، قسم اول کا حکم ”در مختار“ میں یہ بیان کیا ہے کہ صرف اذان اول کا جواب واجب ہے۔

”ولو تكرر اجاب الاول (در مختار) (قوله: ولو تكرر) ای اذان واحد بعد واحد اما لو سمعهم فی آن واحد من جهات فسیأتی“۔ (رد المحتار)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ”در مختار“ کا مذکور قول اس صورت کا حکم ہے، جبکہ متعدد اذانیں ایک ہی مسجد میں ہوں، اور اس حکم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حرمت صرف اذان اول کے لئے ہے، کیونکہ بعد کی اذانیں مسنون نہیں ہیں۔

”ویفیدہ ما فی البحر ایضا عن التفاریق اذا کان فی المسجد اکثر من مؤذن واحد أذنوا واحدا بعد واحد، فالحرمة للاول“۔

اور قسم دوم: (یعنی جب متعدد مساجد کی اذانیں سننے) کے متعلق علامہ شامی رحمہ اللہ نے ترجیح اس کو دی ہے کہ زبان سے تمام اذانوں کا جواب دے۔

”بخلاف ما اذا کان من محلات مختلفة تأمل، ویظهر لی اجابة الكل بالقول

لتعدد السبب وهو السماع كما اعتمدہ بعض الشافعية“۔ (رد المحتار)

یعنی داعی الی اللہ کے ساتھ حسن ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اجابت باللسان تمام مساجد کی اذانوں کی مستحب ہو۔

رہی اجابت بالقدم تو ”در مختار“ میں ہے:

”وفی التاتارخانیة : انما يجب اذان مسجده ، و سئل ظهير الدين عمن سمعه فی آن من جهات ماذا يجب عليه ؟ قال : اجابة مسجده بالفعل ، قال الشامي : قوله : انما يجب اذان مسجده (ای بالقدم “ – (۳۳۰/۱، مکتبہ زکریا ۷۰۲/۷۰۲، کراچی: ۱/۳۹۹)

یعنی اجابت بالقدم صرف مسجد محلہ کی اذان کی واجب ہے۔

ادھر قول مختار کے مطابق جمعہ کی اذان اول کے وقت اجابت بالقدم واجب ہے۔

”وان يستجيب بقدمه اتفاقا في الاذان الاول يوم الجمعة لوجوب السعي“

(در مختار)

کیونکہ آیت کریمہ: ﴿اِذَا نَادَى لِلصَّلَاةِ﴾ الخ سے مستفاد یہی ہے کہ اذان جمعہ سنتے ہی تمام کاروبار اور مشاغل چھوڑ کر علی الفور اجابت بالقدم واجب ہے، اور جب ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے تو اجابت بالقدم ہر مسجد کی طرف تو واجب ہو نہیں سکتی کہ یہ محال ہے، اور نہ اس مسجد کی طرف واجب ہے جہاں سب سے پہلے اذان ہوئی ہے، ورنہ تعدد جمعہ کا جواز ہی ختم ہو جائے گا، کیونکہ جب سب لوگوں کے لئے اسی مسجد کی طرف اجابت بالقدم واجب ہوئی تو اب اور جگہ جمعہ جائز کہاں رہا؟ بلکہ اجابت بالقدم مسجد محلہ کی طرف واجب ہے، لہذا کراہت بیع اور وجوب سعی کا حکم بھی اسی مسجد محلہ کی اذان اول کے ساتھ متعلق ہوگا۔

”والظاهر ان المأمورين بترك البيع هم المأمورون بالسعي الى الصلوة“

(روح المعانی: ۹۱/۲۸، مکتبہ زکریا، دیوبند، جز نمبر: ۲۸، ۵۲۱/۱۵، سورۃ الجمعہ، آیت نمبر: ۱۱/۹)

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۴۲/۴۴۳/۴۴۴ ج ۱)

کیا منبر اور اذان کی جگہ مسجد میں داہنی جانب ہو؟

مسئلہ:..... منبر مسجد میں بائیں جانب ہونا چاہئے یا دائیں جانب؟ اسی طرح اذان مسجد میں دائیں جانب دینی چاہئے یا بائیں جانب؟ اس کی کوئی اصل یا ذہب نہیں۔
اس پر تحریر فرماتے ہیں:

منبر مسجد کی داہنی جانب یعنی امام کی داہنی جانب بنانا سنت ہے، آپ ﷺ کا منبر اسی جانب تھا۔

”يستحب أن يكون المنبر على يسار القبلة تلقاء يمين المصلي إذا استقبل كذا قاله الضميرى والدارمى والرافعى وغيرهم“۔ (اعلام المساجد ص ۳۷۷)

”وكان منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يمين المحراب إذا استقبلت القبلة“۔ (بذل المجود ص ۸۷۱ ج ۲، قدیم، کتاب الصلوة، باب موضع المنبر)

”ومن السنة ان يخطب عليه اقتداءً به صلى الله عليه وسلم، (بحر) وان يكون على يسار المحراب، قهستانی“۔

(رد المحتار ص ۷۰ ج ۱، ط: مکتبہ: زکریا، دیوبند۔ کراچی ص ۱۶۱ ج ۱، کتاب الصلوة، باب الجمعة)

”انما وضع فى جانب الغربى قريبا من الحائط“۔ (زاد المعاد ص ۱۱۶ ج ۱)

اور دیکھئے! فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۲/۲۹۰)

دوسرے مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ: شریعت میں اس کا کچھ حکم نہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور اقامت داہنی جانب ہو، بلکہ جس طرف اتفاق ہو اذان و اقامت درست ہے، کچھ کراہت کسی جانب میں نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۴۸ ج ۱)

غیر معتدل ممالک میں غروب و شفق کا مسئلہ

مسئلہ:..... فقہی نقطہ نظر سے دنیا دو خطوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے:

(۱)..... جہاں ۲۴ گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب ہوتا ہے، ان خطوں کی پھر دو قسمیں ہیں:

(الف)..... معتدل ممالک یعنی جہاں رات دن کے اوقات مساوی ہوں، یا اعتدال کے ساتھ کم و بیش ہوئے ہوں۔ (۴۵/عرض البلد کے اندر کے علاقے)۔

(ب)..... غیر معتدل ممالک: یعنی وہ علاقے جہاں رات دن کے اوقات میں فاحش (بہت زیادہ) کمی بیشی ہوتی ہو، مثلاً برطانیہ جہاں گرمیوں میں: ۱۸ گھنٹے دن اور چھ گھنٹہ کی رات ہو جاتی ہے۔

(۲)..... جہاں ۲۴ گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب نہیں ہوتا، خواہ وہاں ۲۴ گھنٹوں میں کئی کئی بار طلوع و غروب ہوتے ہوں، یا: ۲۴ گھنٹوں سے زائد وقت ایک بار طلوع و غروب کے لئے لگتا ہو..... (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۵۰ ج ۱)

جو ممالک: ۴۵/عرض البلد سے اوپر واقع ہیں، وہاں شفق دیر سے غائب ہوتی ہے، اور صبح صادق جلدی ہوتی ہے، موسم گرما کے بعض مہینوں میں غروب شفق اور صبح میں بہت ہی کم فاصلہ رہتا ہے، بطور مثال: ۴۵/عرض البلد کے طلوع و غروب کا نقشہ یہ ہے:

طلوع آفتاب.....	۴/۳۵	غروب.....	۹/۴۱	دن کی مقدار.....	۱۷/۶
غروب شفق بحری..	۱۲/۲۹	صبح صادق.....	۱/۵۸	درمیانی فاصلہ....	۱/۳۸

پھر جس قدر اوپر جائیں گے وقت کم ہوتا رہے گا، حتیٰ کہ: ۵۶/عرض البلد (گلاسگو) میں ۲۰ جون سے: ۱۲ جولائی تک بحری شفق غائب ہی نہیں ہوگی۔ اور: ۵۸...۶۰/عرض البلد

(بالائی اسکاٹ لینڈ) میں ۱۲ مئی سے: ۲۵ جولائی تک شفق مذکور غائب ہی نہیں ہوتی، ان دنوں میں ساری رات شفق پراجالا رہتا ہے۔..... یہاں مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(۱)..... جو ممالک: ۴۵/عرض البلد پر ہیں وہاں شفق ابیض اور صبح صادق میں بہت کم فاصلہ رہتا ہے، اس لئے شفق ابیض کے بعد عشاء ادا کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

(۲)..... جب ان اوقات میں رمضان آجائے تو تراویح، سحری وغیرہ مسائل بھی حل طلب ہو جائیں گے، یعنی جہاں شفق ابیض اور صبح صادق میں فاصلہ ہی نہیں ہوتا وہاں سحری کب ختم کی جائے گی؟

(۳)..... مثلیں کے بعد غروب تک سردیوں میں صرف گھنٹہ بھر کا فاصلہ رہتا ہے، تو کیا حنفی المسلك مثل ثانی میں نماز عصر ادا کر سکتا ہے؟.....

راقم نے اس سلسلہ میں ایک مفصل جواب لکھا ہے جس میں تمام سوالات کا حل ہے، جو صدق جدید لکھنؤ، جلد: ۲۰/شمارہ نمبر: ۳۴/۳۵ میں شائع ہو گیا ہے۔

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۵۶ ج ۱)

اقامت کا جواب امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوٰۃ سب دیں

مسئلہ:..... اقامت کا جواب امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوٰۃ سب دیں۔

اس پر ایک اور حاشیہ میں یہ عبارت ہے:

”انما فی الجواب بحث من وجوه : اما الاول : فلان الروایة المنقولة متعلقة

بالاذان ، والسائل يستفتی عن حکم الإقامة ، و جوابه : انه استدلل بالنظیر علی

النظیر ، لان الإقامة فی الجواب مثل الاذان وهو ظاهر ، واما الثانی : فلأن سبب

السماع فی غیر الفارغین مسلم ، واما الفارغون فلا ، لانه دعاء لغير الفارغين لا للكل ، فيكون الجواب عليهم لا على الكل ، وجوابه : ان شرعية الجواب لمراعاة حسن الادب مع داعي الله وهو لا يختص بغير الفارغين ، ويؤيد ما قلنا ما قال العلامة الشامي في رد المحتار : حيث قال : هل يجيب اذان غير الصلوة كالاذان للمولود لم اره لائمتنا ، والظاهر نعم ، ولذا يلتفت في حيلته كما مر وهو ظاهر الحديث الا ان يقال : ان ال في العهد آه ما فيه اقول : فان كان للجنس والاستغراق فظاهر ، وان كان للعهد فلا يضر في ما نحن فيه ، لانه يشمل ح كل اذان للصلوة ، وفيه المدعى”۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن مناسب یہ تھا کہ مندرجہ ذیل عبارت استدلال میں پیش کی جاتی:

”ويجب الإقامة ندبا اجماعا كالأذان و يقول عند ”قد قامت الصلوة“ اقامها الله و اداها“۔

(در مختار ج ۱، کتاب الصلوة ، باب الاذان ، قبیل مطلب : هل باشر النبي صلى الله عليه

وسلم الاذان بنفسه)

”قوله : اجماعا ، قيد لقوله ندبا ، أى ان القائلين باجابتها اجمعوا على الندب ، ولم يقل احد منهم بالوجوب ، كما قيل فى الاذان“۔ (رد المحتار)

مذکورہ عبارات اپنے اطلاق کی وجہ سے امام مقتدی اور فارغ عن الصلوة سب کو شامل ہیں ، اور بالخصوص امام کے بارے میں مندرجہ ذیل حدیث بھی دلیل ہے:

”عن ابی امامة او عن بعض اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم : ان بلالا أخذ

فی الاقامة ، فلما ان قال : ” قد قامت الصلوة “ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اقامہا اللہ و ادامہا ، وقال فی سائر الاقامة کنحو حدیث عمر فی الاذان “۔

(ابوداؤد ص ۸۵ ج ۱، باب ما یقول اذا سمع الاقامة ، رقم الحدیث: ۵۲۸)

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۵۸ ج ۱)

تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کی ادنی مقدار

مسئلہ:..... تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے، اور اس کی ادنی مقدار ایک تسبیح یا تین تسبیح کے قدر ہے..... البتہ یہ جو عادت ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ اول ہی سے رکوع میں پہنچ جاتے ہیں، ان لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر ادا کرنے کے بعد تین یا ایک تسبیح کے برابر کھڑا رہنے کی ضرورت مسبوق کے لئے کسی روایت فقہی سے ثابت نہیں، اس لئے سوال نمبر: ۱۸۱ کے جواب میں جو کچھ حضرت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے وہ اس پر شاہد ہے، اور اس میں بحوالہ شامی یہ الفاظ بھی منقول ہیں ”لو کبر قائما فروع ولم یقف صح“، یعنی اگر صرف تکبیر تحریمہ بحالت قیام ادا کر کے رکوع میں چلا گیا اور مزید کچھ قیام نہیں کیا تو نماز صحیح ہوگئی۔ اس لئے اس جگہ جو نماز نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے اس میں کچھ تسامح ہوا ہے، صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۷۱ ج ۱)

سرین ایک عضو ہے یا دو؟ اور مرد کے ستر کے آٹھ اعضاء ہیں

مسئلہ:..... سرین ایک عضو ہے، اور فخذ و رقبہ ملا کر ایک عضو۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن سرین دو ہیں، اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ عضو ہیں، حلقہ دبر (محل براز) الگ تیسرا عضو ہے، اسی طرح رانیں بھی دو ہیں، اور ہر ران مع اس کے گھٹنہ

کے ایک عضو ہے۔ طحاوی رحمہ اللہ نے حاشیہ ”در مختار“ میں تفصیل کی ہے کہ مرد کے ستر کے آٹھ اعضاء ہیں:

(۱)..... ذکر اور اس کا ماحول۔ (۲)..... خصیتیں اور ان کا ماحول۔ (۳)..... دبر (محل

براز) اور اس کا ماحول۔ (۴/۵)..... دوسرین۔ (۶/۷)..... دوران مع گھٹنہ۔

(۸)..... اور ناف کے نیچے سے عانہ تک، اور اس کے محاذی پہلو کا حصہ۔

(شامی ص ۳۸۰ ج ۱، زکریا، دیوبند۔ ص ۴۰۹ ج ۱، کراچی۔ سعایہ ص ۸۷ ج ۲، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۴۹۰ ج ۱)

نماز میں ایک سورت کے فاصلہ کا حکم

مسئلہ:..... اگر درمیان میں بڑی سورت چھوٹ جاوے جس میں دو رکعت ہو سکیں جائز ہے، چھوٹی ناجائز۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: فقہاء کرام کی عبارتیں اس مسئلہ کے بیان میں غیر واضح ہیں، بلکہ بعض عبارتوں سے تو متبادروہی ہوتا ہے جو حضرت قدس سرہ نے اپنے سابق جواب میں تحریر فرمایا ہے، یعنی بڑی سورت وہ ہے جس میں دو رکعت ہو سکیں اور چھوٹی وہ ہے جس میں دو رکعت نہ پڑھی جاسکیں، لیکن صحیح وہ ہے جو حضرت قدس سرہ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔..... چونکہ اس مسئلہ میں عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے، اس لئے قدرے تفصیل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دو سورتوں کے درمیان ایک سورت چھوڑنے کی کراہت کی وجہ ہجرو تفضیل کے شبہ سے بچنا ہے۔

”ویکره فصله بسورة بين سورتين قرأهما في ركعتين لما فيه من شبهة التفضيل

والہجر“۔ (حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۲، الصلوۃ، فصل فی مکروہات الصلوۃ)
پس اولی یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی ہے اسی سے متصل بعد والی سورت
دوسری رکعت میں پڑھی جائے، اگر ایک سورت چھوڑ کر پڑھے گا تو اس کا ہجر (چھوڑنا) اور
بعد والی کی تفضیل (ترجیح بلا مرجح) لازم آئے گی۔

”اذا قرأ فی کل رکعة الحمد والسورة، فانه یقرأ سورة اخرى فی الركعة
الثانية متصلة بالسورة الاولى، وان أراد ان یفصل بينهما ینبغی أن لا یفصل بسورة
أو بسورتین، وانما یفصل بسور، هکذا روی فی الحدیث“۔ (حموی بر اشباہ ص ۲۱۱ ج ۱)
لیکن دوسورتوں کا چھوڑنا احادیث سے ثابت ہے، آپ ﷺ کی جمعرات مغرب کی
نماز میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص تلاوت فرماتے تھے۔

”ولو ترک سورتین فالصحيح انه لا یکره ایضا، لما روی جابر بن سمره
رضی اللہ عنہ: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب لیلۃ الجمعة: قل
یا ایہا الکافرون، وقل هو اللہ احد، رواہ ابو داؤد وابن ماجہ“۔

(کبیری ص ۴۶۲، الصلوۃ، تتمات فیما یکرہ من القرآن)

لہذا دوسورتوں کا فصل جائز ہوا، اور ان میں ہجر و تفضیل کا شبہ نہ رہا، کراہت صرف ایک
سورت کے چھوڑنے میں ہوگی، خواہ وہ سورت چھوٹی ہو یا بڑی، لیکن بعد والی سورت اتنی
بڑی ہو کہ اسے دوسری رکعت میں پڑھنے سے اس کا پہلی رکعت سے طویل ہونا لازم آتا ہو تو
اس عارض کی وجہ سے ایسی طویل سورت کا چھوڑنا جائز ہوگا، کیونکہ ہر رکعت میں کامل
سورت پڑھنا افضل ہے۔ اور دوسری رکعت کو طویل کرنا مکروہ ہے۔ اور جہاں یہ عارض نہ ہو
وہاں پہلی سورت سے متصل جو سورت ہے اسی کو پڑھنا اولیٰ ہے اور اس کو چھوڑ کر (خواہ وہ

بڑی ہو جس میں دو رکعت ہو سکیں یا چھوٹی ہو) بعد والی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے، اور یہ کراہت فرائض میں ہے، نوافل میں ایک سورت چھوڑنا جائز ہے۔

”وبكره الفصل بسورة قصيرة (در مختار) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فلا يكره، شرح المنية كما اذا كانت سورتان قصيرتان“۔ (شامی ص ۴۰۴ ج ۱، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة)

”ولو قرأ في كل ركعة سورة وترك بين سورتين سورة يكره لما قلنا (أى لانه يوهم الاعراض والتراجع بلا مرجح) الا ان تكون تلك السورة اطول من التي قرأها في الركعة الاولى بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فحينئذ لا يكره“۔ (کبیری قدیم ص ۶۳، کتاب الصلوة، تتمات فیما یکره من القرآن)

(امداد الفتاویٰ جدید ص ۵۴۱/۵۴۲ ج ۱)

نوٹ:..... از: مرتب: اوپر ”کبیری“ کی عبارت میں جمعرات کی مغرب میں آپ ﷺ کا سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا منقول ہے، اور حوالہ ”ابوداؤد“ اور ”ابن ماجہ“ کا دیا گیا ہے، راقم الحروف کو ان دونوں کتابوں میں یہ روایت نہیں ملی۔ البتہ ”مشکوٰۃ“ اور ”شرح السنہ“ میں یہ حدیث ہے۔ بظاہر ”کبیری“ کے حوالہ میں تسامح ہے۔

(شرح السنہ ص ۸۱ ج ۳، باب القراءة في الصبح، کتاب الصلوة، رقم الحديث: ۶۰۵۔

مشکوٰۃ، باب القراءة في الصلوة، الفصل الثاني، کتاب الصلوة، رقم الحديث: ۷۹۱)

زلة القاری کے تدارک کے بعد صحت صلوٰۃ کا حکم

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص نماز میں ﴿اما من ثقلت موازينه فأثمه هاوية﴾ پڑھ جائے، پھر فوراً ہی صحیح کر لے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: جو زلۃ مفسد نماز ہے، اگر اسی رکعت میں اس کا تدارک کر لیا جائے، یعنی لوٹا کر صحیح پڑھ لیا جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں: حضرت مجیب قدس سرہ نے ”صحت صلوٰۃ“ کو اختیار کیا ہے، اور ”عالمگیریہ“ کے جزئیہ اور حضرت اقدس مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے قول سے استنباد کیا ہے۔

(طحاوی ص ۲۶۷ ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ، بحث زلۃ القاری)

..... کیونکہ اس قسم کی غلطی سے احتراز ناممکن ہے، لہذا دفعاً للخرج اور عموم بلوی کے پیش نظر صحت صلوٰۃ کا قول اختیار کیا گیا ہے۔
”الفتح الرحمانی“ میں ہے:

مسئلہ: ان الصلوٰۃ اذا جازت من وجوه و فسدت من وجه يحكم بالفساد احتیاطا الا فی باب القراءة ، لان للناس عموم البلوی ، کذا فی الظہیریۃ ۔
دوسرا قول البتہ شیخ عبدالوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی (متوفی: ۷۶۸ھ) نے اپنے منظومہ میں فساد صلوٰۃ کو اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں: ”وان لحن القاری“ واصلح بعده اذا غیر المعنی الفساد مقرر۔

”فتاویٰ کا ملیہ“ ص: ۱۳/۱ میں ہے:

”سئلت عن لحن فی الصلوٰۃ لحنًا یغیر المعنی ، ثم أعاد ما لحن فیہ صحیحًا ،

هل تفسد صلوٰۃ ؟

فالجواب ان صلوٰۃ تفسد بذلک ، وان أعاد ، وقد اشار الی ذلک صاحب الوہانیہ بقوله : وان لحن ، الخ ، قال شارحها الشرنبلالی : صورتها : المصلی اذا لحن فی قراءتہ لحنًا یغیر المعنی کفتح لام ”الضالین“ لا تجوز صلوٰۃ ، وان أعاد

بعدها علی الصواب“۔

”فتاویٰ قاضی خان“ میں ہے: ”ان اراد ان یقرأ کلمۃ فجری علی لسانہ شطر کلمۃ اخری فرجع وقرأ الاولیٰ أو رکع ولم یتم الشطر ان قرأ شطرا من کلمۃ لو اتمها لا تفسد صلوٰتہ ، لا تفسد صلوٰتہ بشطرها ، وان ذکر شطرا من کلمۃ لو اتمها تفسد صلوٰتہ ، تفسد صلوٰتہ بشطرها ، وللشطر حکم الکمل ، هو الصحیح“۔

(فتاویٰ قاضی خان بر حاشیہ عالمگیری ص ۱۵۳ ج ۱، فی فصل قراءۃ القرآن خطأ، الخ) فیصلہ: اختلاف روایات کے وقت فیصلہ کی دورا میں ہوتی ہیں: ترجیح یا تطبیق، حضرت مجیب قدس سرہ نے اور مذکور الصدر حضرات نے ترجیح کی راہ اختیار کی ہے، اور صحت صلوٰۃ کو ترجیح دی ہے۔

بعض حضرات تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہیں، پھر تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

اول..... فساد صلوٰۃ کی روایت فرائض کے لئے اور صحت صلوٰۃ کی روایت نوافل و تراویح کے لئے۔

دوم..... فساد صلوٰۃ کی روایات احتیاط و تقویٰ اور استحباب اعادہ پر محمول کی جائیں، جیسا کہ ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ (قدیم) ۲۳۲۲/۲ میں ہے کہ: حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اگر اعادہ کرایا ہو تو وہ احتیاط اور اولیت کا درجہ ہے، چنانچہ بہتر یہی ہے کہ نماز کا اعادہ کر لیا جائے۔ اور فتویٰ صحت صلوٰۃ پر ہو۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۵۸۷/۵۸۸ ج ۱)

آبادی سے دور رہنے والے اور گھر پر نماز پڑھنے والے کے لئے اذان مسئلہ: کوئی شخص آبادی سے دور رہتا ہے تو اسے نماز کے لئے اذان اور اقامت کہنی چاہئے۔ اسی طرح کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان و اقامت کہنا مستحب

ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ان مسائل میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اذان و اقامت ایک ذکر ہیں، ان کا بلند آواز سے پکار کر کہنا ان کی ماہیت میں داخل نہیں ہے، چنانچہ مولود کے کان میں جو اذان و اقامت کہی جاتی ہے وہ محض جہر سے کہی جاتی ہے، جہر مفرط سے نہیں کہی جاتی، اس لئے ان مسائل کا مطلب یہ ہے کہ جن جن صورتوں میں اذان و اقامت مستحب ہیں ان میں بطور ذکر اذان و اقامت کہی جائے گی معروف طریقہ پر اذان کہنا مقصود نہیں ہے۔ (آداب اذان و اقامت ص ۷۸)

مضحیٰ پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی

قربانی کے ایک مسئلہ پر حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بھڑکدروی رحمہ اللہ کے فتویٰ کی تصدیق و تائید میں تحریر فرمایا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب صحیح ، والمؤیدون مصیبون :..... مضحیٰ پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی، اور ”المعتبر مکان الاضحیۃ“ کی رو سے جہاں جانور قربان کیا جا رہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے، پس اگر سعودیہ میں: ۱۳ ذی الحجہ ہو جائے اور ہندوستان میں: ۱۲ ذی الحجہ ہو تو سعودیہ میں قربانی نہیں ہو سکتی، کیونکہ مکان الاضحیۃ میں قربانی کا وقت ختم ہو گیا ہے، جبکہ یہ بھی شرط ہے۔ واللہ اعلم حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

مذکورہ فتویٰ میں گجرات کے جن مفتی صاحب کے اختلاف کا ذکر ہے وہ قربانی میں نفس وجوب اور وجوب ادا کو علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں، اور نفس وجوب کا سبب غنا (مالداری) کو قرار دیتے ہیں، اور وجوب ادا کا سبب وقت کو گردانتے ہیں، جیسے زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں

یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، حالانکہ زکوٰۃ میں مالکِ نصاب ہونے کے بعد کئی سالوں کی زکوٰۃ مقدم ادا کی جاسکتی ہے، اور صدقۃ الفطر میں ”رَأْسُ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ“ (وہ ذات جس کا خرچہ آدمی برداشت کرتا ہے اور جس کی سرپرستی کرتا ہے) کے تحقق کے بعد متعدد سالوں کا صدقۃ فطر پیشگی ادا کیا جاسکتا ہے۔ اور نماز روزے میں یہ چیزیں ساتھ ہیں، خطابِ خداوندی سے نفس وجوب آتا ہے، اور وقت وجوب ادا کا سبب ہے، چنانچہ ظہر کا وقت ہونے کے بعد ایک ہی ظہر ادا کی جاسکتی ہے، متعدد ظہر کی نمازیں ادا نہیں کی جاسکتیں۔ قربانی میں بھی یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ ہیں، قربانی کا وقت شروع ہونے کے بعد خطابِ خداوندی متوجہ ہوتا ہے اور اس سے نفس وجوب آتا ہے، اس لئے جب تک قربانی کرنے والے پر قربانی کا وقت نہیں آئے گا اور اس کی طرف خطابِ خداوندی متوجہ نہیں ہوگا، اس کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں۔

اور دوسری صورت میں مکانِ اضحیٰ کا بھی اعتبار ہوگا، یعنی جہاں جانور ذبح کیا جا رہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے، اگر قربانی کے ایام گزر گئے ہیں تو قربانی درست نہیں ہوگی، اگرچہ قربانی کرنے والے کی جگہ ابھی ایام قربانی چل رہے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

واللہ اعلم حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۲۴ ج ۵، مکتبۃ الاحسان دیوبند)

حکومت کا وظیفہ لینا جائز ہے، اس پر ایک شبہ اور اس کا جواب حکومت کا وظیفہ (جھوٹ اور دھوکہ کے بغیر ہو تو) لینا جائز ہے۔ کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ حکومت کا مال معلوم نہیں کن کن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے؟ ہو سکتا ہے وہ ناجائز

ذرائع سے حاصل ہوا ہو۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ملکیت بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے، مثلاً ٹیکس کی رقم گورنمنٹ نے لوگوں پر ظلم کر کے لی، یا جرمانہ کر کے لی تو گورنمنٹ مالک ہوگئی پھر وہ کسی کو دیتی ہے تو ملکیت بدل گئی، اور ملکیت بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو گوشت صدقہ کیا گیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بریرہ کے لئے صدقہ ہے، اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملکیت بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ (علمی خطبات ص ۲۹۴ ج ۱)

سونے چاندی کے دانت لگے ہونے کی حالت میں نماز جائز ہے
سونے چاندی کے دانت لگے ہونے کی حالت میں نماز جائز ہے، جیسا کہ جیب میں سونے، چاندی کے سکے ہوں تو نماز درست ہے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ سونے کا استعمال مرد کے لئے جائز نہیں تو جواب یہ ہے کہ ضرورت کے وقت دانت میں سونے کا استعمال جائز ہے۔ (علمی خطبات ص ۲۹۷ ج ۱)

جس ریستورنٹ میں حرام گوشت استعمال ہوتا ہو اس کی آمدنی حرام ہے
ریستورنٹ میں حرام گوشت استعمال کیا جاتا ہو تو ایسی آمدنی حرام ہے۔ اور یہ مسئلہ کے حلال آمدنی بھی ہو تو غالب کا اعتبار ہے۔ یہ مسئلہ ریستورنٹ کے لئے نہیں ہے، بلکہ وہ اگر کسی کی دعوت کرے یا ہدیہ دے تو اس دعوت کھانے والے کے لئے اور ہدیہ دینے والے کے لئے ہے کہ وہ ہدیہ قبول کرے یا نہ کرے؟ چندہ لے یا نہ لے؟ مگر ریستورنٹ والے کے لئے تو ایک پیسہ بھی حرام ہے، کیونکہ مٹکا بھرا ہوا دودھ ہو اس میں پیشاب کا ایک قطرہ ڈال دیا جائے تو سارا ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آدمی کی آمدنی میں ایک ڈالر بھی حرام کا آجائے گا تو ساری آمدنی گندی ہو جائے گی۔ (علمی خطبات ص ۲۹۸ ج ۱)

بینک اور حرام اشیاء بیچنے والے ریسٹورنٹ میں ملازمت کا حکم
جس ریسٹورنٹ میں حرام گوشت یا شراب بیچی جاتی ہو وہاں نوکری نہیں کرنی چاہئے،
دوسری نوکری تلاش کرے، جب مل جائے تو یہ کام چھوڑ دے۔

یہی حکم بینک کی ملازمت کا ہے، اس ملازمت کی تنخواہ جائز ہے، کیونکہ بینک کے پاس
صرف سود ہی نہیں ہوتا، اور بھی ذرائع آمدنی ہوتے ہیں، بینک ڈرافٹ بناتا ہے، اور فیس
لیتا ہے، یہ جائز ہے۔ (علمی خطبات ملخص ص ۲۹۸ ج ۱)

آفس سے سیدھے مسجد آنے والوں کا کوٹ، پتلون پہن کر نماز پڑھنا
جو لوگ کام پر سے سیدھے مسجد آتے ہیں ان کو کوٹ، پتلون اور ٹائی وغیرہ پہن کر نماز
پڑھنے کی گنجائش ہے، مگر جب کام سے فارغ ہو کر گھر سے مسجد آئیں تو اسلامی لباس پہن
کر آنا چاہئے۔ جیسے آفس جانے کے لئے یونیفارم ہے، اللہ تعالیٰ کے دربار میں آنے
کے لئے بھی ایک یونیفارم ہے، اور وہ اسلامی لباس ہے۔ (علمی خطبات ملخص ص ۲۹۹ ج ۱)

مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ٹوٹنے میں کس قول پر فتویٰ دینا چاہئے
مختلف عذر کی وجہ سے مسجد سے نکل گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فوراً اعتکاف
ٹوٹ جائے گا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اکثر دن مسجد سے باہر رہا تو
اعتکاف ٹوٹے گا، اور آدھے دن سے پہلے لوٹ آیا تو اعتکاف باقی رہے گا، امام محمد رحمہ اللہ
نے امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو قیاس کے مطابق اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو
گنجائش والا قول قرار دیا ہے، لہذا لوگوں کو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق مسئلہ بتانا
چاہئے، لیکن اگر کوئی مسجد سے نکل گیا اور نصف یوم سے پہلے واپس آ گیا تو امام ابو یوسف

رحمہ اللہ کے قول کے مطابق فتویٰ دینا چاہئے، اور آئندہ کے لئے مسجد سے نہ نکلنے کی تاکید کرنی چاہئے۔ (تحفۃ اللمعی ص ۱۸۲ ج ۳)

حلال جانور کی سات چیزیں کھانا مکروہ ہے اور ”فتاویٰ رحیمیہ“ کا تسامح سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں: ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود (یعنی) حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ مرارہ جو کیچی میں تلخ پانی کا ظرف ہے، اور خون سائل قطعی حرام ہے، باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے، مگر بعض روایات میں کڑوے (پتہ) کی کراہت لکھتے ہیں، اور کراہت تنزیہیہ پر حمل کرتے ہیں۔.....

مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حرام چیزوں میں نر کا عضو تناسل (ذکر) بھی داخل ہے، اور حرام مغز سے مراد غدود ہے جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: بکری وغیرہ مذبوح جانور کی سات چیزیں مکروہ ہیں، امام محمد رحمہ اللہ کی ”کتاب الآثار“ (ص: ۱۱۶) میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی مرسل روایت ہے: ”کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاة سبعا: المَرارة، والمَثانة، والغُدَّة، والحیاء، والدُّکر، والانثیین والدم، والحديث اخرجه الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر، والبيهقي عن مجاهد مرسلًا، وعنه عن ابن عباس موصولًا كما فی العزیزی“۔ (ص ۱۷۱ ج ۳)۔ (اعلاء السنن ص ۱۳۰ ج ۱۷)

سات چیزوں کی تفصیل:

- (۱)..... المَرارة: پٹا (جگر سے ملی ہوئی صفر کی تھیلی)۔
- (۲)..... المَثانة: گردوں سے نکل کر پیشاب کے جمع ہونے کی تھیلی۔
- (۳)..... الغُدَّة: غدود، گوشت کی گانٹھ جو کسی بیماری کی وجہ سے بن جاتی ہے۔ ”قاموس“

سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: ”کل عقدة فی الجسد، أطاف بها شحم، و

کل قطعة صلبة بین العصب، ولا تكون فی البطن“۔ (شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

(۴)..... الحیاء: (بالقصر) الحیاء (بالمدة) کھر اور سُم والے جانوروں کی فرج، پیشاب کے سوراخ کے گرد جمع ہونے والی کھال، بکری وغیرہ کی کھال اتارے بغیر پکائی جائے تو فرج کو کاٹ دینا ضروری ہے۔

(۵)..... الذکر: عضو تناسل، یہ پٹھا (رگ) ہوتا ہے، جس میں سے پیشاب نکلتا ہے، اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔

(۶)..... الانثیین: فوطے، کپورے، نھییے۔

(۷)..... الدم: غیر سائل خون جو گوشت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے۔

”تفسیر عزیزی“ (سورة البقرہ کی آیت: ۱۷۳) میں جو ”الدم“ آیا ہے، اس کا مصداق

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے دم مسفوح کو قرار دیا ہے، پھر لکھا ہے:

آمدیم بر آنکہ خونے کہ حرام و ناپاک ست کدام خون ست؟ خونے کہ در رگہائے جاری میشود فقط یا خونے کہ برگوشت چسپیدہ، مستعد پوشیدن صورت لحمی گردیدہ؟ نزد امام اعظم حرام و ناپاک ہماں خون جاری ست۔ و قطرات خون کہ برگوشت چسپیدہ می باشند نہ حرامند و نہ ناپاک۔ اگر گوشت را ناشستہ پزند خوردنش رواست، اما خلاف نظافت طبع ست۔

ترجمہ:..... اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کونسا خون ناپاک و حرام ہے؟ آیا وہ خون کہ رگوں میں جاری رہتا ہے؟ یا وہ خون کہ گوشت سے چسپیدہ ہو کر بہ صورت گوشت ہو جاتا ہے؟ امام اعظم صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ہی جاری حرام اور ناپاک ہے، اور قطرات خون کے کہ گوشت پر چسپیدہ ہوتے ہیں حرام اور ناپاک نہیں ہیں، اگر ایسے گوشت کو بغیر دھوئے

پکالیا تو اس کا کھانا جائز ہے، لیکن خلاف لطافتِ طبیعت ہے۔

(تفسیر عزیزی ص ۸۰۸، تفسیر سورہ بقرہ۔ بستان التفسیر ترجمہ تفسیر عزیزی ص ۱۱۴)

اس کے بعد دو باتیں رہ جاتی ہیں:

ایک:..... یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ فقہ کی کتابوں میں اس سلسلہ میں دونوں قول ہیں، میری ناقص رائے میں یہ ”اساءۃ“ کے درجہ کی کراہیت ہے۔ یہ تحریمی اور تنزیہی کے درمیان کا درجہ ہے، یعنی نہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور نہ قطعی حرام، بلکہ ان کا کھانا برا ہے، ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔

دوم:..... کراہت ان سات چیزوں میں منحصر ہے یا اور بھی اجزاء مکروہ ہیں؟ جواب یہ ہے کہ حصر نہیں، حدیث میں بطور مثال سات چیزوں کا ذکر ہے، چنانچہ فقہاء نے اور چیزیں بھی بڑھائی ہیں۔ ”فتاویٰ رضویہ“ میں بہت سی چیزوں کو مکروہ لکھا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ”فتاویٰ رحیمیہ“ میں اس سلسلہ میں دو فتوے ہیں، ایک جلد دوم (ص ۲۲۳) میں ہے، اس پر کسی نے اشکال کیا ہے، تو دوسرا فتویٰ جلد نہم (۳۲۲) میں ہے، اور دونوں فتوؤں کا مدار ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے فتویٰ پر ہے، جو دونوں جوابوں میں منقول ہے، وہ فتویٰ بعینہ یہ ہے:

الجواب..... سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں: (۱): ذکر، (۲): فرج مادہ، (۳): مثانہ، (۴): غدود، (۵): حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، (۶): خصیہ، (۷): پتہ مرارہ جو کبکچی میں تلخ پانی کا ظرف ہے، اور خون سائل قطعی حرام ہے، باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے، مگر بعض روایات میں کڑوے (پتہ) کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہیہ پر حمل کرتے ہیں۔

”فتاویٰ رحیمیہ“ جلد دوم میں غدود کے بعد ”یعنی“ بڑھایا ہے، جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں نہیں ہے، اب حرام مغز: غدود کی تفسیر ہوگئی، چنانچہ ساتویں چیز ”خون سائل“ کو بنایا، یہ صحیح نہیں۔ دم مسفوح سات کے علاوہ ہے، اور قطعی حرام ہے، اور حرام مغز کو عربی میں ’النخاع‘ کہتے ہیں، حدیث میں اس کا ذکر نہیں، بلکہ دم کا ذکر ہے جس سے مراد دم غیر مسفوح ہے۔ ”کفایت المفتی“ (۸: ۲۸۷) میں ہے کہ: حرام مغز نہ حرام ہے نہ مکروہ، یونہی بیچارہ بدنام ہو گیا۔ اور ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے بعض نسخوں میں ”گردے“ کے بجائے ”کڑوے“ چھپا ہے، چنانچہ ”فتاویٰ رحیمیہ“ جلد دوم اور نہم میں کڑوے کے بعد ”پتہ“ بڑھادیا جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں نہیں ہے۔ اور گردے کی کراہیت کی کوئی روایت نہیں ملی۔ اور ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے مختلف نسخے دیکھنے سے تقریباً یقین ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ ”گردے“ ہے، کیونکہ پتہ کا ذکر اوپر آ گیا ہے۔

پھر ”فتاویٰ رحیمیہ“ جلد نہم ص: ۳۲۲ میں سائل نے پوچھا ہے کہ ”غدود اور حرام مغز ایک ہیں یا الگ الگ؟“ مفتی صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ ”حرام مغز سے مراد غدود ہے جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے“ یہ درست نہیں، حرام مغز اور غدود دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، غدود: گوشت میں پیدا ہونے والی گانٹھیں ہیں اور حرام مغز ریڑھ کی ہڈی میں سفید رگ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص: ۳۳/۳۴/۳۵/۳۷ ج: ۵، مکتبہ الاحسان، دیوبند)

مفتی سعید احمد پالنپوری

عالم اسلام کی عظیم شخصیت، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین، حجة الله البالغة، بخاری اور ترمذی کے شارح، عظیم مفسر، حق گو نا صح و واعظ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی وفات پر لکھا گیا ایک تعزیتی عریضہ جو رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اس میں حضرت کے اوصاف و کمالات، آپ کی تصانیف، چند معمولات اور آپ کے قابل تقلید حالات وغیرہ موضوعات پر چند باتیں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر..... جامعۃ القراءات، کفلیتہ

تعزیتی عریضہ بروفات: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری

رحمہ اللہ، شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

بسم الله الرحمن الرحيم

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو

تم ڈھونڈنے نکلے گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت مولانا محمد امین صاحب پالنپوری و حضرات صاحبزادگان حضرت مولانا مفتی

سعید احمد صاحب پالنپوری (رحمہ اللہ) مدظلکم، رزقکم الله صبرا جمیلا

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعد سلام مسنون امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ رمضان کے بابرکت اور فضیلت

والے مہینے میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کا حادثہ جانکاہ پیش آیا۔

انا لله وانا الیہ راجعون، اللهم اجرنا فی مصیبتنا وعوّضنا خیرا منها، لله ما

اخذ وله ما اعطی وکل شئی عنده بمقدار، ندعوا من الله تعالى ان یرزقکم صبرا

جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما وجزیلا، انّ العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول

الا ما یرضی ربنا۔

یہ سرائے دہر مسافروں بخدا کسی کا مکان نہیں

جو کین اس میں تھے کل کہیں آج ان کا نشان نہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف آپ حضرات ہی نہیں، بلکہ عالم اسلام ایک بہت بڑی

نعمت سے محروم ہو گیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کا حادثہ ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس

کی تلافی ممکن نہیں۔ ایسے نازک و افسوسناک موقع پر آپ کا رنج و الم اور فطری تأثر قدرتی

چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿كُلْ نَفْسٌ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گزرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جو انہوں نے عبدالرحمن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمائے تھے آپ کی خدمت میں پیش کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

إِنِّي أُعْزِيكَ لَا إِنِّي عَلَى طَمَعٍ مِنَ الْخُلُودِ وَلَكِنْ سُنَّةَ الدِّينِ

فَمَا الْمُعْزَى بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِهِ وَلَا الْمُعْزَى وَإِنْ عَاشَ إِلَى حِينِ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں، مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا طریقہ ہے۔

نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگرچہ دونوں اجل مسمیٰ تک زندہ رہیں۔

آپ کو رنج ہوگا کہ آپ یتیم ہو گئے، حضرت رحمہ اللہ کی وفات بھی اپنے وطن اقامت سے دور ہندوستان کے ایک قدیم اور مشہور شہر بمبئی میں ہوئی، اور ملک میں ہی نہیں دنیا بھر میں وبائی حالات کی وجہ سے آپ حضرات کی جنازہ میں شرکت بھی ممکن نہیں تھی، اس لئے یہ غم پر غم مزید ہو گیا، مگر مومن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔ کسے خیال تھا کہ دیوبند کی سرزمین علم و عمل پر اپنی زندگی کی قیمتی عمر خدمت علم میں صرف کرنے والا یہ بحر علوم بمبئی کی زمین میں آسودہ خواب ہوگا۔

اس وقت رہ رہ کر مرحوم کی خوبیاں یاد آرہی ہیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے قیمتی تصانیف، باصلاحیت تلامذہ اور علماء اور حفاظ کی حامل آپ جیسی اولاد اچھوڑی، جو ان کے لئے یقیناً

صدقہ جاریہ ہیں۔

خود بھی ایصالِ ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے، اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو خصوصاً آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

حضرت کے چند اوصاف و کمالات

مرحوم بڑے صفات کے مالک تھے۔ علم وسیع، نظر میں گہرائی و گیرائی، دور حاضر کے محقق، مجھے ہوئے مصنف و مؤلف، کہنہ مشق استاذ، علم متحضر، حاضر جوابی میں یکتا اور فرد فرید، خطابت میں بھی بے نظیر، فرقہ باطلہ کے رد میں بے مثال معلومات کے حامل، حق گوئی میں لاثانی، بڑے سے بڑے کے سامنے جو کہنا ہوتا تھا کہہ سکتے تھے اور کہہ دیتے تھے۔ شان استغناء میں اسلاف کے حقیقی جانشین۔ تفسیر و حدیث اور فقہ میں کمال صلاحیت کے ساتھ جملہ علوم و فنون کے ماہر تھے۔ تحریر انوکھی، انداز خطابت نرالا، سوالات کے جوابات ہر وقت حافظہ میں محفوظ، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس جیسے گونا گوں اوصاف و کمالات کے مالک۔ ع

خدا بخشنے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

تصنیفی خدمات

حضرت رحمہ اللہ جید الاستعداد تھے۔ فراغت کے بعد راندیر کے زمانہ تدریس ہی میں جب کہ آپ کی عمر تیس سال سے زائد نہ تھی، نہ صرف یہ کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم کا مطالعہ شروع فرمایا، بلکہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم کی تسہیل کا آغاز کیا، یہ حوصلہ ہر کوئی نہیں پاتا، یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کا علم گہرا، استعداد میں پختگی کے ساتھ محنت

و مطالعہ کا ذوق ہو۔

اسی زمانہ میں آپ نے فقہ کے ایک مشکل مسئلہ ”حرمت مصاہرت“ پر تفصیلی مواد جمع فرمایا۔ اور امکانی حد تک مسئلہ کے تمام گوشوں پر کلام فرما کر مسئلہ کو واضح فرمایا۔ ”مسئلہ پر آخری نظر“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”اللہ کے فضل و کرم سے مسئلہ کے تمام گوشوں پر مفصل بحث کی جا چکی ہے، یہاں ایک مرتبہ پھر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دقیق اور دور رس نگاہ نے حرمت مصاہرت کے ثبوت کی ایسی عمدہ علت نکالی ہے کہ تمام آیات، احادیث و آثار بے تکلف اس پر ٹھیک منطبق ہو جاتے ہیں، البتہ دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مذہب پر بہت سے آثار اور احادیث کو ترک کرنا پڑے گا“۔ (حرمت مصاہرت ص ۸۰)

اسی طرح اصول تفسیر کے مشہور رسالہ ”الفوز الکبیر“ کی شرح ”العون الکبیر“ لکھی۔ علامہ طاہر پٹنی کی ”المغنی“ کی عربی شرح تالیف فرمائی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے علوم کو سمجھنا بھی ہر کسی کے لئے آسان نہیں ہے، بڑے غور و تدبر سے مطالعہ کرنے والا ہی سمجھ پاتا ہے، تاہم بعض مواقع پر صاحب استعداد بھی ہمت ہار جاتا ہے۔ حکیم الامت رحمہ اللہ کے فتاویٰ جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایک بے نظیر مجموعہ ہیں، اور اس صدی کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہیں۔ ان میں تفسیر و حدیث اور فقہ کے ساتھ فرقہ باطلہ کا رد، تزکیہ کے اصول، جدل و مناظرہ کے قواعد اس قدر جمع ہو گئے ہیں کہ یہ ایک کتب خانہ کے قائم مقام ہو گیا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس پر حاشیہ کا کام شروع فرمایا، مگر کچھ تو اپنی مشغولی اور بعض ایسے اسباب جن کا اظہار مناسب نہیں ہے کی وجہ سے اس حاشیہ کا کام بند ہو گیا یا بند کرنا پڑا۔

اس حاشیہ میں آپ نے عربی عبارات کی تصحیح، مجمل مضامین کی تشریح، دقائق کی توضیح، کہیں کہیں حوالہ، منتشر مسائل کی نشاندہی، کہیں تشنگی تھی تو تکمیل، بعض طویل عبارتوں کی تلخیص، فارسی فتاویٰ کی اردو میں ترجمانی، بعض متعلقات کے اضافے، بعض مواقع پر تسامح پر تنبیہ، ایک جگہ حاشیہ قدیمہ پر جرح، بعض عبارتوں پر اس سے زیادہ مناسب عبارتیں وغیرہ کا قابل رشک کارنامہ انجام دیا، فجزاه اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اب ماشاء اللہ حضرت مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدظلہ نے اس پر مثالی کام کر کے مکمل فتاویٰ پر مفید حواشی لکھ کر طبع فرما دیا ہے، جو یقیناً ایک قابل فخر خدمت ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس عظیم خدمت کا دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

حضرت رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یقیناً فقہ میں بصیرت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ ”امداد الفتاویٰ“ اور ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ پر آپ کے مفید حواشی قابل مطالعہ ہیں۔ بعض جگہوں پر کسی مسئلہ میں حکیم وڈاکٹر سے رجوع کی ضرورت محسوس فرمائی تو ماہر حکیم صاحب سے رجوع کر کے مسئلہ کو واضح کیا۔

”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کی آخری غالباً چھ جلدوں پر آپ نے نظر ثانی فرمائی، اور ضروری مواقع پر بڑا مفید اور پر مغز کلام فرما کر اپنی فقہی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔

”بخاری شریف“ اور ”ترمذی شریف“ پر جو تقریر شائع ہے، بعض امور میں کئی شروحات سے فائق ہیں۔ باب کے شروع میں مسئلہ کی حکمت اس انداز سے بیان فرمائی ہے کہ قاری کے سامنے باب اور مسئلہ کی نوعیت آ جاتی ہے، اور مسئلہ پر ایک طرح کی بصیرت سے واقفیت کے بعد دوسرے مباحث کا مطالعہ دلچسپ بن جاتا ہے۔ بخاری اور ترمذی کی شرح میں آپ نے دوسری شروحات کی نری تقلید اور نقل کا طریقہ نہیں اپنایا، بلکہ

بہت معتدلانہ کلام فرمایا، نہ اس قدر طویل کے پڑھنے والا اکتاہٹ محسوس کرے، اور نہ اس قدر مختصر کے مطلب کو سمجھنے میں دشواری ہو۔ اور حل کتاب میں تو یہ دونوں شروحات لا جواب ہیں، عبارت معرب، ترجمہ، اور باب کے شروع میں کام کی باتیں، اختلاف ائمہ اور اپنے مسلک کی برتری اور اس پر بضورت دلائل کا اضافہ، اور دوسرے مسالک کے دلائل کے جوابات بڑے سلیقہ اور ایک مرتب انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ بعض مواقع پر حدیث کی تشریح میں اپنی رائے بھی دی ہے، اور یقیناً وہ آپ کی حدیثی مہارت کی بین دلیل ہے۔ کہیں کہیں دوران درس اپنے حالات بھی ذکر کئے ہیں، اور اپنے اساتذہ کے حالات یا ان کے ملفوظات بھی سنائے، کئی جگہوں پر علامہ بلیاوی رحمہ اللہ کے قیمتی اور مختصر جملے نقل فرمائے ہیں۔

”حجتہ اللہ البالغہ“ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی بڑی معرکتہ الآراء تصنیف ہے، اس میں فقہ الحدیث اور اسرار شریعت کا نہایت عمدہ بیان ہے، حضرت رحمہ اللہ نے اس کی بڑی مفصل شرح تحریر فرمائی، جو ہزاروں صفحات پر پانچ ضخیم جلدوں میں شائع ہے۔ دو صدی سے امت پر ایک قرض تھا جو حضرت رحمہ اللہ نے ادا فرمایا۔ چندا کا پہلے بھی اس کی شرح کی تمنا لئے ہوئے غریق رحمت ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ کام آپ کے مقدر میں طے کر رکھا تھا، جو الحمد للہ بڑی کامیابی سے وجود میں آیا، فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل یہ بھی ہوا کہ آپ کے قلم سے ایسی تصانیف وجود میں آئیں جن کا بار بار مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کتنے اکابر کی بہترین تصانیف ہیں جنہیں ایک بار مطالعہ کے بعد قاری رکھ دیتا ہے، مگر حضرت رحمہ اللہ کی اکثر تصانیف ایسی ہیں جو روزانہ مطالعہ میں رہتی ہیں، اور بار بار شائع ہو رہی ہیں۔

پھر اپنی بات پر اڑ جانے کی عادت بھی نہیں تھی، بلکہ جہاں حق واضح ہوتا تو رجوع فرما لیتے۔ ”حدیث جسامہ“ میں پہلے آپ نے ایک کلام کیا، اور ایک محشی کے دلائل سے متاثر ہو کر اس حدیث پر ایک حکم لگایا، پھر اہل علم کے توجہ دلانے پر مسئلہ کی غلطی واضح ہو گئی تو رجوع فرما کر ایک تحریر بھی شائع کر دی۔

حق گوئی میں علماء دیوبند کے حقیقی وارث

حق گوئی میں حضرت رحمہ اللہ اپنے اسلاف کے حقیقی جانشین اور علماء دیوبند کے صحیح وارث تھے۔ مہانت و خود ساختہ مصلحت سے ان کی زندگی پاک تھی، بروقت بڑے بڑے سے آدمی کو بھی جو کہنا ہوتا تھا وہ کہہ دیتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ وصف صرف علم سے نہیں بلکہ عمل اور اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق اور یقین کی صفت سے متصف ہی شخصیت کا خاصہ ہے۔

اہل علم ہوں یا اہل خانقاہ، اہل تمول ہوں یا اہل تبلیغ کسی سے مرعوب نہ ہو کر بلا خوف و لومۃ لائم آپ نے احقاق حق کا فریضہ انجام دیا۔ بلکہ آج سے چند سال پہلے تک اکابر علماء کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ دعوت و تبلیغ کی بے اصولی، اور بے انتہا غلو، اور بیانات میں بے احتیاطی پر کچھ لب کشائی کریں، مگر حضرت رحمہ اللہ نے نہ صرف دارالعلوم کی مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو کر درس میں بلکہ عمومی بیانات اور علمی و اصلاحی مجالس میں کھل کر تنقید کی، اور ان کی غلطیوں کو ڈنکے کی چوٹ اجاگر کیا، جس سے دوسرے اہل علم کو بھی کچھ نہ کچھ ہمت ہو گئی۔

دور حاضر کے بگڑے ہوئے خانقاہی نظام، اور غیر مستند واقعات، اور اولیاء کی من گھڑت کرامات، اور تصوف کے نام پر دنیا کمانے والے صوفیوں پر بھی جو کہہ سکتے تھے ذرہ

برابر ادراغ نہیں فرمایا۔ مثلاً فرماتے تھے کہ: حدیث کا کتب حدیث میں ہونا ضروری ہے، بزرگوں کے ملفوظات میں حدیث ہو اور کتب حدیث میں نہ ہو اس کا اعتبار نہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا: حکایات اولیاء کو آنکھ بند کر کے نہیں مان لینا چاہئے، اس کی تحقیق کی جائے یہ صحیح بھی ہیں یا نہیں؟

انہیں یقیناً حق تھا کہ دارالعلوم اور جامعات اور مدارس کے نظام میں کوتاہی پر بھی تنقید کریں اور کی، مدارس میں تعمیرات پر توجہ اور تعلیم سے بے پرواہی پر بھی خوب نصیحتیں کیں اور تنقید بھی فرمائی۔ الغرض کسی شعبے کی کوتاہی سے بے اعتنائی نہیں برتی۔

اور یہ حضرت کے اخلاص اور للہیت کی دلیل تھی کہ بڑوں بڑوں نے ان کی کڑوی باتیں سیں، اور کسی کو حضرت رحمہ اللہ کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

مَجَاز (بفتح المیم) نہیں، مُجَاز (بضم المیم) ہے

ایک مجلس میں ایک عالم نے مفتی..... صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ: حضرت! یہ مفتی.... صاحب، حضرت مولانا مفتی..... صاحب رحمہ اللہ کے مَجَاز (بفتح المیم) ہیں، فوراً فرمایا: مَجَاز (بفتح المیم) نہیں، مُجَاز (بضم المیم) ہے۔ مَجَاز تو حقیقت کے مقابل ہوتا ہے، اور مُجَاز: اجاز یجیز کا اسم مفعول ہے، اجازت یافتہ۔

نوٹ:..... میں نے بعد میں ایک نجی مجلس میں تبصرہ کرتے ہوئے مزاح کہا کہ: اس زمانہ کے اکثر بزرگوں کے خلفاء مَجَاز ہی ہیں، مُجَاز کم ہی ہیں۔

اہل تبلیغ آپ کو دیوبندی کہتے ہیں؟ دیوبند سے انہوں نے کیا رابطہ رکھا؟ ایک مرتبہ ڈیوبڑی کے مشہور تبلیغی مرکز میں تشریف لائے، وہاں کے ذمہ دار حضرات بھی شریک ہوئے، اور مرکز کے امیر حافظ صاحب رحمہ اللہ بھی موجود تھے، کسی بات پر

حضرت نے صاف صاف فرمایا: حافظ صاحب آپ اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہو؟ دیوبند کب آتے ہوں؟ اور دیوبند سے کیا رابطہ رکھا ہے؟ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کے بعد آپ لوگوں نے دیوبند سے تعلق کم کر لیا اور اب تو بالکل ہی ترک کر دیا۔

اسی مجلس میں ایک صاحب آئے تو حافظ صاحب نے ان کا تعارف کرتے ہوئے کہا: یہ عورتوں کے شعبہ کے ذمہ دار ہیں، فوراً فرمایا: عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا تو جائز نہیں، اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ: آپ کی بات سے ہمیں تکلیف ہوئی، آپ نے فرمایا: میں نے شریعت بیان کی ہے، آپ کو شریعت کے بیان سے تکلیف ہوتی ہو تو اپنے ایمان کی خبر لے۔

آج کل کے تعزیتی جلسے ناجائز ہیں

ہمارے معاشرے میں ہی نہیں بلکہ ہمارے دینی اداروں اور جامعات تک میں تعزیتی جلسوں کا رواج بہت زور پکڑ گیا ہے، کس کی مجال ہے کہ تنقید کرے، فوراً اس کے بارے میں اکابر کے مخالف ہونے کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔ کیا ہمارے اکابر اس طرح کے تعزیتی جلسے کرتے تھے؟ کیا انہوں نے تعزیتی جلسوں کے عنوان سے ہزاروں نہیں لاکھوں روپے کا اسراف کیا؟ مرنے والے کی تعریف میں غلو کیا؟ اسٹیج پر بیٹھ کر تصاویر بنوائیں؟ حاشا وکلاء، ہمارے اسلاف ان رسوم و رواج سے محفوظ اور بری تھے۔ یہ آج کے نام نہاد اکابر کا تو طریقہ ہو سکتا ہے۔ ان جلسوں میں جن میں لاکھوں روپیوں کا اسراف ہوں کون اسے جائز کہے گا؟ حضرت رحمہ اللہ نے اس غلط اور ناجائز رواج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنوں اور پرائیوں سے بہت کچھ سنا، مگر آپ کے پایہ استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا اور راہ مستقیم سے نہ ہٹے۔ اللہ کرے ہمارے اداروں اور علماء کو اس طرح کے اسراف اور فضول

خرچی کے جلسوں سے توبہ کی توفیق نصیب ہو، مدارس کا مال اس طرح کے جلسوں کے لئے نہیں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ: ہم ان جلسوں میں مدرسہ کا مال خرچ نہیں کرتے، ان سے میری درخواست ہے کہ: آپ ہی تو ترغیب دیتے ہیں، آپ اس طرح خرچ کرنے والوں کو کیوں ترغیب نہیں دیتے کہ بھئی یہ پیسے آپ بجائے اس طرح کے تعزیتی جلسوں اور حسن قرأت کے سیمیناروں اور قرأت مسابقتوں کے بجائے غریب اساتذہ کی تنخواہ کے اضافوں یا ان کے لئے ہدیہ یا اور کسی ضرورت کے کام میں استعمال کریں۔ یہ سب ریاء اور شہرت کے جلسے ہیں الا ماشاء اللہ۔

راقم نے اپنے مضمون میں اس طرح کی کئی تنقیدات کو ایک مستقل عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔

راقم کی عادت ہے کہ صاحب علم کی مجلس میں کوئی علمی سوال پوچھوں، یا کوئی شبہ ہو تو ضرور پیش کروں، بعض لوگ اسے ناپسند بھی کرتے ہیں، لیکن ایسے اہل علم کی صحبت بار بار کہاں نصیب ہو سکتی ہے، اس لئے ان مواقع کو غنیمت سمجھ کر کوئی سوال کر لیا کرتا ہوں۔ حضرت رحمہ اللہ اس عاجز سے بہت محبت فرماتے تھے، اور حوصلہ افزائی کا معاملہ فرماتے، چونکہ باٹلی میں حضرت کا قیام ہمارے رفیق مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ کے یہاں رہتا تھا، اس لئے ساتھ رہنے اور ان کے فیض سے مستفیض ہونے کے کئی مواقع ملے۔ ایک مجلس میں خادم سے فرمایا: بھئی! ”علمی خطبات“ لاؤ اور ایک نسخہ منگوا کر بھری مجلس میں صرف راقم کو عنایت فرمایا، ساتھ ہی چند جملے بھی ارشاد فرمائے، انہیں نقل کرنا مناسب نہیں۔

میں نے جب حضرت رحمہ اللہ کے علوم سے فائدہ اٹھا کر ”حدیث و سنت میں فرق“ نامی رسالہ لکھا، اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا، تو مطالعہ فرما کر بڑی دعائیں دیں اور

دیوبند جا کر خود اپنے مکتبہ سے شائع کروایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ دارالعلوم کی تاریخی اور اکابر دیوبند کی یادگار مسند ”دارالحدیث“ میں ”بخاری شریف“ کے سبق میں اس عاجز کا نام لے کر اس رسالہ کے مطالعہ کی ترغیب دی۔ یہی وجہ بنی کہ دارالعلوم کے ایک استاذ محترم نے اس کے رد میں ”نقد و نظر“ لکھی، جب راقم کو وہ رسالہ ملا تو ”جو اب“ ”بحث و نظر“ لکھنا پڑا۔

ایک مجلس میں، میں نے سوال کیا کہ حضرت: وہ سنت اور حدیث کے فرق کا اختلاف ابھی جاری ہے یا ختم ہو گیا؟ تو فرمایا: میاں وہ اختلاف علمی کہاں تھا؟ وہ تو سیاسی اختلاف تھا، ختم ہو گیا، اور اب سب سنت و حدیث کا فرق مان گئے۔

کیا عورتوں کا گھر میں اعتکاف کرنا ثابت ہے؟

ایک مجلس میں، میں نے پوچھا حضرت! ہمارے یہاں مسئلہ ہے کہ عورتیں مسجد میں اعتکاف نہ کریں بلکہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں، کیا حضرات صحابیات یا خیر القرون میں عورتوں کا گھروں میں اعتکاف کرنا ثابت ہے؟ فرمایا: آج تک نظر سے نہیں گذرا کہ صحابیات یا خیر القرون میں کسی عورت نے گھر میں اعتکاف کیا ہو۔

آپ کے کچھ حالات و معمولات

حضرت رحمہ اللہ کے علمی شغل نے آپ کی عملی زندگی کو پوشیدہ رکھا، ورنہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی سے بھی مالا مال فرمایا تھا، اگرچہ آپ کا فطری ذوق علمی تھا اور تصوف سے زیادہ مناسبت نہیں تھی، تاہم آپ ابتدا ہی سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ رمضان سہارنپور خانقاہ میں گزارتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے کمرہ یا گھر سے وضو کر کے مسجد جانے کی عادت تھی۔ اپنے اساتذہ کی خدمت بھی خوب کی، استاذ کی خدمت کے لئے تہجد سے پہلے بیدار ہو جاتے تھے۔ طالب علمی کے

زمانہ میں ایک مدرسہ سے معمولی بات پر آپ کا اخراج ہو گیا، بڑی منت و سماجت کے باوجود دوبارہ داخلہ نہ ہو سکا تو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، یہ اخراج رحمت بن گیا کہ بعد میں دارالعلوم دیوبند میں استاذ اور شیخ الحدیث اور صدر مدرس کے منصب تک فائز ہوئے۔

اپنے استاذ حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ کے ساتھ ”مقبرہ قاسمی“ میں جایا کرتے تھے، اور سنت کے مطابق ایصال ثواب کا اہتمام فرماتے تھے، قبرستان کی حاضری میں بھی غلو اور قبروں پر مراقبہ وغیرہ کرنے کے قائل نہیں تھے، بلکہ اس پر کھل کر نکیر بھی فرمائی۔ عاجزی کا انداز اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یوم الشک کا روزہ نہیں رکھتے تھے، اور اپنے آپ کو عوام میں سمجھتے تھے کہ خواص کو اس کی اجازت ہے۔ یہ بھی تواضع کی بات ہے اپنے شاگرد کے فتویٰ کو اپنی تحقیق میں بطور دلیل پیش کیا ”جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں؟“ اس مسئلہ کی تحقیق میں اپنے مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ کے فتویٰ کو بطور دلیل نقل فرمایا۔

پورے قرآن کریم کے رکوعوں پر غور فرمایا تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ایک جگہ سورہ واقعہ کے پہلے رکوع کا نشان قابل اشکال ہے، بقیہ تمام رکوع صحیح جگہوں پر لگائے گئے ہیں۔ احرام ہوائی جہاز سے پہلے باندھ لیتے تھے، مگر نیت ہوائی جہاز کے چلنے کے بعد کرتے تھے۔ حرمین شریفین میں عورتوں کو نماز کے لئے مسجد لے جاتے تھے۔ عرفات میں جمع بین الصلوتین کے قائل تھے۔ ریل اور ہوائی جہاز میں بعض اعذار کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل فرماتے اور نماز نہ پڑھتے تھے، بعد میں نماز کی قضا فرما لیتے۔ فرماتے تھے کہ: تکبیر تشریق نفلوں کے بعد بھی پڑھنی چاہئے اور میں پڑھتا ہوں۔

اشعار کا ذوق نہیں تھا، طالب علمی کے زمانہ میں خوب اشعار یاد کئے، مگر اپنے استاذ کی نصیحت پر اس سے دوری اختیار فرمائی۔

برطانیہ میں رویت ہلال کے موضوع پر بیان کرنے سے باہر کے آئے ہوئے اکثر خطباء ہی نہیں اکابر علماء بھی گریز کرتے ہیں، مگر حضرت رحمہ اللہ نے کئی اسفار میں اس موضوع پر کھل کر بیان فرمایا، اور اپنا موقف صاف صاف ظاہر فرمایا۔ آپ کو قطعاً اس کا خوف نہ تھا کہ کوئی میری عزت کرے یا توہین۔ ایک دو واقعات اس طرح کے ناخوش گوار پیش بھی آئے، مگر آپ نے اظہار حق میں مداخلت گوارہ نہ فرمائی۔ اور ایسا ہوا بھی کہ بعض شہروں میں حضرت کا تشریف لے جانا ہوا، تو وہاں کے بعض اکابر علماء اس مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے ملاقات تک کے لئے نہیں آئے، مگر اس سے حضرت کا کیا نقصان ہوا۔ رنگون میں بدھ مذہب کا ایک بڑا مندر بنا ہوا ہے، لوگ دور دور سے اس کو دیکھنے جاتے ہیں، حضرت سے بھی اسے دیکھنے کی درخواست کی تو انکار فرمادیا۔

بلا معاوضہ تدریسی خدمات

اللہ تعالیٰ نے مالی اعتبار سے وسعت عطا فرمائی تھی، اس لئے کسی کے محتاج نہ تھے، بلکہ ایک مرتبہ برطانیہ کے سفر میں جس میں اہل مال کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد حاضر تھی بہت صاف صاف فرمایا: آپ لوگ یہ خیال نہ کرنا کہ میں یہاں پیسوں کے لئے آتا ہوں، الحمد للہ ہزاروں روپیہ زکوٰۃ کی رقم خود نکالتا ہوں۔ دارالعلوم میں تدریسی خدمت للہ فی اللہ انجام دی، اور تنخواہ لینے کی نوبت کم ہی آئی، بلکہ شروع کے سالوں میں جو تنخواہ لی تھی وہ بھی واپس کر دی۔

اخیر میں اس بدوی کے دو شعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت

عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے، ممکن ہے کہ آپ کے لئے یہ اشعار سامان تسلی بنیں۔

إصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِينَ فَإِنَّمَا
صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ
خَيْرٌ مِنَ الْعَبَّاسِ أَحْزُكَ بَعْدَهُ
وَاللَّهُ خَيْرٌ مِنْكَ لِلْعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔ فقط والسلام۔

حضرت رحمہ اللہ نے جس سادگی سے زندگی گزاری اسی سادگی سے موت کا سفر بھی فرمایا، کرونا کی وباء اور کرفیو کا سماں، اس حالت میں چل بسے کہ نہ لوگوں کو جنازہ میں شرکت کا موقع نہ تعزیت کے لئے جانا ممکن۔ عجیب بات ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے آج کل کے اسراف اور فضول خرچی پر مشتمل تعزیتی جلسوں پر بلا خوف اور کھل کر نکیر فرمائی، اور اہل علم کے اس غیر مناسب ہی نہیں بلکہ ناجائز عمل پر تنقید کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو ایسے وقت میں اپنے پاس بلایا کہ نہ کوئی شور و ہنگامہ، نہ مجمع کی کثرت، اور نہ تعزیتی جلسوں کی گنجائش، رحمہ اللہ رحمۃً واسعةً۔

سفر کی موت شہادت کی موت ہے

موت کا حادثہ بھی اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور پیش آیا، غریب الوطنی کی موت خود باعث فضیلت، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نرالی شان ہے کہ جس شخصیت کی زندگی کے قیمتی ایام دیوبند جیسے مشہور اور تاریخی قصبہ میں اور دارالعلوم جیسے مرکزی ادارہ میں دین کی آبیاری اور

اشاعت دین و علم میں گزرے، موت کے لئے سینکڑوں میل دور کا سفر کروا کر شہادت کی سعادت سے نوازا۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور یکے آب ودانہ یکے خاک گور
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
سفر کی موت شہادت کی موت ہے۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فيمن مات غريبا، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ۱۶۱۳)

ایک اور حدیث میں سفر کی موت کی یہ فضیلت آئی ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک صاحب کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا، جن کی ولادت بھی وہیں ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: کاش کہ ان کی موت اپنی جائے ولادت کے علاوہ کہیں اور ہوئی ہوتی۔
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی جائے ولادت کے علاوہ کہیں اور انتقال کرتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے اس کی موت کی جگہ تک جتنا فاصلہ ہے اتنی جگہ اس کو جنت میں (مزید) عطا کی جاتی ہے۔

(نسائی، باب الموت بغیر مولده، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ۱۸۳۱-ابن ماجہ، باب ما جاء

فيمن مات غريبا، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ۱۶۱۴)

کئی مرتبہ خیال آیا کہ اگر حضرت کی وفات کا حادثہ دیوبند میں پیش آتا تو نہ جانے اپنے متعلقین اور تلامذہ کے علاوہ خلق خدا کی کس قدر بڑی تعداد جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرتی، اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت تھی کہ ہزاروں تلامذہ کے اس محبوب استاذ کی جدائی پر

چند افراد ہی شریک جنازہ ہو سکے۔

جنازہ میں کم شریک ہونے والوں کی تعداد کے چند تاریخی واقعات کرونا و بآء کی وجہ سے حضرت رحمہ اللہ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بھی کم تھی، اس پر مجھے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کا منظر یاد آ گیا، خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد آپ کی نماز جنازہ صرف: ۷ افراد نے پڑھی ہے۔ (سیر الصحابہ ص ۲۲۱ ج ۱)

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں ایک مختصر سی جماعت شریک تھی، اس لئے کہ آپ کا حادثہ وفات مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر زبدہ کے مقام پر ہوا تھا، اور آپ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ایک قافلہ نے ان کی تدفین و تکفین کا انتظام کیا۔

(سیر الصحابہ ص ۷۵، ج ۲، حصہ ۳)

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی ایسا ہی ہوا کہ وہم سفر رفقاء نے ان کی نماز ادا کی۔ بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوہ کو یہاں کا حاکم بنایا تھا، چند دنوں کے بعد انہیں معزول کر کے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ مقرر کیا، اور ان کو تحریر فرمایا کہ: فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہو گئے، لیکن فرمان خلافت کے ساتھ ہی پیام اجل بھی پہنچ گیا، اور راستہ میں مقام ”لیاس“ میں انتقال فرما گئے۔ یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب و گیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی، حسن اتفاق سے بارش ہوئی تو ساتھیوں نے بارش کے پانی سے غسل کا انتظام کیا، اور تلوار سے گڑھا کھود کر قبر تیار کی۔ اس طرح بحرین و بصرہ کے حاکم اس بے سرو

سامانی کے ساتھ ایک بے آب و گیاہ میدان میں سپرد خاک کئے گئے۔

(سیرالصحابہ رضی اللہ عنہم ص ۱۷۵ جلد ۴، حصہ ہفتم)

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید میں گرفتار تھے کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اور آپ کسی طرح قید سے رہا ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے مگر معاہدہ کی بناء پر واپس کئے گئے، پھر راستہ میں جو واقعہ پیش آیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے، بالآخر مدینہ منورہ سے دور ایک ساحلی مقام پر قیام کیا، اور رفتہ رفتہ یہ جگہ مظلوم مسلمان جماعت کی پناہ گاہ بن گئی، کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے اس آزاد گروہ کے بارے میں پیغام بھیجا کہ حضرت ابو جندل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آجائیں اور دوسرے حضرات اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں، یہ گرامی نامہ ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر تھے، خط مبارک ہاتھ میں لے کر پڑھتے پڑھتے روح قفسِ غضری سے پرواز کر گئی، حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا۔ اس ویرانہ میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں تھی۔

(سیرالصحابہ رضی اللہ عنہم ص ۲۵۹ جلد ۴، حصہ ہفتم)

اور تو اور حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم پر نماز جنازہ پڑھنے والے کیا ہزاروں تھے؟ ان کے علاوہ سینکڑوں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوات کے سفر میں شہید ہوئے، وہاں کوئی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک نہیں تھی۔

اسی طرح صلحاء اور اولیاء کے نہ جانے کتنے بزرگ اور علماء حج و عمرہ اور حصول علم کے مبارک سفر میں وفات پا گئے، ان کی نماز میں شریک ہونے والے بھی تھوڑے سے ہی افراد تھے۔

تاریخ میں ایسے کئی بزرگوں کے حالات مذکور ہیں جو بحری جہاز میں انتقال فرما گئے، ان کی نماز بھی چند حضرات نے پڑھی۔

رمضان میں موت کی فضیلت

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلانے کے لئے مہینہ بھی رمضان کا منتخب فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی موت رمضان المبارک میں ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت عرفہ کے دن ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت صدقہ کے موقع پر (یعنی صدقہ خیرات کے بعد ہو) وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ابونعیم شرح الصدور ص ۳۱۲۔ شمائل کبریٰ ص ۲۴۶، جلد دوم، مطبوعہ: زمزم پبلشرز، کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان میں

مرنے والوں سے عذاب قبر اٹھالیا جاتا ہے۔ (شمائل کبریٰ ص ۲۶۱، جلد دوم)

عمر کی یہ سعی مسلسل کارگر ہوتی گئی

زندگی لحظہ بلحظہ مختصر ہوتی گئی

سانس کے پردے پر یوں بختارہا ساز حیات

موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

کبتہ: مرغوب احمد لاچپوری

۱۶ اشوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق: ۲۸ مئی ۲۰۲۰ء، پیر

(۱)..... مولانا یوسف ماما صاحب	(۲)..... مفتی یوسف ساچا صاحب
(۳)..... مولانا احمد سرکار صاحب	(۴)..... مولانا سلیمان بوڈیات صاحب
(۵)..... مولانا سلیمان ماکڈا صاحب	(۶)..... قاری حنیف صاحب نرولی مدظلہم

عریضہ بنام: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ
 ”فتاویٰ رحیمیہ“ کی ترتیب جدید میں چند مقامات پر حاشیہ کی ضرورت
 بسم الله الرحمن الرحيم

از: مرغوب احمد لاچپوری

محترم المقام حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم وذلہم
 السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ
 امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا، میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے رہ کر
 بارگاہ ایزدی میں آپ کی خیر و عافیت کے لئے دست بدعا ہوں، اللہ تعالیٰ آنجناب کے سایہ
 کو امت پر تادیر بصحت و عافیت قائم رکھے، آمین۔
 غرض تحریر یہ کہ آپ کے ترتیب دادہ جدید ”فتاویٰ رحیمیہ“ کا نسخہ موصول ہوا، ماشاء اللہ
 عمدہ طباعت سے مزین ہو کر یہ قیمتی فتاویٰ امت کے ہاتھوں میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس
 عظیم خدمت کا دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، یقیناً حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ
 زندہ ہوتے سے بہت دعاؤں سے نوازتے اور قلبی فرحت و مسرت کا اظہار فرماتے۔

دوران مطالعہ محسوس ہوا کہ چند جگہوں پر ”فتاویٰ رحیمیہ“ میں تسامح ہوا ہے۔ مجھے امید
 تھی کہ حضرت والا جدید طباعت کے وقت ان مواقع پر بطور حاشیہ تحقیق فرمالیں گے، مگر
 جب یہ نسخہ پہنچا تو محسوس ہوا کہ وہ جگہیں ابھی تک تشنہ طلب ہی رہ گئی ہیں۔ امید کہ آئندہ
 طباعت میں حضرت والا خود تحقیق فرما کر ان فتاویٰ کی تصحیح فرمادیں گے۔ وہ مواقع درج ذیل
 ہیں:

(۱)..... عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق واجب ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور

”فتاویٰ رحیمیہ“ (ص ۴۵۴ ج ۳) میں استنباب کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ آپ بطور حاشیہ کچھ تحقیق فرما کر مفتی بہ قول کی صراحت فرما دیتے تو مسئلہ زیادہ واضح ہو جاتا، اس لئے کہ ہمارے کئی اکابرین نے وجوب کے قول کو اختیار کیا ہے۔ مثلاً:

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا واجب ہے۔ بحر الرائق، رد المحتار۔“

(علم الفقہ ص ۳۲۸، عیدین کی نماز کا بیان)

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے تو تحریر فرمایا ہے کہ:

”صلوۃ عید الاضحیٰ کے بعد علماء دیوبند تکبیر تشریق کہتے ہیں، کہنے کے لئے فرماتے ہیں، کتب فقہ ”رد المحتار“ اور ”البحر الرائق“ وغیرہ سے اس وقت تکبیر تشریق کا وجوب رائج معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جماعت کے ساتھ یہ نماز بھی ادا کی جاتی ہے، اگرچہ خود فرض نہیں، اس کو علامہ شامی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تو اہل قریٰ پر اور منفرد پر بھی ہے جیسا کہ ”الجوهرة النيرة“ وغیرہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔“

(فتاویٰ محمودیہ (جدید) ص ۵۲۴ ج ۱۲)

(۲):..... کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟ کتب فقہ میں فساد صوم کا حکم مرقوم ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۷ ج ۴) اور مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء رحمہم اللہ کی صراحت تقریباً فساد صوم ہی کی ہے۔ ہاں مالکیہ وشافعیہ نے فساد صوم کا قول اس شرط کے ساتھ ملحق کیا ہے کہ پانی دماغ یا حلق تک پہنچ جائے، اور علماء احناف نے لکھا ہے کہ کان کے ذریعہ پانی دماغ تک پہنچ ہی جاتا ہے۔

اب جبکہ تمام اطباء اور تشریح ابدان کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان میں دوا

ڈالنے سے دماغ تک اس کے پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ کان میں دوا ڈالنے کی صورت میں حلق تک اس کے پہنچنے کا بھی عام حالات میں کوئی راستہ نہیں، تو اس کا کسی جوف معتبر تک پہنچنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ منافذ معتبرہ سے جوف معتبر تک پہنچنے ہی سے روزہ فاسد ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ”مجلس تحقیق مسائل حاضرہ“ نے درج ذیل امور پر بطور خاص غور کیا:

(۱)..... فقہاء کرام رحمہ اللہ کی عبارات۔

(۲)..... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی وہ تحقیق جو حضرت موصوف نے اپنی تحقیقی کتاب ”ضابطۃ المفطرات“ کے ص ۵۸ پر درج فرمائی ہے، اور جس کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہئے۔

(۳)..... حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کا جو فتویٰ ۲۴ / جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ کو تحریر کیا گیا۔ اس فتویٰ میں بھی کان میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم قرار نہیں دیا گیا۔

ان تمام امور پر غور کرنے کے بعد ”مجلس تحقیق مسائل حاضرہ“ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کان کے اندر پانی، تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، الا یہ کہ کسی شخص کے کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو، اور وہ پانی، تیل یا دوا وغیرہ اس کے حلق تک پہنچ جائے۔

البتہ اس کے باوجود اگر کوئی شخص قدیم جمہور فقہاء کے قول کے مطابق خود احتیاط کرے اور روزہ کی حالت میں کان کے اندر دوا ڈالنے کے بجائے افطار کے بعد تیل یا دوا ڈالے تو اس کے لئے ایسا کرنا بہتر اور شبہ سے بعید تر ہوگا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! ”مرغوب الفتاویٰ ص ۴۷ ج ۳)

(۳).....حائضہ عورت بغیر طواف زیارت کئے وطن واپس آگئی تو وہ کیا کرے؟ کے جواب میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب تک طواف زیارت نہیں کرے گی حج مکمل نہ ہوگا اور اپنے شوہر کے لئے حلال بھی نہ ہوگی، اس صورت میں دوبارہ پورا حج کرنا ضروری نہیں ہے، اسے چاہئے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور عمرہ سے فارغ ہو کر طواف زیارت کر لے۔“ (فتاویٰ رحیمیہ ۴/۲۱۶)

حالانکہ اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ یہ عورت بغیر عمرہ کے احرام کے مکہ معظمہ جا کر طواف زیارت کرے گی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”ولو ترک الطواف کله، أو طاف اقله، و ترک اکثره (أی ورجع الی اہله فعلیہ حتما) أی وجوباً اتفاقاً (ان یعود بذلک الاحرام ویطوفه) أی لانه محرم فی حق النساء“۔ (مناسک ملا علی قاری ص ۳۴۵، باب الجنایات۔ طبع: ادارۃ القرآن)

”غنیۃ الناسک“ میں ہے:

”ولو ترک طواف الزیارة کله أو اکثره، فهو محرم ابدافى حق النساء حتی یطوف.... فعلیہ حتما ان یعود بذلک الاحرام“۔ (ص ۲۷۳، باب الجنایات)

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”اگر پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ (چار یا زیادہ چکر) ترک کر دیا اور اقل حصہ (تین یا کم چکر) ادا کیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو بالاتفاق اس کو اسی احرام سے واپس لوٹنا واجب ہے، اس کو نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں، (اگرچہ میقات سے باہر نکل گیا ہو)۔ (عمدۃ الفقہ ص ۵۲۳ ج ۴، واجبات حج کو ترک کرنا، مسئلہ نمبر: ۵)

(۴).....مزدلفہ میں مغرب کی سنتیں پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ کے جواب میں حضرت مفتی

صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”مزدلفہ میں عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد مغرب و عشاء دونوں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں اور درمیان میں سنت، نفل کچھ نہ پڑھیں، بلکہ مغرب اور عشاء اور وتر، عشاء کی نماز کے بعد پڑھیں، اگر اتفاق سے جماعت سے نماز نہ پڑھ سکا اور تنہا نماز ادا کی تب بھی سنتوں کا یہی حکم ہے، اسی طرح تکبیر تشریق بھی عشاء کی نماز کے بعد کہے مغرب کے بعد نہ کہے۔“ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۳ ج ۴)

حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھے گا، پھر عشاء کی نماز پڑھے۔ ممکن ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ان بعض فقہاء کا قول اختیار کیا ہو جنہوں نے مزدلفہ کی ان دونوں نمازوں کے درمیان تکبیر تشریق کہنے سے منع کیا ہے، لیکن یہ قول معتبر نہیں، کیونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے، جیسا کہ عبارات ذیل میں صراحت ہے:

فی الشامية : تحت قوله (لم یصل بینہما شیئا علی المذہب) وهو ظاهر الرواية شربلا لية ، وهو الصحيح ، فلو فعل کره واعد الاذان للعصر لانقطاع فوره فصار کالاشتغال بینہما بفعل اخر کأکل و شرب.....

تنبيه:..... اخذ من هذا العلامة السيد محمد صادق بن احمد بادشاه انه یترک تکبیر التشریق هنا وفي المزدلفة بین المغرب والعشاء ، لمراعاة الفورية الواردة فی الحديث ، كما نقله عنه الكازرونی فی فتاواه،

قلت : وفيه نظر ، فان الوارد فی الحديث انه صلى الله عليه وسلم صلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ولم یصل بینہما شیئا ، ففيه التصريح بترک الصلوة بینہما

ولا يلزم منه ترك التكبير ولا يقاس على الصلوة لوجوبه دونها ، ولان مدته يسيرة حتى لم يعد فاصلا بين الفريضة والراتبة ، والحاصل ان التكبير بعد ثبوت وجوبه عندنا لا يسقط هنا الا بدليل ، وما ذكر لا يصلح للدلالة كما علمته ، هذا ما ظهر لي ، والله تعالى اعلم ، - (شامی: ص ۵۰۲ ج ۲: مطلب فی الرواح الی العرفات)

صاحب ارشاد الساری علامہ حسین بن محمد المکی الحنفی رحمہ اللہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کے بعد فرماتے ہیں:

ولم يتعقبه العلامة الرافعي في تقريره عليه فيظهر انه موافقه ، ثم رأيت العلامة طاهر سنبل قرر ايضا نحو ما في رد المحتار اهـ۔

(ارشاد الساری ص ۱۳۱، فصل فی الجمع بین الصلوتین بعرفة)

فی غنية الناسك : ولا يتطوع بينهما و يصلى سنة المغرب والعشاء والوتر بعدهما.... ولا يشغل بشئ اخر من أكل و شرب وغيرهما الا انه يأتى بتكبير التشريق مرة عند قيامه للعشاء بوجوبه.... فان تطوع او تشاغل بما يعد فصلا في العرف كره۔ (ص ۸۷، فصل فی الجمع بین العشاءین بمزدلفة ، باب احكام المزدلفة)

وفی غنية الناسك : والتلبية مرة شرط وهو عند الاحرام لا غير والزيادة على المرة والاكثر منها مستحب.... وبعد المكتوبات اتفاقا يبدأ بتكبير التشريق ثم بها فلو بدأ بها سقط التكبير۔

(ص ۳۸، فصل فی كيفية الاحرام وصفة التلبية و شرطها و سائر احكامها)

(۶):..... ”نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا“ اس فتویٰ کو آپ نے آداب قرآن میں درج کیا ہے، (ص ۱۶۲ ج ۲) اگر اسے نماز کے بیان میں درج کیا جاتا تو کیا بہتر

نہ ہوتا؟ اس لئے کہ اس فتویٰ کا تعلق نماز سے ہے اور سائل نے بھی نماز ہی کے متعلق پوچھا ہے۔ غور فرمالیں۔ (اس آخری نمبر کا تعلق آپ کی ترتیب سے ہے)

یہ چند باتیں دوران مطالعہ نظر سے گزریں تو خیال آیا کہ آپ کی خدمت میں بلا تکلف عرض کر دوں، امید کہ میری تحریر میں کوئی بات خلاف ادب آگئی ہو تو درگزر فرمائیں گے۔

مرغوب احمد لاچپوری

۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۷ دسمبر ۲۰۱۱

بروز بدھ

”تحفۃ اللمعی“ کے متعلق چند گزارشات

”تحفۃ اللمعی“ کے مطالعہ کے بعد حضرت مصنف رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا گیا عرضہ اور
چند گزارشات۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر..... جامعۃ القراءات، کفلیہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ کی خدمت میں
”تحفۃ اللمعی“ کی تین جلدوں کے مطالعہ کے بعد لکھا گیا عریضہ

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

امید کہ مزاج سامی بنجر ہوگا، بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے رہ کر
بارگاہ ایزدی میں جناب والا کی خیر و عافیت کا طالب ہے۔ غرض تحریر اینکہ حضرت والا کی
”ترمذی شریف“ کی عمدہ شرح ”تحفۃ اللمعی“ کی تین جلدوں کے من و عن مطالعہ کی
سعادت نصیب ہوئی، الحمد للہ شرح بہت جامع اور حل ترمذی کے لئے بہترین کتاب ہے۔
خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ (بعض) اساتذہ کی استعداد میں بھی وہ پختگی نہیں رہی کہ ہر عالم
عربی شرح سے ”ترمذی شریف“ کو حل کر سکے، ایسے وقت میں حضرت والا کی یہ تصنیف
یقیناً امت پر ایک عظیم احسان ہے، اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے
اور حضرت والا کے لئے ذخیرہ آخرت و ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

دوران مطالعہ چند باتیں قابل تحریر سمجھی گئیں، اس لئے عریضہ ارسال خدمت ہے، امید
کہ جواب مرحمت فرما کر مومن فرمائیں گے۔ بعض باتیں سمجھنے کی نیت سے ذکر کر رہا ہوں،
اعتراض ہرگز مقصود نہیں، اور بلا تکلف عرض ہے کہ حضرت والا کے سامنے میری حیثیت
ایک طفل مکتب کی بھی نہیں، اس لئے بھی میں اپنے آپ کو اس اہل نہیں سمجھتا کہ حضرت والا
کی کتاب اور بعض عبارات پر اعتراض کر سکوں، جو باتیں ذہن میں آئی ہیں بلا کسی تکلف
کے عرض کرتا ہوں:

(۱)..... شرح بہترین اور زمانہ کے مزاج کے مطابق عمدہ طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہے، کاغذ بھی اعلیٰ قسم کے استعمال کئے گئے ہیں، اس حسن ظاہری کی وجہ سے بھی کتاب کے پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کاش کے ساری جلدوں کا سرورق ایک ہی رنگ کا ہوتا تو الماری کا حسن ظاہری بھی بڑھ جاتا، مگر جلدوں کے مختلف رنگ نے ذوق سلیم پر بار ڈال دیا۔ اگر آئندہ طباعت میں اس کا اہتمام کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

(۲)..... (ص ۳۵۸ ج ۱) پر ہے:

فائدہ:..... اس حدیث کی سند میں حمیدہ اور کبشہ دونوں مجہول ہیں، ان کے احوال معلوم نہیں کہ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ۔ مگر ”درس ترمذی“ میں ہے: بعض حضرات نے حدیث باب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حمیدہ اور کبشہ دونوں مجہول ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے دونوں کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”التلخیص الحبیبر“ میں ان کی کئی اور روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ (ص ۳۲۸ ج ۱)

(۳)..... آپ نے تکبیرات انتقالیہ کے بیان کے ذیل میں فرمایا ہے کہ:

”دور بنی امیہ میں بعض خلفاء صرف رفع میں یعنی اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے جھکتے ہوئے نہیں کہتے تھے۔ اگر یہ تکبیرات انتقالیہ واجب ہوتیں تو وہ خلفاء ان کو نہ چھوڑتے، مگر ان کا سنت کو چھوڑنا بھی برا تھا“۔ (ص ۵۹۶ ج ۱)

ان بعض خلفاء میں حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما جیسے حضرات بھی شامل ہیں، اس لئے ان کی نسبت یہ فرمانا کہ ”مگر ان کا سنت کو چھوڑنا بھی برا تھا“ غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس بارے میں حضرت شاہ صاحب کی توجیہ بہت دل کو لگتی ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خفض کے وقت تکبیر بہت آہستہ کہتے تھے، جس سے

بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ بالکل تکبیر نہیں کہتے۔ (درس ترمذی ص ۲۵ ج ۲)
 ان تکبیرات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیوں آہستہ کہتے تھے؟ اس کی وجہ ”الطیب
 الذی“ میں یہ مرقوم ہے کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضعف کی وجہ سے آخری عمر میں
 تکبیرات آہستہ کہنی شروع کر دی تھی۔ (ص ۴۶۸ ج ۱)

(۴): ریل میں نفل نماز پڑھنے کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ:
 ”ریل گاڑی میں نوافل کے لئے اگرچہ قیام ضروری نہیں، مگر استقبال قبلہ اور رکوع و
 سجود ضروری ہیں، ریل میں کیف ماتفق اور اشارہ سے نفل پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ بس
 اور کار میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ ہی نہیں سکتے، پس وہ دابہ کے حکم میں ہیں، اور ٹرین میں
 کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہے اور بھیڑ عارضی عذر ہے، اس لئے اس میں استقبال قبلہ
 اور رکوع و سجود کے ساتھ ہی نماز پڑھنا ضروری ہے۔ (ص ۷۵ ج ۲)

جبکہ ”درس ترمذی“ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:
 ”لہذا بسوں، ٹرینوں اور موٹروں میں بغیر استقبال قبلہ کے نفلی نماز اشارہ سے پڑھی
 جاسکتی ہے۔“ (درس ترمذی ص ۱۲۶ ج ۲)

(۵): صلوٰۃ الیل کے بارے میں آپ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ:
 ”اگر کوئی شخص عشاء پڑھ کر متصلاً کچھ نفلیں پڑھ کر دوتر پڑھے تو یہ نفلیں صلوٰۃ اللیل کے
 قائم مقام نہیں ہوں گی، تہجد کا بدل وہی نفلیں ہیں جو سونے سے پہلے پڑھی گئی ہوں، اور تہجد
 کے بدل کے طور پر پڑھی گئی ہوں۔“ (ص ۳۰۸ ج ۲)

حضرت درج ذیل حدیث اور صاحب مرقات کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء
 کے بعد کی نفلیں صلوٰۃ اللیل کے قائم مقام ہو سکتی ہیں۔

عن ثوبان (رضی اللہ عنہ) مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر ، فقال : انّ هذا السفر جهد و ثقل ، فاذا اوتر احدکم فلیبرکع رکعتین ، فان استیقظ والا کاننا له۔

(طحاوی، باب التطوع بعد الوتر، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۱۹۶۷)

ترجمہ:..... رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: یہ سفر بڑا مشکل اور بوجھل ہے، پس جب تم میں سے کوئی وتر پڑھ لے تو (اس کے بعد) دو رکعتیں پڑھے، اور جاگ جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ یہی اس کے لئے کافی ہیں۔

تشریح:..... اس حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ وتر کے بعد دو رکعت پڑھیں، اور رات کو جاگے تو اور کچھ رکعتیں تہجد کی پڑھ لیں، اور اگر سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے آنکھ نہ کھلے تو یہی تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

دارمی میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے:

”عن ثوبان (رضی اللہ عنہ) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : ان هذا السهر جُهد و ثقل ، فاذا اوتر احدکم فلیبرکع رکعتین ، فان قام من اللیل والا کاننا له۔ رواہ الدارمی۔

(دارمی ص ۴۵۲ ج ۱، باب فی الرکعتین بعد الوتر، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۱۵۹۴۔)

مشکوٰۃ، باب الوتر، رقم الحدیث: ۱۲۱۳)

ترجمہ:..... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: بلاشبہ بیداری بہت مشکل اور دشوار کام ہے، لہذا جب تم

میں سے کوئی شخص وتر پڑھے تو اس کو چاہئے کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لے، پھر اگر وہ رات میں بیدار ہو کر تہجد پڑھتا ہے تو بہت بہتر، اور اگر نہیں بیدار ہوتا ہے تو وہ دو رکعتیں اس کے لئے کافی ہوں گی۔ (الرفیق الفصح ص ۴۴۴ ج ۸)

آپ ﷺ نے وتر کے بعد کی دو رکعتیں صرف بیان جواز کے لئے نہیں پڑھی، کیونکہ اس کی فضیلت بھی آئی ہے، یہ نوافل تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گے، ان کے ذریعہ اس کو تہجد کا بنیادی ثواب جو نماز تہجد کم سے کم دو رکعت پڑھنے پر ملتا، اس کو مل جائے گا، گویا ان رکعتوں کی فضیلت تہجد کے برابر ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۶۲ ج ۲)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ”امداد الفتاویٰ“ میں اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے ”شامی“ (جلد نمبر ۱: صفحہ نمبر: ۵۰۶) میں فرمایا کہ: جو شخص عشاء کی نماز کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے چند نفل پڑھ لے تو یہ شخص بھی تہجد گزاروں کے ساتھ اٹھے گا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے: ”وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل“ (صفحہ: ۵۰۶ ج ۱) لہذا علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”فان سنة التہجد تحصل بالتسنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم“، یعنی سنت تہجد کی حاصل ہو جائے گی اس شخص کو جو عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے چند نفل پڑھ لے۔

(منازل السلوک ص ۶۳۔ مواعد درو مجت ص ۵۱۷ ج ۱)

(۶):..... آپ نے حدیث ”استنزهوا من البول“ کے تحت فرمایا کہ:

”لوگوں میں روایت مشہور ہے کہ نبی ﷺ ایک نیک صالح اور متقی صحابی کے دفن سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ ان پر عذاب قبر شروع ہو گیا ہے، نبی ﷺ

نے ان کی بیوی سے صورت حال دریافت کی کہ اس بندہ خدا کے احوال کیا ہیں؟ بیوی نے بتایا: وہ بکریاں چرایا کرتے تھے، اور پیشاب سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان پر عذاب قبر اسی وجہ سے ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا: ”ان عامة عذاب القبر منه“ علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لم ارہ ولو ثبت هذا لکان فصلا فی الباب وحجة فی مورد النزاع“ میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی اور اگر یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو ”بول ما یؤکل لحمہ“ کی طہارت وعدم طہارت کا جھگڑا ختم ہو جائے۔

(ص ۳۱۷ ج ۱)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ”اللوکب الدرر“ میں اس قصہ کو نقل فرمایا ہے۔

(درس ترمذی ص ۲۹۰ ج ۱۔ الطیب الذکی ص ۲۱۰ ج ۱)

(۷): ایک رکعت میں دو یا زیادہ سورتیں جمع کرنے کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ:

”فرض نماز میں بھی اور نفل نماز میں بھی ایک رکعت میں دو یا زیادہ سورتیں جمع کرنا جائز ہے، اور یہ اجماعی مسئلہ ہے، البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے.....

دوسرے: اترتی ہوئی سورتیں ملانی چاہئیں، چڑھتی ہوئی سورتیں جمع نہ کریں، مثلاً پہلے سورۃ الفیل پھر سورۃ الاخلاص پڑھے، اس کا برعکس نہ کرے“ الخ۔ (۲ ج ۴۹۲)

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت میں سورۃ فیل اور سورۃ اخلاص پڑھی تو کوئی حرج نہیں۔ مگر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ”معارف السنن“ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ: ”ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا بالاتفاق اور بلا کراہت جائز ہے، البتہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو اس طرح جمع کرنا کہ ان دونوں کے درمیان ایک یا

کئی سورتیں بیچ میں چھوٹی ہوئی ہوں، مکروہ ہے۔ کذا فی المعارف“۔

(معارف السنن ص ۱۳۸ ج ۵۔ درس ترمذی ص ۳۹۰ ج ۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت میں سورہ فیل اور سورہ اخلاص پڑھے تو مکروہ ہے، اس لئے کہ کئی سورتیں بیچ میں چھوٹی ہوئی ہیں۔

(۸):..... ”باب ما جاء فی الصلاة فی النعال“ (ص ۲۳۵ ج ۲) کے تحت آپ نے فرمایا کہ:

کسی حدیث میں اشارہ تک نہیں کہ آنحضرت ﷺ یا صحابہ مسجد نبوی میں یا دیگر مساجد میں چپل پہن کر نماز پڑھتے تھے، روایتیں اس سلسلہ میں خاموش ہیں، ممکن ہے آنحضور ﷺ نے اور صحابہ نے اسفار میں اور میدان جنگ میں نمازیں چپلوں میں پڑھی ہوں، وہاں چپلوں کو نکالنے کا موقع نہیں ہوتا، اس لئے وہ حضرات چپلوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مسجد کا ہے۔ (الطیب الذی ج ۱)

(۹):..... ”قوله: اغتسل و غسل“ و کج رحمہ اللہ جو بڑے درجہ کے محدث ہیں، مگر فقہ میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں، فرماتے ہیں: ”غتسل“ کے معنی ہیں خود نہایا اور ”غتسل“ کے معنی ہیں بیوی کو نہلانا یعنی بیوی سے صحبت کی تا کہ وہ نہائے، حضرت و کج رحمہ اللہ نے جو تفسیر کی ہے وہ ایک لطیفہ سے زیادہ نہیں۔ (ص ۳۵۹ ج ۲)

آپ نے تو و کج رحمہ اللہ کو فقیہ نہیں مانا، مگر امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ما رأیت عینی مثله قط، یحفظ الحدیث جیدا ویذاکر بالفقہ فیحسن“

میری آنکھوں نے امام وکیع رحمہ اللہ کا مثل نہیں دیکھا، وہ حدیث کے بڑے اچھے حافظ تھے، فقہ بھی بہترین پڑھاتے تھے۔

(شذرات الذہب ص ۳۵۰ ج ۱۔ کتاب الانساب للسمعانی ص ۲۶۱)

ابن عمار رحمہ اللہ کہتے ہیں: وکیع رحمہ اللہ کے زمانے میں کوفہ میں ان سے بڑا فقیہ اور حدیث کو ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہ تھا۔ (حوالہ بالا)

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کان وکیع کالاوزاعی فی زمانہ“، امام وکیع رحمہ اللہ کی ان کے زمانہ میں وہی حیثیت تھی جو امام اوزاعی رحمہ اللہ کی ان کے وقت میں تھی۔ (صفوة الصفوة ص ۱۰۲ ج ۳۔ سیر الصحابة ص ۳۸۵ ج ۹)

(۱۰):..... (ص ۵۴۶ ج ۲) پر ہے:

جزیہ کی کوئی خاص مقدار شرعاً متعین نہیں، اس کی مقدار حکومت کی صواب دید پر چھوڑ دی گئی ہے۔

جبکہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اس میں تفصیل فرماتے ہیں:

”واضح رہے کہ جزیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو کفار پر ان کی رضا مندی سے مقرر کیا جاتا ہے، اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں، بلکہ امام کی رائے کے سپرد ہے، جتنا مناسب سمجھے مقرر کر دے، اس جزیہ کو ”جزیہ صلح“ کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم کا جزیہ وہ ہے: جو قہراً اور غلبہً مقرر کیا جاتا ہے جبکہ مسلمان کفار پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں، اس جزیہ کی مقدار متعین ہے۔

(درس ترمذی ص ۴۳۰ ج ۲)

بظاہر آپ کے کلام میں اور حضرت کے کلام میں تضاد ہے۔

(۱۱):..... (ص ۱۰۰ ج ۳) پر ہے:

”کتے کے کاٹے کا انجکشن اس میں دوا اگرچہ براہ راست معدہ تک پہنچائی جاتی ہے، مگر چونکہ منفذ اصلی سے نہیں پہنچائی جاتی، اس لئے روزہ نہیں ٹوٹتا۔“
 ہمارے اکابر کے فتاویٰ میں فساد کا حکم لگایا گیا ہے، اس لئے اس کی مزید تحقیق فرمائیں۔

(نظام الفتاویٰ ص ۱۳۳ ج ۱۔ منتخب نظام الفتاویٰ ص ۵۴۹ ج ۱۔ مجموعہ فتاویٰ دارالعلوم کراچی (غیر مطبوعہ) ص ۴۸ ج ۲)

(۱۲):..... (ص ۲۲۹ ج ۳) پر ہے:

”چمڑے کے موزے پہننا بھی جائز نہیں، یعنی پیروں میں بھی احرام ہے، اور چونکہ چپل کے بغیر چلنا دشوار ہے، اس لئے تلوے اور کعبین (ٹخنوں) سے نیچے ڈھانک سکتے ہیں، البتہ ٹخنے کھلے رکھنے ضروری ہیں، اور ٹخنے دو ہیں، ایک: وہ جہاں تک وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے، یعنی پیر کی دونوں جانبوں میں ابھری ہوئی ہڈی، دوسرے: پاؤں کا اوپر کا حصہ جہاں بال اگتے ہیں وہ بھی ٹخنے ہیں، دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہیں۔

جبکہ (درس ترمذی ص ۸۵ ج ۳) میں ہے:

”کعبین سے مراد وسط قدم کی ہڈی ہے نہ کہ ٹخنا، اور مطلب یہ کہ ہڈی جوتے میں چھپی نہیں رہنی چاہئے، صرح بہ محمد وهو امام فی اللغة والفقہ کلیہما“۔

(۱۳):..... (ص ۲۶۹ ج ۳) پر ہے:

”ہر طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا واجب ہے، مگر وہ رکعتیں طواف سے متصل پڑھنا ضروری نہیں، دو چار طواف کر کے سب کے دوگانے ایک ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے، البتہ ہر طواف کے بعد متصلاً دوگانہ پڑھ لینا بہتر ہے۔

حالانکہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے کہ:

”طواف و نماز کے درمیان خاص تعلق اور جوڑ ہوتا ہے، اس لئے ہر طواف کی نماز دوسرے طواف سے قبل پڑھنا لازم ہے، لہذا ایک طواف سے فارغ ہو کر اس کی نماز ادا کئے بغیر دوسرا طواف کرنا حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد بن شیبانی رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے، اور اسی پر مسلک حنفی کا فتویٰ ہے۔“ ”یکرہ عندهما الجمع اسبوعین أو اکثر بلا صلوة بینہما“ الخ۔ (شامی کراچی ۲/۴۹۹، انوار مناسک ص ۳۸۵)

مسئلہ:..... طواف کے سات چکر پورے کر لینے کے فوراً بعد دو گانہ طواف پڑھنا واجب ہے، ایک طواف مکمل کر لینے کے بعد دو گانہ طواف پڑھنے سے پہلے دوسرا طواف شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ طوافوں کو ملانا مکروہ ہے۔

(فتح القدیر ص ۳۸۹ ج ۲۔ عمدۃ المناسک ص ۳۴۴)

(۱۴):..... (ص ۳۲۵ ج ۳) پر ہے:

”آنحضور ﷺ جب تیرہ کی رمی کر کے منی سے لوٹے تو مکہ سے باہر ابطح نامی میدان (محصب) میں پراؤ کیا تھا، ظہر تو منی میں ادا فرمائی تھی، عصر تا عشاء چار نمازیں یہاں ابطح میں ادا فرمائیں۔“

یہاں غلطی سے تین کے بجائے چار لکھا گیا ہے، اس لئے کہ عصر، مغرب اور عشاء کی تین نمازیں ہوتی ہیں۔

مگر صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے محصب میں چار نمازیں ادا فرمائیں، تیرہویں ذی الحجہ کو مکہ کے لئے روانہ ہوئے اور وادی محصب میں نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھی، کچھ دیر کے لئے آرام فرمایا، پھر سحر کے وقت طواف وداع کے لئے تشریف لے گئے اور نماز فجر

سے پہلے طواف و دایع ادا کیا۔

(بخاری ص ۲۳۶ ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۵۶۱۔ ابوداؤد ص ۱۹۹ ج ۱۔ البدایہ والنہایہ ص ۲۰۳ ج ۵)

(۱۵):..... (ص ۳۴۶ ج ۳) پر ہے:

حدیث..... حضرت ضباعہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ یہ حضرت زبیر بن العوام کی صاحبزادی اور آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔
”الطیب الذکی“ (ص ۴۸۴ ج ۲) میں ہے:

واضح ہو کہ یہ زبیر حضور ﷺ کے چچا تھے، یعنی یہ زبیر بن عبدالمطلب ہیں، اور ضباعہ انہیں کی بیٹی اور رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بہن ہیں، زبیر بن العوام جو صدیق اکبر (رضی اللہ عنہما) کے داماد بھی ہیں وہ یہاں مراد نہیں ہیں، صرح بذلک فی روایۃ ابی داؤد۔

(۱۶):..... (ص ۵۰۸ ج ۳) پر ہے:

کھانے کے تسمیہ میں ”بسم اللہ و علی برکۃ اللہ“۔

حدیث میں ان الفاظ سے یہ دعا ثابت ہے؟ اور ثابت ہو تو اس کا حوالہ مطلوب ہے۔
بعض اکابر نے بیان فرمایا ہے کہ: ہمیں ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا کسی حدیث میں باوجود تلاش کے نہیں ملی۔

(۱۷):..... (ص ۸۲ ج ۴) پر ہے:

”اور لوگوں میں جو مشہور ہے کہ حضرت حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کی سب سے اوپر کی پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں، یہ تصور بائبل (کتاب پیدائش باب ۲: آیات ۴۲-۴۳) کا ہے، پھر وہاں سے اسلامی روایات میں آیا ہے، جبکہ ”روح المعانی“ میں سورۃ النساء کی اسی آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں خود مفسر نے امام باقر رحمہ اللہ کا

قول نقل کیا ہے کہ جس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے تھے اس کے باقی ماندہ سے حضرت حواء رضی اللہ عنہا پیدا کی گئی تھیں، اور یہی بات قرین عقل ہے، تمام حیوانات جن میں توالد و تناسل کا سلسلہ قائم ہے ان کے پہلے افراد (مذکر و مؤنث) مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، کوئی مادہ: نر کی پسلی سے نہیں پیدا کی گئی۔

جبکہ ”درس ترمذی“ (ص ۵۰۱ ج ۳) میں ہے:

”ان المرأة كالضلع“ الخ، عورت کی پسلی کے ساتھ تشبیہ ایک بلیغ تشبیہ ہے، اور اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کی سب سے اوپر کی پسلی سے پیدا کی گئیں جو تمام پسلیوں میں سب سے چھوٹی اور سب سے ٹیڑھی پسلی ہوتی ہے۔

”الطیب الذکی“ ص ۴۳ ج ۳ میں بھی اسی طرح ہے۔

(۱۸):..... حضرت آپ کی یہ شرح ہندو پاک اور بنگلہ لیش تک میں شائع ہوگی، بلکہ اب ہوگئی، اس لئے بعض الفاظ کی تعبیر مجھے آپ کی تعبیر سے اور مناسب لگی، ان کو بھی بلا تکلف لکھ دوں، ع

گرافتدز ہے عز و شرف

حضرت آپ مرکزی جگہ دیوبند میں مقیم ہیں، ممکن ہے آپ کی تعبیر ہی صحیح ہو۔

دوسری بات آپ کا تو یہ درس ہے، آپ کی براہ راست تحریر نہیں، یہ ذمہ داری جامع اور مرتب کی ہے کہ وہ تقریر کو تحریر میں منتقل کرے تو ان تعبیرات پر غور کر کے صحیح اور درست تعبیر لکھے۔

(الف):..... ص ۲۴۱ ج ۱ پر ہے: جس جگہ کا تب قلم گھساتا ہے۔ یعنی کان پر پگڑی میں

گھسا دیتے تھے۔ اس کے بجائے اور کوئی تعبیر ہو جائے۔

(ب): ص ۲۴۵ ج ۱ پر ہے: پانی ریڑھے۔ ”ریڑھے“ کے بجائے ”بہائے“ لفظ زیادہ مناسب نہیں ہے؟

(ج): ص ۲۷۲ ج ۱ پر ہے: ثابت بن ابی صفیہ کہتے ہیں۔ یہ راوی رافضی تھا، اس لئے بجائے ”کہتے ہیں“ کے ”کہتا ہے“ لکھا جائے تو؟

(د): ج ۱ اس کی بیماری کے جراثیم کے چپکو ہوتے ہیں۔ ”چپکو“ کے بغیر اور کوئی آسان لفظ ہو تو؟

(ه): ص ۳۶۶ ج ۱ پر ”ترمذی شریف“ کا حوالہ (۲۰۸:۱) دیا گیا ہے، وہ کس نسخہ کا ہے؟ ہمارے نسخہ میں ص ۳۰۵ ج ۱ بنتا ہے۔

(و): ص ۳۸۹ ج ۱ پر ہے: ”اصحاب درس کہتے ہیں کہ پہلے منی گاڑھی ہوتی تھی، اس لئے کھرچنے سے کپڑا پاک ہو جاتا تھا، اب ضعف کی وجہ سے لوگوں کا مادہ رقیق ہو گیا ہے، اس لئے کھرچنے سے کام نہیں چلے گا، یہ بات صحیح نہیں۔

مگر ”درس ترمذی“ میں ہے: ”لیکن یہاں یہ واضح رہے کہ فرک منی کا جواز اس زمانہ سے متعلق تھا جبکہ منی غلیظ ہوتی تھی، لیکن جب سے رقت منی کا شیوع ہوا ہے اس وقت سے حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اب ہر حال میں غسل ضروری ہے۔ (ص ۳۵۱ ج ۱)

(ز): ص ۳۹۷ ج ۱ پر ”چھڑ لے“، اس کو ”مل لے“ یا اور کوئی مناسب لفظ اس کی جگہ لکھ دیا جائے تو؟

(ح): ص ۴۰۵ ج ۱ پر ہے: ”حضرت حمزہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، یہ نبی ﷺ کی سالی تھیں، حمزہ کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی استحاضہ کی بیماری تھی۔“

یہاں حمنہ کی بہن ام حبیبہ کے بجائے زینب بنت جحش نہیں ہے؟
(ط):..... ص ۳۲۲ ج ۱ / پر ہے: اس کو بھان نہیں رہا۔ یہاں ”بھان“ کے بجائے اور کوئی
لفظ ہو جائے تو؟

(ی):..... ص ۵۰۱ ج ۱ / پر آواز کے لئے خوبصورت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیا یہ
مناسب ہے؟ اور آواز کے لئے خوبصورت کا لفظ مستعمل ہے؟
(ک):..... ص ۵۰۵ ج ۱ / پر ہے: میرے دل سے کفر کی نفرت دور ہو گئی۔ اس جملہ کے
نقل میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے؟ ”کفر کی محبت“ یا ”ایمان کی نفرت“ نہیں ہونا چاہئے؟
(ل):..... ص ۵۱۱ ج ۱ / پر ہے: ”مؤذن کو بھی بیٹھ جانا چاہئے“، بجائے ”مؤذن“ کے
”مکبر“ لکھ دیا جائے تو کیا بہتر نہیں ہوگا؟

(م):..... ص ۵۱۳ ج ۱ / بلّم کیا ہے؟ اس کے بجائے اور کوئی لفظ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
(ن):..... ص ۵۸۱ ج ۱ / پر ہے: اے بچو نگرے۔ یہ کوئی غیر مستعمل لفظ لگتا ہے، اگر کوئی
مستعمل اور مانوس لفظ لکھ دیا جائے تو بہتر نہیں؟
(۱۹):..... بعض مواقع پر تحریر کی اغلاط بھی نظر سے گزریں، ان کی نشاندہی بھی مناسب سمجھی
گئی تاکہ آئندہ طباعت میں آپ اصلاح فرما سکیں۔

غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ
اچک لبنا	اچک لینا	۱ج/۲۸۲	مضون	مضمون	۱ج/۳۱۲
ولا یَصْحُ	ولا یَصَح	۱ج/۳۲۸	دیکھایا	دکھایا	۱ج/۳۹۶
ذلک الوقت		۱ج/۴۰۱	ذُکِرَ	ذُکِرَ	۱ج/۳۹۱
تیراقرینہ	تیسراقرینہ	۱ج/۳۰۳	بارکی رات	؟	۱ج/۵۳۷
باب جاء	باب ما جاء	۱ج/۵۶۱	راویے	مناسب ہے	۲ج/۴۸
ٹھوکتے	؟	۲ج/۱۶۱	ذَلِک	ذَلِک	۲ج/۴۷۳
آپ ﷺ	آپ رضی اللہ عنہ	۲ج/۴۸۳	تنظف	یا: یتنظف	۲ج/۴۸۵
تطیب	یا: یتطیب	۲ج/۴۸۵	ا	اس	۲ج/۵۰۳
چھتر	چھتر	۲ج/۵۱۹	چھتر	چھتر	۲ج/۵۳۲
دیکھے	دیکھا	۲ج/۵۴۹	جرجھا	جرجھا	۲ج/۵۵۶
وجو	وجود	۲ج/۵۷۳	روزہ کھانا	روزہ نہ رکھنا	۳ج/۹۲
عُنہ	عَنہ	۳ج/۹۳	پڑھاتھا	پڑھاتا تھا	۳ج/۱۸۶
جزیر	جزیرۃ	۳ج/۲۱۱	فاف	زفاف	۳ج/۲۳۷
پڑھی	پڑی	۳ج/۲۸۰	چار نمازیں	تین نمازیں	۳ج/۳۲۵
ام	امام	۳ج/۳۳۴	تیل میل	تین میل	۳ج/۳۳۷
روڑ	؟	۳ج/۳۳۸	بدوں	بدلوں	۳ج/۳۴۶
شرط بدنے	؟	۳ج/۳۴۷	کپروں	کپڑوں	۳ج/۴۰۰
نِسم	بسم	۳ج/۵۰۸	سے دن	سے دس دن	۳ج/۵۳۶
ام سلمہ کا	ام سلمہ کے	۳ج/۵۷۴	حمیدۃ	حمیدہ	۱ج/۳۵۸